کراماتِ اہلحدیث

مولانا عبدالمجید سوہدروی

ترتیب و تحشیہ

محمد ادریس فاروقی

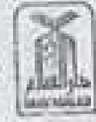




جملہ حقوق اشاعت برائے مسلم پبلیکیشنز محفوظ ہیں

ناشر : مسلم پبلیکیشنز — مدیر : حکیم محمد ادریس فاروقی

تقسیم کنندگان



دار السلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور

لندن • ہیوسٹن • نیویارک

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس : 22743 الریاض : 11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس : 4021659

ای میل : darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون و فیکس : 4614483

جدہ فون و فیکس : 6807752 الخبر فون : 8692900 فیکس : 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس : 5632624 (00971 6)

پاکستان : ① 50 لوئر مال - لاہور فون : 7240024 - 7232400 (0092 42)

فیکس : 7354072 ای میل : darussalampk@hotmail.com

② رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون : 7120054 فیکس : 7320703

لندن فون : 5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون : 7220419 فیکس : 7220431 (001 713) نیویارک فون : 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

ایڈیشن : (1) — طبع : (2002) — تعداد : (1100)

مطبع : احمد پرنٹنگ پریس 50 لوئر مال لاہور فون 7240024

فہرست مضامین

(۲)

کرامات حضرت مولانا غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ

(۳)

کرامات حضرت قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری



کرامات حضرت مولانا عبد اللہ غزنوی



کرامات حضرت مولانا محمد سلیمان روڑوی

حصہ دوم



کرامات مولانا محی الدین لکھوی



کرامات حافظ عبد اللہ محدث روپڑی



کرامات مولانا سید عبد الجبار غزنوی



کرامات مولانا سید داؤد غزنوی



کرامات حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری

(۱۱)

کرامات حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

(۱۲)

کرامات حضرت مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی

(۱۳)

کرامات حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی

(۱۴)

کرامات حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی

(۱۵)

کرامات حضرت مولانا حافظ محمد یوسف سوہدروی

(۱۶)

کرامات استاد پنجاب حافظ عبد المنان محدث وزیر آبادی



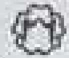
کرامات حضرت حافظ عبدالحی صاحب کوٹ شاہ محمد



کرامات مولانا حکیم عبدالواحد واربرٹن



کرامات مولانا محمد ادریس کیلانی



مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ



کرامات مولوی کمال دین صاحب



کرامات حضرت مولانا عبدالحق ماڑی مصطفےٰ (بھارت)

(۲۹)

کرامات حضرت مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی

(۳۰)

کرامات مولانا ابو البرکات احمد مدراسی

(۳۱)

کرامات حضرت مولانا محمد عثمان دلاوری

(۳۲)

کرامات مولانا محمد حسین شیخوپوری

(۳۳)

مجاہدین کی کرامات

اطلاع عام

اولیائے اہل حدیث یا مجاہدین کی اور کرامات اگر کسی دوست کو معلوم ہوں تو ہمیں صاف کاغذ کی ایک جانب خوشخط لکھ کر بھیج دیں۔ ہر کرامت سچی اور ثابت شدہ ہونا ضروری ہے۔ ہم انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں مرسل کا حوالہ دے کر کتاب ہذا میں شامل کر دیں گے۔

عرض ناشر

یہ "کرامات اہلحدیث" کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ کتاب ہذا حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف ہے جو آپ کے عنفوان شباب کی کاوش ہے۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ اس جھوٹے الزام کو دور کیا جائے جو جماعت اہلحدیث پر لگایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ان میں کوئی ولی نہیں ہے' نہ کوئی صاحب کرامت بزرگ ہے۔ کتاب ہذا میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے جماعت اہلحدیث میں کثیر اولیاء اللہ ہوئے ہیں۔ اور ان میں سے بہت سے صاحب کرامت بھی ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس کتاب میں ایسے بیسیوں اولیائے کرام کی بہت سی کرامات جمع کر دی گئی ہیں۔

کتاب "کرامات اہل حدیث میں حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی نے اولیاء کی ۴۳ کرامات جمع کی ہیں۔ آپ کے پوتے محترم مولانا محمد ادریس فاروقی حفظہ اللہ نے اس میں ۲۷ اولیاء کی مزید ۳۴ اور مولانا عبداللہ غزنوی کی ۲ اور کرامات جمع کر کے کتاب ہذا کو سرچند معلومات افزاء اور کار آمد بنا دیا ہے۔ یعنی اب اس کتاب میں ۴۲ اولیائے کرام کی ۷۹ کرامات جمع کر دی ہیں۔ جیسا کہ آپ خود مطالعہ فرمالیں گے۔ فَالْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذَالِكَ

محترم مولانا فاروقی مَتَّعَنَا اللّٰہُ بِطُولِ حَیَاتِہٖ نے آخر میں نئے عنوان "مجاہدین کی کرامات" کے تحت مجاہدین کی نمونتاً دس کرامات کا بڑی خوبصورتی سے ذکر کیا ہے جن کے مطالعہ سے لطف اور بڑھتا اور ایمان میں دگرگوں اضافہ ہوتا ہے۔

اسلامی کتاب خانہ سیالکوٹ کا کوئی کتب فروش مولوی پرانی "کرامات اہلحدیث" کی فوٹو کاپی پرنٹ کروا کر پتہ نہیں کیا مطلب حل کرنا چاہتا تھا۔ امید ہے آئندہ وہ یہ جرأت نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ اب اس بے چارے کا مطلب حل نہیں

ہو سکے گا۔

"کرامت" کے لفظی معنی عزت کے ہیں۔ کسی ولی اللہ کے لئے یہی عزت بہت کافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔ اور معلوم ہے صحیح دوست وہ ہوتا ہے جو دوست کی ہربات مانتا ہو اور اس کے ساتھ سب سے بڑھ کر محبت رکھتا ہو۔ ایسے ہی بلند بخت لوگوں کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ("یعنی اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے نہ وہ غم کھائیں گے")

دوسرے مقام پر فرمایا:

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

"اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے"۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا کہ اللہ کے محبوب و معزز فرشتے ان کے پاس آکر کہتے ہیں:

أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ

"تمہیں ہراساں اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں تم جنت کی بشارت سنو۔ وہ جنت جس کا تم سے وعدہ کیا گیا۔ ہم دنیا میں بھی تمہارے دوست ہیں اور آخرت بھی تمہارے ساتھی ہیں"۔

اندازہ فرمائیے کہ اولیائے کرام کا کتنا بلند مقام ہے؟

"کرامات اہلحدیث" میں یہی بتایا گیا ہے کہ اولیاء برحق ہیں۔ اور ان کا مقام بہت بلند ہوتا ہے۔ وہ ایمان و تقویٰ کی معراج پر فائز ہوتے ہیں۔ وہ اللہ کے اور اس

کے ملائکہ کے محبوب ہوتے ہیں۔ لیکن یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ وہ مشکل کشاء، حاجت روا، فریاد رس اور حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔ اور دور و نزدیک سے پکار سنتے ہیں۔ اور ہر آن اپنے مرید کے پاس ہوتے ہیں وَغَيْرُ ذَٰلِكَ مِنَ الْخُرَافَاتِ۔

ارباب توحید اور ایسے "دوستوں" میں ایک فرق تو یہ ہے کہ اہلحدیث ہر اس شخص کو ولی مانتے ہیں جو ایمان اور تقویٰ کی اعلیٰ معراج پر فائز ہو۔ اور جو اس معیار پر پورا نہ اترے وہ اسے ولی نہیں مانتے۔ مگر "دوست" اگر ناراض نہ ہوں تو ہم یہ کہنے کی جسارت کرتے ہیں کہ ان کے لئے "ایمان و تقویٰ" کی شرط کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی۔ وہ جسے چاہتے ہیں ولی بنا دیتے ہیں۔ اور پھر اپنے مزعومہ ولی کو بلا جھجک تقریباً کل الٰہی صفات تفویض کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم انہیں معبود جان کر نہیں پکارتے لہٰذا ہمارا اولیاء کو کسی بھی طرح کی مدد کے لیے پکارنا شرک کے ذیل میں نہیں آتا۔ اور انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ بزرگ زندہ ہو یا مردہ۔ بلکہ وہ "مردہ" کو زندہ ہی مانتے ہیں۔ اور زندہ سے زیادہ متصرف اور صاحب کرامات جانتے ہیں اور جو شخص اس بارے میں ان کی ہمنوائی اختیار نہ کرے وہ اسے جھٹ اولیاء کا گستاخ اور منکر کہہ دیتے ہیں۔

اہلحدیث کے نزدیک ولی کے لئے کرامت اعزاز ہے مگر شرط نہیں۔ شرط وہی ہے جو قرآن مجید نے بیان کی ہے یعنی ایمان اور تقویٰ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی ولی اللہ سے کرامت سرزد نہ ہو اور بے شک ساری زندگی سرزد نہ ہو تو اس کی ولایت میں کوئی فرق نہیں پڑتا' لیکن اگر وہ نعمت ایمان و تقویٰ سے محروم ہو تو وہ ولی نہیں ہو سکتا۔ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ سب جانتے ہیں ولی کا معنی ہے اللہ کا دوست۔ اور وہ بھلا اللہ کا دوست کب ہو سکتا ہے جو نہ ایمان رکھتا ہو نہ تقویٰ؟ ولی کی بابت ہمارا نظریہ یہ ہے کہ اللہ کا ولی خلاف شرع چلتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ بولتا نہ سنتا ہے۔ اس کا

عقیدہ و عمل قرآن و سنت کے مطابق ہوتا ہے' عین مطابق۔

اہلحدیث کے نزدیک "کرامات" کا عنوان خاص اہمیت اور دلچسپی نہیں رکھتا۔ کیونکہ ان کے نزدیک کرامت جب ولی کے لئے شرط ہی نہیں تو نظر بظاہر اس موضوع کی ضرورت ہی نہ رہی۔ نیز اہلحدیث کے مطابق خواہ کس قدر احتیاط برتی جائے کمزور عقیدہ آدمی کرامت سے بہک سکتا ہے۔ یا کرامت اس کے ضعیف استدلال کے لئے تھوڑی بہت قوت کا باعث بن سکتی ہے۔ بخلاف اس کے "دوستوں" کا زیادہ زور ہی کرامات پر ہے' ارباب بریلی ہی نہیں اصحاب دیوبند بھی اس لائن میں کافی آگے ہیں۔ ان دونوں کی بیان کردہ کرامات میں کوئی بہت زیادہ اور نمایاں فرق نہیں۔ وہ قریب قریب ایک جیسی ہی ہیں۔

یہ جان لینا چاہئے' دین کا اصل مرکز و محور قرآن و سنت ہے۔ جو کرامت قرآن و سنت کے خلاف ہو اسے اختیار کرنا یا اس سے استدلال کرنا ممنوع ہے۔ اور ان سے شرکیہ عقائد کا ثبوت لانا حرام ہے۔ یہ بہت محتاط وادی ہے' اس میں ممکنہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

اگرچہ دو چار احباب نے ہمیں "کرامات اہلحدیث" کی اشاعت سے رک جانے کا مشورہ دیا مگر ہم نے اسے محض اس نقطہ نظر سے شائع کیا ہے کہ ایک تو اولیائے اہلحدیث کا تعارف ہو جائے کیونکہ جب کسی کا صحیح تعارف ہو جاتا ہے تو اکثر نفرت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ دوسرے معترضین کی ایک گونہ تشفی ہو جائے اور وہ مطالعہ فرمالیں کہ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اہلحدیث جماعت میں بے شمار اولیاء موجود ہیں اور ان میں اچھے خاصے بزرگ اور صاحب کرامت لوگ ہو گزرے ہیں اور اللہ کے فضل و کرم سے اب بھی موجود ہیں۔ اور حقیقت میں ولی بھی وہی ہے جو صحیح معنی میں حامل قرآن و سنت ہو۔ اور شاید "کرامات اہلحدیث" کے مطالعہ کے بعد

اہلحدیث سے نفرت اور بغض میں کچھ کمی واقع ہو کر فضا بہتر ہو جائے۔ اس کتاب کی اشاعت کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ عوام و خواص میں اولیائے عظام اور بزرگان کرام سے محبت و عقیدت پیدا ہو۔ نہ صرف پیدا ہو بلکہ اس میں دگرگوں اضافہ ہو۔ کیونکہ فی زمانہ اس میں خاصی کمی آ رہی ہے۔

ہم محترم مولانا محمد ادریس فاروقی کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے اپنی عدیم الفرصتی کے باوجود اپنا قیمتی وقت نکال کر اور بھی بہت سے بزرگان اہلحدیث کی کرامات کتاب ہذا میں شامل فرما دی ہیں۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَآءِ۔ زیادہ نہ سہی یہ کتاب کم از کم تاریخی حیثیت سے تو ضرور پہچانی جائے گی۔ اور انشاء اللہ تاریخ و سیر کے باب میں خوشگوار اضافہ کا باعث ہو گی۔

نجم المجید سوہدروی

اسسٹنٹ ڈائریکٹر مسلم پبلی کیشنز لاہور / سوہدرہ

پیش گفتار

جس طرح آسمان کی تزئین ستاروں سے ہے اسی طرح زمین کی آرائش عظیم و باکمال لوگوں سے ہے۔ باکمال اور یگانۂ روزگار لوگوں میں اصحاب علم و فضل اور مقربین بارگاہ رب العزت کو ہمیشہ ایک خاص مقام و مرتبہ حاصل رہا ہے۔ اس کتاب میں ایسے ہی اخیار و ابرار ہستیوں کا مبارک ذکر ہے۔

"کرامات اہلحدیث" حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کی اولین تصانیف میں سے ہے جس سے ان کا مقصد اس مغالطے کو دور کرنا تھا کہ جماعت اہلحدیث میں کوئی ولی نہیں' نہ ان میں کوئی صاحب کرامت بزرگ ہوا ہے۔ موصوف نے کتاب ہذا میں پانچ اولیاء کرام رحمہم اللہ کی ۴۳ کرامات بطور نمونہ جمع فرما کر بتایا ہے[1] کہ بحمد للہ جماعت اہلحدیث میں نہ اولیاء کی کمی ہے اور نہ کرامات کی۔ بلکہ آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ اولیاء ہیں ہی جماعت اہلحدیث میں۔ اور جو اہلحدیث نہیں وہ ولی ہی نہیں۔ آپ کا یہ دعویٰ "کافی حد تک ہی ٹھیک" نہیں بالکل ٹھیک ہے۔ کیونکہ دراصل اہلحدیث کہتے ہی اس شخص کو ہیں جو قرآن و حدیث کا حامل و عامل ہو۔ اور قَالَ اللّٰهُ وَقَالَ الرَّسُوْلُ کے سوا کوئی بات نہ کرتا ہو۔ اس کا ایک ہی امام ہو اور وہ ہیں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور ایک ہی سلیبس ہو اور وہ ہے کتاب ہدیٰ۔ اہلحدیث قرآن اور صاحب قرآن کے بغیر ایک قدم چلنے کے لئے تیار نہیں۔

اب خود ہی بتایئے کہ کوئی شخص قرآن و حدیث سے کنارہ کش رہ کر بھلا کیونکر ولی اللہ بن سکتا ہے؟ کلیے کی بات سمجھ لیجئے جو شخص قرآن و حدیث کے جس قدر

(1) ہم نے اللہ کے فضل سے "کرامات اہل حدیث" کا حصہ دوم لکھ کر اس میں ۲۷ اولیائے عظام کی تقریبا ۱۳۰ کرامات جمع کر کے کتاب ہذا کو اور مفید اور معلومات افزاء کر دیا ہے۔ اللہ تعالی قبول فرمائے۔ آمین

زیادہ قریب ہو گا وہ اسی قدر اللہ اور اس کے رسول کے زیادہ قریب ہو گا۔ اور جو اس سے جس قدر دور ہو گا' وہ اللہ اور اس کے رسول سے اسی قدر دور ہو گا۔ چونکہ اس نکتہ حقیقت طراز کو سمجھنا ضروری تھا اس کو سمجھے بغیر بات آگے نہیں چل سکتی تھی' اس لیے اس پر ذرا وضاحت سے روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

دین میں حجت' دلیل اور برہان صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' سب ہستیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع کیا جائے گا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کے تابع نہیں کیا جائے گا۔ اور حقیقی شان رسالت ہے بھی یہی۔ اِذَا جَآءَ نَهْرُ اللّٰهِ بَطَلَ نَهْرُ مَعْقِلٍ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ہم میں موجود نہیں ہیں لیکن آپ کی تعلیمات ہم میں موجود ہیں۔ آپ کا اپنا ارشاد گرامی ہے: تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّتِي

اسی بات کو اقبال نے یوں ادا کیا ہے۔

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ برجاں مسلم داشتن

مطلب یہ ہے کہ دین کی اصل و بنیاد محض قرآن و حدیث ہے۔ جسے قرآن و حدیث مل گیا اسے علم و آگہی' ہدایت و معرفت' تہذیب و تمدن' عروج و ارتقاء' شائستگی و اخلاق سب کچھ مل گیا۔ پس ہر قول' قیاس اور کرامت کو قرآن و حدیث پر پرکھا جائے گا' لیکن قرآن و حدیث کو کسی پر نہیں پرکھا جائے گا۔ قرآن و حدیث نائب ہے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اس کا ادب اللہ اور رسول اللہ کا ادب ہے۔ اس کی توہین اللہ اور رسول اللہ کی توہین ہے۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رکھئے کہ قرآن مجید کا وہ مفہوم لیا جائے گا جو حدیث نے لیا۔ اور حدیث کا وہ مطلب صحیح سمجھا جائے گا جو خلفائے راشدین و

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سمجھا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس مفہوم کو ارجحیت و افضلیت حاصل ہو گی جو انہوں نے خلفائے راشدین یا اہل علم و فقہ صحابہ سے سمجھا۔ اگر ہم ان باتوں کی پابندی یا پرواہ نہ کریں گے تو اسلام کا حلیہ بگڑ جائے گا۔ جملہ صحابہ ' تابعین اور اتباع تابعین اور ائمہ دین رحمہم اللہ اور ائمہ حدیث و سنت اسی راہ پر چلے۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم بھی اسی راہ پر چلیں۔

"کرامات" غیر انبیاء محبوبین رب علا ہستیوں سے وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ ان کا انکار درست نہیں۔ قرآن و حدیث سے ان کا ثبوت ملتا ہے۔ البتہ خود تراشیدہ کرامات پیش کرنا غلط ہے اور اسے منبروں پر بیان کرنا یا کتابوں میں بھر دینا اور بھی غلط ہے۔ اس سے بجائے فائدے کے نقصان ہوتا ہے بہت بڑا نقصان۔ لوگوں کے عقائد بگڑتے اور نبوی مشن کو دھچکا لگتا ہے۔ بھلا ان جعلی کرامات سے قرآن و حدیث کے پیش کردہ اٹل عقائد کیسے بدل سکتے ہیں؟ کبھی نہیں ' ہرگز نہیں۔ ارباب تقلید و جمود ہمارے بھائی ہیں مگر ہمیں ان سے یہ گلہ ہے کہ وہ قرآن و حدیث کے خلاف کرامات بیان کرنے کی جسارت کر جاتے ہیں۔ ہم برملا کہتے ہیں کہ ہم ہر اس قول کو تسلیم نہیں کرتے جو نصوص قرآن و سنت کے خلاف ہو ' اسی طرح ہم ہر اس کرامت کو نہیں مانتے جو قرآن و حدیث سے متصادم ہو۔ کتنا صاف ' سچا اور سیدھا ہے یہ مسلک۔ کیا ہے کوئی دوسرا مسلک ' جو ڈنکے کی چوٹ یہ اعلان کرے جو ہم کرتے ہیں؟! ابھی تک تو ہم نے اہلحدیث کے علاوہ اور کوئی ایسا مسلک نہیں دیکھا جو ایسے اعلان کی جرأت رکھتا ہو۔ اللہ کرے سب کی یہی آواز ہو جائے۔ پھر جھگڑا اور اختلاف ہی ختم ہو جائے اور سب ایک ہو جائیں۔

یہ ڈیڑھ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد ' یہ الگ الگ مدارس ' یہ جدا جدا مذاہب ' اسلام کی قوت و شوکت کے لئے خطرناک ہیں از حد خطرناک۔ ہم پوری دنیائے اسلام کی

خدمت میں باادب عرض کرتے ہیں کہ للہ اپنے اپنے مذاہب و مسالک کی آبیاری نہ کریں بلکہ مسلک قرآن و سنت کی آبیاری کریں۔ اسی میں عزت و عظمت ہے اور اسی میں قوت و شوکت ہے۔

کتاب ہذا کا موضوع کرامت ہے۔ کرامت بزرگی اور عظمت کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اپنے کسی محبوب بندے کی بزرگی اور عزت آشکارا کرنے کے لئے اسے کرامت کا مظہر بنا دیتا ہے۔ لیکن اس کے لئے چند باتیں جان لینی چاہئیں۔ آدمی ان سے درخور اعتناء کر کے گرداب فکر میں پھنس جاتا ہے اور بسا اوقات فکر صحیح سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے ' وہ باتیں یہ ہیں:

(۱) کرامت ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی اللہ کے اختیار میں ہوتی ہے۔

(۲) کبھی ولی کو کرامت کی خبر بھی نہیں ہوتی کہ مجھ سے صادر ہو رہی ہے۔ مگر دوسروں کو اس کی خبر ہوتی ہے۔

(۳) کرامت (جو خرق عادت ہوتی ہے) عموماً آنی اور وقتی ہوتی ہے دائمی نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس سے کوئی دلیل پکڑنا درست نہیں۔

(۴) کرامت ولی کے لئے شرط نہیں۔ ولی کے لئے ایمان اور تقویٰ شرط ہے۔

(۵) ولی اپنی کرامت کا پرچار نہیں کرتا۔ نہ پرچار کو پسند کرتا ہے۔ صحیح ولی سراپائے عجز و نیاز اور پروپیگنڈے سے گریزپا ہوتا ہے۔ اگر اس کے برعکس ہو تو سمجھ لیجئے دال میں کالا کالا ضرور ہے۔

(۶) کرامت کا تعلق عموماً ولی کی زندگی کے ساتھ ہوتا ہے وفات کے بعد نہیں ہوتا۔ ہاں ' اس کے کارنامے ضرور بعد میں رہتے ہیں۔

(۷) "ولایت" کا کوئی سرٹیفکیٹ نہیں ہوتا جو کہیں سے جاری ہوتا ہو۔ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کون ولی ہے

اور کتنا بڑا ولی ہے۔ جن لوگوں نے اپنے پاس سے ولیوں کی NUMBERING اور DEFINATION کر رکھی ہے وہ درست نہیں، شریعت میں اس پر کوئی دلیل نہیں۔

(۸) جس طرح جھوٹی حدیث، جھوٹا قول اور جھوٹا خواب بیان کرنا گناہ ہے ٹھیک اس طرح جھوٹی کرامت بیان کرنا بھی گناہ ہے۔

(۹) کرامت اور استدراج میں فرق کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ ورنہ گمراہی کا شدید خطرہ ہے۔ کیونکہ "استدراج" اولیاء الشیطان سے سرزد ہوتا ہے۔ جبکہ کرامت اولیاء الرحمٰن سے ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اور استدراج کو کرامت سمجھنے کا صاف مطلب یہ ہوا کہ شیطان کے دوستوں کو رحمٰن کا دوست سمجھ لیا گیا ہے۔ جبکہ شیطان کو ولی سمجھنا سراسر گمراہی ہے۔

(۱۰) ولی کے لئے عمر، خاندان، نسب اور خطہ کی کوئی قید نہیں، کسی عمر اور کسی خاندان اور علاقے میں بھی ولی اللہ ہو سکتا ہے۔ (تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ)

ہمارے ہاں جہالت کا عالم یہ ہے نہ ولی کی تعریف کی خبر، نہ اس کی شرائط کا علم، نہ استدراج سے آگاہی، نہ کرامت کے آداب سے واقفیت، نہ تفصیلات کا پتہ، نہ القاء، الہام، کشف، وحی اور ان کی اقسام کی اطلاع۔ جس کو چاہتے ہیں ولی بنا دیتے ہیں۔ جس کی چاہتے ہیں کرامات گھڑ لیتے ہیں۔ اور پھر ان کرامات سے جو جی چاہتا ہے استدلال کر لیتے ہیں۔ قرآن، حدیث اور مسلک اہلسنّت کو گلدستہ طاق نسیاں بنا دیتے ہیں۔ اور بے مقصد کتابیں لکھ لکھ کر سینکڑوں صفحات سیاہ کر دیتے ہیں۔ نہ اللہ کا ڈر نہ آخرت کی پرواہ، بس لکیر پیٹتے جا رہے ہیں۔ اور اپنے اپنے خود ساختہ مذاہب کی آبیاری کر رہے ہیں۔ اس طرح خود بھی گمراہی کے غار میں جا رہے ہیں اور دوسروں کو بھی تو قعر مذلت میں گرا رہے ہیں۔ بمطابق حدیث ضَلُّوا فَاَضَلُّوا کا

مصداق بن رہے ہیں۔۔۔۔ اللہ ہمارے ارباب علم و فضل کو بصیرت عطا فرمائے کہ جس سے وہ کام لے کر عوام کالانعام کو صحیح سمت لے جائیں۔

افسوس! آج ہمارا دین...... کون سا دین؟ رواجی دین جو جلسوں، جلوسوں، جھنڈیوں اور چہلموں کی رسومات میں مرکوز ہو کر رہ گیا ہے۔ کون سا دین؟ وہ دین جو کبھی آدھی دنیا پر چھایا ہوا تھا۔ وہ دین جو بادل کی گرج، رعد کی کڑک، بجلی کی چمک، آندھی کا جلال، چاندنی کا جمال، شبنم کی ٹھنڈک، چمن کی طراوت، خلق نبوی کی شیرینی لے کر آیا تھا، آج وہ.... گھروں میں نظر آتا ہے نہ بازاروں میں، منڈیوں میں دکھائی دیتا ہے نہ درباروں میں۔ آستانوں میں نظر آتا ہے نہ مدارس میں۔ بلکہ مساجد میں بھی کم ہی نظر آتا ہے الا ماشاء اللہ۔ کیا کہیں، دل شق ہوتا ہے۔ کلیجہ منہ کو آتا ہے، وہ عظیم دین، وہ رفیع دین، وہ پرشکوہ دین، وہ رب کا دین، وہ سب کا دین، وہ کامل دین، وہ اکمل دین، وہ منفرد دین، وہ شان جامعیت و اکملیت کا حامل دین، جس کی رعد آسا کوند سے دبستان قیصر و کسریٰ لرزنے لگ جاتے تھے..... آج غریب الدیار اور اجنبی کی طرح، نحیف و نزار، تکان سے چور، لڑکھڑاتا کبھی ادھر آ رہا ہے کبھی ادھر جا رہا ہے، لیکن اس سے عقیدت و محبت تو رہی درکنار کوئی اسے اپنے گھر کے باہر بچھے ہوئے بنچ پر بٹھانے کے لئے بھی تیار نہیں۔۔۔ جو حال مسلم بن عقیل کا دیار کوفہ میں ہوا، آج وہی حال اسلام کا دیار اسلام میں ہو رہا ہے۔ فَلْيَبْكِ مَنْ كَانَ بَاكِيًا۔

اسلام نے پہلے عقائد کی بنا رکھی، پھر اس پر اعمال کی عمارت استوار کی۔ امام کائنات صلوات اللہ علیہ نے تیرہ (۱۳) برس تک عقیدے کو پختہ کیا، جیسے عمارت کی بنیاد کو روڑی سیمنٹ ڈال کر کوٹا جاتا ہے، پھر سریے کا جال بچھا کر اوپر مسالے اور بجری کا آمیزہ ڈالا جاتا ہے۔ جتنی بڑی عمارت بنانا مقصود ہو اسی قدر مضبوط بنیاد بنانا پڑتی ہے۔ چونکہ یہ دین قیامت تک کے لئے تھا اور سب کے لئے تھا، اس لئے اس

کے عقیدے کی بنیادیں بھی اسی قدر مضبوط' پائیدار اور طاقتور بنانا چاہئے تھیں چنانچہ اسی طرح مضبوط اور پختہ بنائیں۔

بے شک کرامات کتاب وسنت سے ثابت ہیں اور جو کرامات قرآن وحدیث میں وارد ہیں ان کا انکار جائز نہیں۔ ان کا انکار اسی طرح ہے جس طرح قرآن کا انکار ہے۔ لیکن وضعی اور خود ساختہ کرامات کی نشرواشاعت اور پرچار کرنا بھی ناجائز و حرام ہے۔ کرامت گھڑنا بھی برا ہے۔ مگر اس کو کتابوں میں لانا اور پبلک میں مشہور کرنا اور بھی برا ہے۔ امید ہے علمائے ذی وقار ادھر خصوصی توجہ فرمائیں گے۔ آج کل ان کرامات کے ذریعے نصوص قرآن وسنت کی انجانے میں تردید و تغلیط ہو رہی ہے جو حد درجہ گھناؤنا جرم ہے۔

سچی کرامات کی تعداد کوئی حد سے زیادہ نہیں' اور جو اللہ کے دوست ہوتے ہیں وہ ان کرامات کی تشہیر قطعاً ناپسند جانتے ہیں۔ بلکہ جس کسی نے ان کی کرامت دیکھی ہو تو اسے منع کرتے ہیں کہ ہرگز کسی سے بیان نہ کیا جائے .... اس کے ساتھ یہ بات نہ بھولنی چاہئے کہ کرامات کا ماننا کوئی اسلام کا حکم نہیں' نہ یہ ایمانیات میں داخل ہے۔ بالفرض اگر کوئی شخص ماسوائے قرآن وحدیث میں وارد شدہ کرامات کے اور کرامت کو نہیں مانتا اور چاہے وہ سچی کرامات ہی ہوں ان کا انکار کر دیتا ہے تو وہ کافر نہیں ہو جاتا' نہ اس کے ایمان میں کوئی فرق پڑتا ہے۔ وہ بفضلہ تعالیٰ مسلمان کا مسلمان ہی رہتا ہے۔ قرآن وحدیث کی شرط ہم نے اس لئے عائد کی ہے کہ قرآن و حدیث کی بیان کردہ کرامات کے انکار سے دراصل قرآن وحدیث کا انکار لازم آتا ہے جو مفضی الی الکفر (کفر میں لے جانے والا) ہی نہیں بلکہ صریح کفر ہے۔

اب غور کیجئے' سچی کرامات کی آڑ میں جھوٹی کرامات بیان کرنا ایک جرم ہے۔ جھوٹی کرامات کو کتابوں میں جمع کرنا اور پھر منبروں اور اسٹیجوں پر بیان کرنا دوسرا جرم

ہے۔ اور پھر ان جھوٹی کرامات سے شرکیہ عقائد ثابت کرنا تیسرا جرم ہے۔

اب یہ تین فردہائے جرم عائد ہو گئیں' یہ اللہ تعالیٰ کو کس قدر غضبناک کرنے والی باتیں ہیں' آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ اور یہ کس قدر ڈھٹائی ہے کہ اس مسلک کا نام 'مسلک اہلسنت' رکھا ہوا ہے۔ اور ذرا نہیں سوچتے کہ یہ قرآن وحدیث کے سراسر مخالف مسلک' آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مسلک کیسے ہو سکتا ہے؟ ہم یہ باتیں کوئی دل جلانے کے لئے یا خوشی سے نہیں کر رہے بلکہ بڑے دکھ اور تکلیف سے کر رہے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہم سب مسلمانوں کو صحیح معنی میں اہلسنت بننے کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بات کوئی پیچیدہ نہیں بحمد للہ بآسانی سمجھ میں آ سکتی ہے۔ اور وہ یہ ہے اولیاء اللہ سے مراد اللہ کے دوست ہیں۔ اور ان کی دو علامات ہیں' اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (یونس: ۶۳) پہلی علامت ایمان ہے' دوسری تقویٰ ..... ایمان میں پہلا نمبر اللہ اور رسول پر ایمان لانا ہے۔ اور تقویٰ پرہیزگاری کو کہتے ہیں۔ پرہیزگاری میں پہلا پرہیز شرک سے بچنا ہے۔ جو آدمی دنیا جہان کے گناہوں سے بچتا ہے مگر شرک (جسے اللہ اور رسول ﷺ نے سب سے بڑا جرم قرار دیا) سے نہیں پرہیز کرتا وہ کیونکہ پرہیزگار کہلا سکتا ہے؟ ایسے شخص کو متقی کہنا اور ولی اللہ مشہور کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ ایسے شخص کو متقی کہنا اور ولی اللہ مشہور کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بغاوت کے مترادف ہے۔

اب للہ! خود ہی انصاف سے فرمایئے کہ جس شخص کا عقیدہ توحید و رسالت ہی متزلزل ہو' اور وہ شرک کی دلدل میں گھٹنے گھٹنے تک نہیں' گلے گلے تک پھنسا ہوا ہو' بھلا وہ ولی اللہ کیسے ہو سکتا ہو؟ قطعاً نہیں' بالکل نہیں اور جو ولی اللہ ہی نہیں' اس سے کرامت کا کیا سروکار؟ اگر ایسے شخص سے پھر بھی کوئی خرق عادت اور

عجیب و غریب بات دیکھیں تو وہ کس طرح کرامت کہلا سکتی ہے؟ وہ شعبدہ ہو گا یا جادو ہو گا یا کسی جناتی عمل کا نتیجہ ہو گا۔ کرامت نہیں ہو گی۔ اور یہ بات ہم نہیں کہتے سب جید علماء کہتے ہیں کہ جس کا عمل توحید و سنت کے منافی ہو وہ اس کی کرامت نہ ہو گی بلکہ استدراج ہو گا۔

دنیا میں ہر چیز کی اصل بھی ہے نقل بھی۔ جیسے شہد' شربت' عرق' جوہر' دودھ' گھی وغیرہ۔ اسی طرح اولیاء میں بھی یہ دونوں اقسام پائی جاتی ہیں ایک اصلی اولیاء' دوسرے نقلی اولیاء.... اصلی اولیاء کو اولیاء الرحمن کہتے اور نقلی اولیاء کو اولیاء الشیطان کہتے ہیں۔ ان دونوں میں فرق کرنا ضروری ہے بہت ضروری۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

حق و باطل میں تو رکھ پہچان اے اہل تمیز!
سنکھیا مصری کے دھوکہ میں نہ کھانا چاہئے

سنکھیا اور مصری میں صورۃً مماثلت ہے لیکن ماہیت و خاصیت کے اعتبار سے مغایرت ہے۔ سنکھیا مہلک جان ہے جبکہ مصری مفرح جان۔ یہاں سے اولیاء کی مثال سمجھئے۔ "اولیاء الشیطان" مہلک ایمان ہیں اور اولیاء الرحمن مفرح ایمان۔ یعنی جھوٹے اولیاء کے پاس بیٹھنے سے ایمان غارت ہوتا ہے جب کہ سچے اولیاء کی بابرکت مجلس نشینی سے ایمان کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ سچے اولیاء تکلف، تصنع اور پردہ دری سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے۔ ان کے ایک ایک عمل سے سنت کی خوشبو آتی ہے۔ وہ اللہ اور اس کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان میں حد درجہ عجز و انکسار اور فروتنی ہوتی ہے۔ وہ شریعت کے نہایت پابند' نبوی مشن کے دلدادہ' قرآن و سنت پر فریفتہ' غایت درجہ عابد و زاہد' حب جاہ اور حب دنیا سے یکسر لاتعلق۔ حقوق اللہ کے

علاوہ حقوق العباد کی ادائیگی میں پیش پیش' اکل حلال اور صدق مقال میں یکتائے زمانہ' خدمت خلق کے جذبہ صادقہ سے سرشار' توحید و سنت کے علمبردار' شرم و حیاء کے نقیب' اکتساب علوم نبوی کے لیے بیتاب' مکہ و مدینہ منورہ کے والہ و شیدا' مریدان باوصفا کی اصلاح میں منہمک' انکے ذاتی اور گھریلو احوال و کوائف میں اسوہ رسول کا رنگ' ان کی اولاد انکی ہم رنگ' ان کا انگ انگ اَلَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ اور وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ کی عملی تفسیر.... تقویٰ ان کا اوڑھنا' اخلاص ان کا بچھونا.... مختصر یہ کہ ان کی پوری زندگی قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہے۔ ایسے بزرگان باصفا ہماری آنکھوں کا تارا اور ہمارے سر کا تاج ہمارے سیل مہر و محبت کا مرکز اور آماجگاہ ہیں۔ اور یہ ضروری نہیں کہ یہ باعظمت و بابرکت لوگ الگ تھلگ رہیں اور صاف پہچانے جائیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ عام لوگوں میں ہی ہوں۔ عام کاروبار زندگی میں مصروف پائے جائیں۔ اور کٹے پھٹے یا اعلیٰ عمدہ لباس میں ہوں ایسے لوگ اگر کہیں پائے جائیں تو ان کی ضرور مجلس کریں۔ ان سے بہر صورت رابطہ رکھیں۔ ان کی جس قدر عزت کریں کم ہے۔ انکی جس قدر خدمت بجالائیں تھوڑی ہے۔ ان سے مشورے لیں۔ ان کی رہنمائی میں چلیں۔ یہ اللہ کے صحیح محبوب ہیں۔ یہ نہایت عزت و احترام کے قابل لوگ ہیں۔

ہم سب بزرگان دین و ملت کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں' اور دعاگو ہیں اللہ سب کو اپنے قرب سے لذت آشنا فرمائے' مگر اتنا ضرور عرض کریں گے' کہ کسی کی کرامت کو دیکھنے یا سننے سے پہلے خود اس کی جانچ پرکھ کرلیں کہ آیا وہ ولی ہے بھی یا نہیں؟ گویا کرامت کے صدق و کذب کا انحصار ولایت کے صدق و کذب پر ہے۔ اگر ولایت سچی ہے تو کرامت بھی سچی ہے۔ اور اگر ولایت جھوٹی ہے تو کرامت بھی جھوٹی ہے۔

جیسے ہر چیز میں درجہ بندی ہوتی ہے۔ مثلاً بہ' بہتر' بہترین۔ اسے اصطلاح میں تفضیل کہتے ہیں۔ تفضیل نفسی' تفضیل بعض اور تفضیل کل۔ اسی طرح ایمان و تقویٰ کے بھی مدارج ہیں' بلند درجہ' بلند تر درجہ' بلند ترین درجہ۔ اولیاء اللہ کے تینوں مدارج ہیں۔ مگر جو پہلے درجے پر فائز ہو گا وہ بھی ذی مرتبہ ولی ہو گا۔ اور جو اس سے اوپر کے درجے پر ہو گا وہ رتبہ میں اس سے بھی بلند ہو گا۔ اس سے اونچے درجے والا اس سے اونچے درجے پر ہو گا۔

لیکن یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اولیاء کا ایمان و تقویٰ بے شک دیکھیں' لیکن اس کی ماپ تول شروع نہ کر دیں۔ کیونکہ اولیاء اللہ کے حدود اربعہ کا جانچنا' ماپنا یا تولنا یہ ہمارا کام ہے نہ منصب۔ یہ اللہ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون کس معیار ایمان و تقویٰ کا حامل بزرگ ہے۔ پہلے درجہ کا ہے یا دوسرے درجہ کا یا تیسرے درجہ کا۔ کرامت بزرگی کو کہتے ہیں اور بزرگی کا انحصار عقیدہ' اخلاص اور عمل پر ہے۔ عقیدہ و اخلاص اندر کی کیفیات ہیں۔ جو ہم صحیح طور پر نہیں جان سکتے نہ یہ جاننا ہماری ذمہ داری ہے۔ رہا عمل' یہ اگرچہ خارجی کیفیت کا نام ہے لیکن اس کا انحصار بھی اخلاص اور عقیدہ پر ہے۔ اور یہ دونوں اندرونی کیفیات ہیں۔ اور جیسا کہ ہم نے کہا ہے کہ کسی کی اندرونی کیفیات کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ ہاں' یہ باتیں اگر اللہ تعالیٰ کسی کو بتادے تو یہ اور بات ہے۔ لیکن اس طرح عام اور اکثر نہیں ہوتا' بہت قلیل ہوتا ہے۔ اور قاعدہ ہے اَلْقَلِیْلُ کَالْمَعْدُوْمِ یعنی کسی چیز کا قلیل مقدار میں ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔

ان تمام باتوں کا ماحصل یہ ہے کہ صحیح ولی کی پہچاننا اور کرامت کی شناخت کرنا اتنا آسان کام نہیں کہ جس قدر سمجھا جاتا ہے۔ اگر آدمی یہاں پھسل گیا تو سمجھ لیجئے کہ دور جا گرا۔ ہمارے ہاں عام طور پر ننگ دھڑنگ' نماز روزہ سے دور' قرآن و

سنت سے نفور لوگوں کو ولی سمجھ لیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان میں اور ولایت میں مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کو دیکھ کر کسی نے کہا ہے"

کار شیطاں مے کند نامش ولی
گر ولی ایں است لعنت بر ولی

جب ہم شرابیوں کبابیوں اور اس قماش کے لوگوں کی ولایت و تکریم سے انکار کرتے ہیں یا ان کے استدراجات کو کرامت نہیں کہتے' یا انہیں خدائی اوصاف سے متصف نہیں مانتے تو بعض لوگ غصے میں آ کر ہمیں ولیوں کا گستاخ اور بے ادب کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ ناروا جملہ ہے۔ سن لیجئے۔ ہمیں سب کچھ منظور ہیں مگر ہم کسی صورت ایسے لوگوں کی ہم نوائی اختیار نہیں کر سکتے۔ اور بے دین لوگوں کو ولی نہیں کہہ سکتے ہیں۔

جن لوگوں نے لاعلمی و جہالت کی وجہ سے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ اہلحدیثوں میں نہ کوئی ولی ہے نہ صاحب کرامت۔ وہ براہ کرم ضد کا چشمہ اتار کر دیکھیں اور کتاب ہذا کا کھلے دل سے بغور مطالعہ کریں اور پھر خود ہی فیصلہ کریں کہ ان بیچاروں کے قول میں کہاں تک صداقت ہے؟

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کتاب ہذا کے مصنف' پبلشر اور ادارہ مسلم پبلی کیشنز لاہور / سوہدرہ کے معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس کتاب کو شائع کر کے بہت سے اعتراضات کا نہ صرف اندفاع کیا ہے۔ بلکہ مسلک توحید و سنت کا پرچم بلند کرنے کی بڑی شاندار کوشش کی ہے۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاء

مخلص

محمد ادریس فاروقی' سوہدرہ' ضلع گوجرانوالہ

(۳) حضرت مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ

(م ۴/ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ/ ۶ نومبر ۱۹۵۹ء)

مولانا عبدالمجید خادم رحمۃ اللہ علیہ جنوری ۱۹۰۱ء/ ۱۳۸۱ھ میں سوہدرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی (م ۱۳۳۰ھ) کے بیٹے مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی (م ۱۳۴۸ھ) کے پوتے اور استاذ الاساتذہ شیخ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب محدث وزیرآبادی (م ۱۳۳۴ھ) کے نواسے تھے۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ نجیب الطرفین تھے۔ ۱۰ سال کے تھے کہ آپ کے والد مولانا عبدالحمید کا انتقال ہوگیا۔ اس لئے آپ کی پرورش آپ کے دادا مولانا غلام نبی الربانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ اور ابتدائی تعلیم بھی آپ نے انہیں سے حاصل کی۔ اس کے بعد مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ) کے مدرسے سے مروجہ علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی۔

تبلیغ ودعوت

مولانا عبدالمجید ۲۰/ ۱۸ سال کی عمر میں مروجہ درسیات سے فارغ ہوئے اور واپس سوہدرہ آکر توحید وسنت کی اشاعت میں مشغول ہوگئے۔ اس سلسلہ میں آپ کو زیادہ زحمت نہ کرنا پڑی۔ اس لئے کہ آپ کے دادا محترم حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے قبل توحید وسنت کی زمین کو بہت زرخیز کر دیا تھا اور اس کی آبیاری میں آپ کو زیادہ محنت نہ کرنا پڑی۔

رسالہ مسلمان

تبلیغ کا ایک ذریعہ اخبار بھی ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار کو ذریعہ تبلیغ بنایا اور ۱۹۲۱ء میں آپ نے ''مسلمان'' کے نام سے ایک ماہنامہ جاری کیا اور اس کے ساتھ ہی تبلیغی ودینی کتابوں کی اشاعت کے لئے ''مسلمان کمپنی'' کے نام سے ایک

اشاعتی ادارہ قائم کیا جس کے تحت بیسیوں کتابیں شائع کیں۔ ماہنامہ ''مسلمان'' ۱۹۳۸ء تک ماہانہ رہا۔ اس کے بعد اس کو ہفت روزہ کر دیا گیا۔

جریدہ اہلحدیث

جماعت اہل حدیث کا مقبول ترین اخبار شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۷ھ) کا اخبار اہل حدیث امرتسر تھا۔ جو نومبر ۱۹۰۳ء میں جاری ہوا اور اگست ۱۹۴۷ء تک برابر ۴۴ سال بڑی کامیابی سے جاری رہا۔ تقسیم ملک کے وقت یہ اخبار بند ہوگیا۔ حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تجدید سوہدرہ سے کی۔ اور ۳۰/ شعبان المعظم ۱۳۶۸ھ/ یکم جون ۱۹۴۹ء کو ''جریدہ اہل حدیث'' جاری کیا۔ جو ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۵۹ء تک آپ کی ادارت میں شائع ہوتا رہا اور پھر آپ کے قریباً ایک سال بعد تک آپ کے بڑے صاحبزادہ مولانا حافظ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ادارت میں حسب سابق دعوت وتبلیغ میں مصروف رہا۔[1] اور ''مسلمان'' دوبارہ ہفت روزہ سے ماہنامہ ہو گیا۔ جس کا آخری شمارہ اکتوبر ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا۔

سیاسی دلچسپی

مولانا عبدالمجید مرحوم ایک بلند نظر عالم شعلہ نوا خطیب اور مانے ہوئے منتظم تھے۔ اعلی پایہ کے ادیب اور صحافی تھے۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ آپ کا شمار برصغیر کے مقبول ترین خطباء اور اہل قلم میں ہوتا تھا تو بے جا نہ ہوگا۔ مسائل کی تحقیق میں گہری نظر تھی۔ سیاسیات سے بھی اچھی دلچسپی رکھتے تھے ملکی اور عالمی خبروں پر آپ کی پوری نظر ہوتی تھی۔ آپ باقاعدگی سے متعدد اخبارات کا مطالعہ کرتے تھے۔ اہم خبروں پر سرخ نشان لگا لیتے

(۱) حضرت مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد آپ کے صاحبزادہ مولانا حافظ محمد یوسف علیہ الرحمۃ نے جریدہ اہل حدیث ۱۵ روزہ جاری کیا۔ جو ۲۵/ جمادی الاول ۱۳۸۰ھ/ ۱۵ نومبر ۱۹۶۰ء کو جاری ہوا اور ۹ ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ/ یکم اپریل ۱۹۶۳ء تک نہایت عمدگی سے اسلام کی اشاعت وترویج میں مصروف

تھے۔ اس وقت دو بڑی جماعتیں تھیں۔ ایک مسلم لیگ دوسری کانگرس۔ آپ شروع میں کانگریس سے وابستہ رہے بعد میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ اور تحریک پاکستان کے سلسلہ میں بھی آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

۳۸ سال تک صحافتی دنیا سے تعلق رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی سلسلہ جاری رہا۔ مولانا مرحوم ایک اعلیٰ پایہ کے طبیب بھی تھے اور طب کو ہی ذریعہ معاش بنایا۔

طبی کارخانہ

طبی دواخانہ قائم کیا جس کا نام ''طبی کارخانہ'' رکھا۔ حتیٰ کہ یہ ادارہ پاک و ہند میں مشہور ہو گیا اور طب کی اشاعت کے لئے ۳۰ کے قریب طبی کتابیں لکھیں۔ اور ایک ماہنامہ ''طبی میگزین'' کے نام سے نکالتے رہے۔ جو بڑا جامع میگزین تھا۔

وفات

حضرت مولانا عبدالمجید مرحوم اگست ۱۹۵۸ء میں ذیابیطس کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ علاج معالجہ ہوتا رہا مگر افاقہ نہ ہوا۔ علاج کے سلسلہ میں لاہور میں مقیم تھے۔ جہاں آپ نے ۶/نومبر ۱۹۵۹ء ۴/جمادی الاول ۱۳۷۹ھ کو انتقال کیا۔ آپ کی نعش سوہدرہ لائی گئی۔ آپ کے گرامی قدر صاحبزادہ مولانا حافظ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو آپ کے جد امجد حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

قومی وملی خدمات

حضرت مولانا عبدالمجید خادم سوہدری رحمۃ اللہ علیہ کی قومی وملی خدمات بھی قابل قدر ہیں۔ شروع میں کانگرس سے وابستہ رہے مگر جب کانگرس نے اپنی ہندو نواز پالیسی پر زیادہ زور دینا اور مسلمانوں کو درپردہ نقصان پہنچانا شروع کر دیا تو بہت سے مسلمان زعمائے کرام نے کانگرس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ آپ نے بھی مسلم

لیگ میں شمولیت اختیار فرمالی۔ مسلم لیگ میں شامل ہونے کے بعد آپ نے تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اور تحریک پاکستان کے حق میں اخبار مسلمان میں بیشتر مضامین لکھے۔ اور قریہ قریہ جا کر عوام کو تحریک پاکستان سے روشناس کرایا اور انقلاب آفریں تقاریر کے ذریعے ان میں اک روح پھونک دی۔

ذاتی حالات

سراپا

مولانا عبدالمجید سوہدروی کا قد میانہ و مناسب' جسم دوہرا' رنگ کھلتا ہوا گندمی مائل بہ سپیدی' ناک ستواں' آنکھیں بڑی' مجموعی حیثیت سے سراپا بڑا دلکش تھا۔ بدن بہت گندھا ہوا اور مضبوط اور اعصاب طاقتور تھے۔ ساری عمر علمی مشاغل اور دماغی کاموں میں گزری تھی طبیعت میں استقلال اور عزم تھا۔ جسمانی مشقت خوب کرتے تھے۔ خوبرو' فرخندہ رو' صحت مند اور بڑے چاق و چوبند تھے۔ گلی بازار میں آرام سے چلتے۔ مگر جب اپنی زمین میں جاتے تو بہت تیز چلتے۔

لباس

لباس سادہ مگر صاف ستھرا زیب تن کرتے تھے۔ شلوار قمیض' شیروانی اور ترکی ٹوپی پہنتے تھے۔ پگڑی کا استعمال بھی کرتے تھے اور موسم گرما میں تہمد بھی استعمال کر لیتے تھے۔ جب آپ باہر تشریف لے جاتے تو اچھے لباس میں ہوتے۔ جس میں آپ بہت جچتے تھے۔

کھانا

کھانے کا اچھا ذوق تھا۔ البتہ کوئی خاص اہتمام نہ تھا۔ جیسا مل جاتا کھا لیتے۔ لیکن آپ کے گھر میں کھانا معیاری اور بہت خوش ذائقہ پکتا تھا۔ موسمی پھلوں کے خصوصاً آم کے بہت شوقین تھے۔ خوش خوراک تھے۔ اور خوراک خوب سیر ہو کر کھاتے تھے۔

سادگی اور نفاست

آپ طبعاً سادہ اور تکلفات سے مبرا تھے۔ آپ کو صاف ستھری زندگی پسند تھی۔ تکلفات ان کے ذوق کے خلاف تھے۔ اس لئے بقدر ضرورت لیکن بہت صاف ستھرا اچھا اور معیاری سامان رکھتے تھے۔

فضائل و اخلاق

فضائل و اخلاق کا پیکر تھے۔ حلم و عفو متانت و سنجیدگی تواضع و انکساری ان کے صحیفۂ اخلاق کے جلی عنوانات تھے۔ طبعاً بڑے نرم خو اور متحمل مزاج تھے۔ البتہ ناجائز اور ناگوار بات سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ اور غصہ آتا تو چہرے کے تغیر تک محدود رہتا۔ اور اگر ضرورت پڑتی تو ڈانٹ بھی پلا دیتے۔ اور منہ پر بات کر دیتے تھے۔ غیبت' چغلی قطعاً ناپسند تھی۔ اگر کسی سے سیاسی یا علمی اختلاف ہوتا تو زبان سے اظہار نرم الفاظ میں کرتے' سختی اور درشتی ان کے مزاج کے خلاف تھی۔ بڑے مدبر' نباض' عالی ظرف' عالی دماغ' اور خوش خصال تھے۔ لوگ انہیں اوصاف و کمالات کی وجہ سے آپ کا نہایت احترام کرتے تھے۔

متانت و کم سخنی

حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کام کے دھنی تھے۔ گفتگو مطلب کی کرتے تھے۔ ان کی مجلس بڑی دلچسپ ہوتی تھی کہ ہر ذہن کا آدمی اس سے لطف اٹھاتا تھا اور ان کی مجلس سے اٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔

اعتماد و حسن ظن

باہمی محبت' حسن ظن اور اعتماد ان کا اصول زندگی تھا۔ ان کا قول تھا کہ میں ہر شخص کو اچھا سمجھتا ہوں جب تک وہ اپنے آپ کو برا ثابت نہ کرے۔ محبت' اعتماد اور احترام میرا دستور العمل ہے۔ چنانچہ جب سے میں نے یہ اصول اپنایا اس وقت سے مجھے زندگی کے ہر موڑ میں کامیابی ہوئی ہے۔ آپ ساتھیوں کو بھی باہمی احترام و محبت اور حسن ظنی کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔

ذوق مطالعہ

آپ کو شروع ہی سے کتب بینی اور مطالعہ کا شوق تھا۔ آپ سفر میں بھی مطالعہ میں مصروف رہتے اور مطالعہ کے لئے جو پروگرام بنایا ہوا ہوتا کبھی بھی اس کے خلاف نہیں کرتے تھے۔ اور جو کتاب پڑھتے بڑے انہماک سے پڑھتے۔ اور جا بجا کتاب پر حواشی اور نوٹ لکھتے تھے۔ آپ مذہب اور تاریخ و جغرافیہ اور معلومات عامہ کا گنجینہ تھے۔ علاوہ ازیں ملکی بلکہ عالمی سیاست پر پوری نظر رکھتے تھے۔ پاک و ہند کے اخبار زیر مطالعہ رکھتے تھے۔ اخبارات کے مطالعہ پر زیادہ وقت نہیں لگاتے تھے۔ بس کام کی خبریں دیکھتے تھے۔

درس و تدریس کا ذوق

آپ نے تکمیل تعلیم کے بعد اسلام کی اشاعت کے لئے زبانی وعظ و تذکیر کے علاوہ اخبار کو ذریعہ بنایا اور ملک بھر میں جگہ جگہ درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ہمارے محلّہ میں ملک عنایت اللہ عراقی مرحوم کے گھر کئی سال صبح کے وقت آپ نے قرآن و حدیث کا درس دیا۔ اس درس میں آپ نے قرآن مجید اور حدیث کی کتابوں میں مشکوۃ المصابیح' ریاض الصالحین' ترمذی اور نسائی کا درس دیا۔ اس کے بعد دوبارہ قرآن مجید کا درس شروع کیا کہ بیمار ہو گئے اور یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔ آپ کا درس بڑا شاندار اور جاندار ہوتا تھا جس میں کافی حاضری ہوتی تھی۔ مردوں کا کمرہ الگ تھا عورتوں کا الگ۔ لوگ آپ کے درس کے منتظر ہوتے تھے۔

معمولات

حضرت مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ بڑے لوگوں کی طرح معمولات کے پابند تھے۔ ان کا معمول عموماً یہ تھا کہ نماز فجر کے بعد اپنی زمین پر چلے جاتے اور وہاں دو تین گھنٹے کام کرتے۔ اس کے بعد واپس آ کر درس دیتے۔ ۹ بجے فارغ ہوتے' ناشتہ کرتے اور اس کے بعد ظہر تک دفتر میں کام کرتے۔ ظہر کی نماز کے بعد دوبارہ دفتر میں عصر تک کام کرتے اور عصر کی نماز کے بعد پھر زمین پر چلے جاتے اور مغرب کے قریب واپس آتے۔ اور کھانا

کھانے کے بعد عشاء کی نماز تک مطالعہ میں مصروف رہتے۔ ظہر، عصر یا مغرب کی نماز کے بعد تقریباً پندرہ بیس منٹ نمازیوں میں مجلس جم جاتی۔ اس سے لوگوں کی بے حد بالیدگی ہوتی۔ جس سے عوام بڑا لطف اٹھاتے۔

معاصرین اور احباب

آپ کے کاموں کا دائرہ بڑا وسیع تھا۔ علم و ادب، مذہب و سیاست، تعلیم و تدریس، تصنیف و تالیف، بیرونی عوامی جلسے غرض ہر میدان میں آپ کے کارنامے ہیں۔ اس لئے ان کے تعلقات کا دائرہ بھی بہت وسیع تھا۔ ان کے ممتاز معاصرین میں مشکل ہی سے کوئی ایسا شخص ہوگا جس سے ان کے تعلقات نہ رہے ہوں آپ کے ہر مکتب فکر اور ہر لائن کے بڑے لوگوں سے روابط تھے۔ ان سب کا ذکر دشوار بھی ہے اور غیر ضروری بھی۔ اس لئے یہاں صرف خاص ان لوگوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ جن سے آپ کے تعلقات بہت زیادہ تھے۔

علماء و اصحاب علم و فضل سے روابط

علماء میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی ؒ، مولانا محمد اسمٰعیل السلفی ؒ، مولانا احمد الدین گکھڑوی ؒ، مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی، مولانا احمد علی لاہوری، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا قاضی سلیمان منصور پوری، مولانا نور حسین گھرجاکھی ؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ، مولانا ابراہیم سیالکوٹی ؒ، مولانا میر محمد بھانبڑی ؒ، مولانا حنیف ندویؒ، مولانا عطاء اللہ حنیف، سید عنایت اللہ شاہ بخاری، مولانا صمصام، حافظ اسماعیل روپڑی وغیرہم سے خاص تعلقات تھے۔

احباب خاص

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے آپ کے تعلقات کا دائرہ بہت وسیع تھا البتہ قصبہ سوہدرہ میں احباب خاص صرف چند تھے۔ اور ان احباب میں بزرگ بھی شامل تھے۔ اور آپ کے ہم عمر بھی اور آپ سے چھوٹے بھی۔ مثلاً:

ملک نیاز علی عراقی، ملک نواب خان نوشہروی، ملک حاجی محمد حسین، ملک عبدالغنی ولد ملک تاج الدین، ملک غازی محمد بشیر، ملک کرامت اللہ انور، ملک حاجی عبدالکریم، مولوی ابوالمحمود ہدایت اللہ، مولوی حاکم الدین، ملک رحمت اللہ، ملک حافظ محمد یعقوب، ملک غلام باری، ملک عبداللہ کھنڈ والا، ملک عبداللہ دکاندار، ملک عبدالرحمٰن نمک والے، ملک مراد علی، ملک عبداللہ خان عراقی ٹھیکیدار، حکیم عنایت اللہ نسیم، ملک مراد علی، ملک عبدالحق، ملک امام خاں نوشہروی، حکیم عبداللہ خاں نصر رحمہم اللہ۔ ان کے علاوہ محلہ ارائیاں، محلہ چوہدریاں، محلہ معماراں، محلہ قاضیاں، محلہ تیلیاں، محلہ اعواناں اور بیلے کے علاقہ کے خاص خاص لوگ آپ کے عقیدت مند اور جانثار اور بڑے اچھے ملنے والے تھے۔ ان سب کے صرف نام ہی لکھے جائیں تو کئی صفحات درکار ہیں۔

تصنیف و تالیف

ہمیشہ سے کتب کو علم کی روشنی پھیلانے کا بہترین ذریعہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے کتب تصنیف فرما کر اسلام کی خدمت میں نمایاں کردار اختیار فرمایا۔ آپ نے عوام و خواص، مردوں، عورتوں، بچوں، بڑوں غرض سب کے لیے کتابیں لکھیں۔ اور تقریباً ہر موضوع پر لکھیں۔ جو بہت پسند کی گئیں۔ آپ کی چند کتابیں یادگار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مثلاً رہبر کامل، بچوں کے لیے حدیث کی کتابیں، سیرت الائمہ، سیرت عائشہ صدیقہ، سیرت فاطمۃ الزہراء، دولت مند صحابہ، سیرت آزاد، استاد پنجاب، سیرت ثنائی، تفسیر سورہ فاتحہ، ہندو شعراء کا نعتیہ کلام وغیرہ۔

علاوہ ازیں آپ اپنے وقت کے بہترین طبیب بھی تھے۔ چنانچہ آپ نے مختلف طبی موضوعات پر متعدد کتب تصنیف فرما کر ملک و قوم کی بہترین خدمت سرانجام دی۔ آپ کی طبی کتابوں کو بھی قبول عام حاصل ہوا۔ جن میں پانچ ہزار مجربات، عورتوں کا حکیم، جیبی حکیم، انمول حکیم، دیہاتی حکیم، اسراری نسخے، گھریلو نسخے، آسان نسخے، حیوانی نسخے، خواص بادیان، اکسیری مجربات وغیرہ کتب بہت مشہور و متداول ہوئیں۔

ابتدائیہ

چونکہ اہل حدیث کرامت کو ولایت کے لیے نہ ضروری جانتے ہیں نہ شرط قرار دیتے ہیں اور نہ ہی کرامات کی نشرو اشاعت کرتے ہیں۔ اس لیے بعض لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا ہے کہ جماعت اہل حدیث میں کوئی ولی نہیں ہوا۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اہل حدیث نہ کرامات کو مانتے ہیں اور نہ ان میں کوئی اہل کرامت ہوا ہے۔ لیکن ایسے لوگوں کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اہل حدیث "جھوٹے ولیوں" کی کرامات کا انکار کرتے ہیں اور ان کی استدراجی و شیطانی حرکات کو کرامت قرار نہیں دیتے۔[1] اس لیے بھی کچھ عوام ان سے بدظن ہیں"[2] اور کہتے ہیں کہ یہ اولیاء اللہ ہی کے منکر ہیں۔ اور ان کی کرامات کے بھی قائل نہیں۔

مدت ہوئی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اہل حدیث کی طرف سے اس اعتراض کی بایں طور تردید ہونی چاہیے کہ نفس مسئلہ کی بھی وضاحت ہو جائے، اور عوام پر بھی یہ روشن ہو جائے کہ بفضلہٖ جماعت اہل حدیث میں بے شمار اہل کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جتنے حضرات اہل حدیث میں اہل کرامت ہوئے ہیں، اتنے کسی اور جماعت میں نہیں ہوئے، کرامت کا تعلق ولی سے ہے اور ولی وہی ہو سکتا ہے جو سنت کا سچا پروانہ اور رسول اللہ ﷺ کا گرویدہ

(1) ایسے جھوٹے پیروں کے حالات کا مطالعہ کرنے کے لیے ہمارے ادارے کی کتاب "پیروں فقیروں کے حالات" کا مطالعہ فرمائیں۔ (فاروقی)

(2) اب حالات کافی بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پہلے جیسے نہیں، رب فالحمدللہ علی ذالک جھوٹے ولیوں اور ان کی جعلی کرامات سے خود ان کے مرید باغی ہو رہے ہیں۔ اور ان کے مولوی صاحبان نے بھی [illegible]

ہو۔ اور ظاہر ہے کہ اہل حدیث سے زیادہ سنت نبوی کا پابند اور رسول اکرم ﷺ کا محب اور کون ہو سکتا ہے؟ آپ نام کے اہل حدیثوں کو نہ دیکھئے کیونکہ فی زمانہ تو کثرت سے ایسے ہی اہل حدیث کہلانے والے ہیں جو "بدنام کنندہ نکو نامے چند" ہیں یا "برعکس نہند نام زنگی کافور" کے مترادف ہیں۔ میرا تو دعویٰ ان مخلص، بے ریا، عامل بالحدیث، محب رسول لوگوں سے ہے، جو صحیح معنوں میں اہل حدیث تھے۔ اللہ کے پیارے تھے۔ رسول پاک ﷺ کے دلارے تھے۔ نہ سب اہل حدیث ایسے ہیں کہ وہ قابل اصلاح ہوں۔ اور نہ سب ایسے ہیں کہ وہ اولیاء اللہ کے رتبہ کو پہنچ چکے ہوں۔ بہرحال کسی اہل حدیث کو دیکھنے اور جانچنے کے لیے ضروری ہے کہ یہ دیکھ لیا جائے کہ اس کا تعلق نبی ﷺ سے کتنا ہے۔ اور وہ سنت کا کہاں تک پابند ہے۔ پس جس شخص کا حضور نبی اکرم ﷺ سے جتنا گہرا تعلق ہو گا اور اسے آپ ﷺ کی سنت سے جس قدر زیادہ پیار ہو گا، وہ اتنا ہی زیادہ مقبول بارگاہ ربانی ہو گا۔ اور ولی اللہ کہلانے کا حق دار ہو گا۔

میں اس مضمون میں پہلے بزرگوں کا تذکرہ نہیں کروں گا کیونکہ ان کے ذکر خیر کے لئے دفاتر درکار ہیں۔[1] بلکہ دور حاضرہ کے اہل حدیث حضرات کا نمونہ پیش کروں گا۔ جن میں سے اکثر کو آپ جانتے اور پہچانتے ہیں کہ وہ اہل حدیث تھے اور وہ صاحب کرامت بھی تھے۔ اور یہی میں اس مضمون میں ثابت کرنا چاہتا ہوں۔

عبدالمجید خادم۔ عفی عنہ

(1) علمائے اہل حدیث کے سیر و سوانح پر ہماری دو تین کتب زیر ترتیب ہیں۔ جو عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو کر مارکیٹ میں آ جائیں گی۔ (فاروقی)

اور جو ظاہری اسباب سے علیحدہ ہو کر کسی خاص مصلحت اور حکمت کے اقتضاء سے ظاہر ہو گا وہ خرق عادت عامہ میں داخل ہو گا۔

اور یہی خرق عادت عامہ جب کسی رجل عظیم کے دعویٰ نبوت اور تحدی کے بعد اس سے صادر ہو تو وہ معجزہ ہو گا جو من جانب اللہ اس کے دعویٰ کی فعلی تصدیق ہے۔ لیکن اس کے مشابہ جب کوئی خرق عادت امر کسی نبی کے دعویٰ نبوت یعنی بعثت اور تحدی سے پہلے ظاہر ہو تو اس کو ارہاص کہتے ہیں۔

اور اگر کسی غیر نبی کے ہاتھ پر اتباع نبی کی برکت سے اس قسم کی خارق عادات علامات دکھائی جائیں تو اس کا نام کرامت ہوتا ہے۔

اور جب یہی علامات کسی ایسے شخص سے صادر ہوں جو کافر ہو یا خلاف شرع امور کا مرتکب ہو تو اسے استدراج کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ امور شیطانی اثر سے صادر ہوتے ہیں۔ جب کوئی انسان شیاطین کے ساتھ تعلق پیدا کر لیتا ہے' یا جبلی (پیدائشی) مناسبت ان کے ساتھ رکھتا ہے' تو شیطان اسے اپنا آلۂ کار بنا لیتے ہیں۔ اور مختلف صورتوں میں اس کی مدد کرتے ہیں' کبھی:

(۱) اسے دور دراز کی باتیں بتلاتے ہیں۔

(۲) دوسروں کے مافی الضمیر سے آگاہ کرتے ہیں۔

(۳) اس کے دشمن اور مخالفین کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔

(۴) اس کی حاجات جو ان شیاطین کی طاقت میں ہوتی ہیں پوری کرتے رہتے ہیں۔

(۵) اس کی مالی مدد بھی کرتے ہیں۔

(۶) گاہے اسے ہوا میں اڑا کر لے جاتے ہیں۔

جب عوام یہ باتیں دیکھتے ہیں تو وہ اسے بھی ولی کہنے اور سمجھنے لگتے ہیں۔

حالانکہ وہ اس کی کرامت نہیں ہوتی' بلکہ استدراج ہوتا ہے۔ جو ہر منکر اسلام اور کافر یا مشرک بھی کسی خاص ریاضت و کسرت یا کسی مدونہ علم کی بناء پر حاصل کر لیتا ہے۔ اسی لیے بعض صوفیاء اور اہل اللہ نے کہا ہے۔ "کہ اگر کوئی شخص تمہیں آگ پر چلتا اور ہوا میں اڑتا ہوا اور پانی پر چلتا دکھائی دے تو جب تک اسے قرآن و سنت کا متبع نہ پاؤ اسے ولی نہ سمجھو۔ اِنَّهُ لَيْسَ بِوَلِيٍّ اِنَّهُ شَيْطَانٌ وہ ہرگز ولی نہیں وہ شیطان ہے۔"

کرامت اور استدراج میں فرق

کرامت اور استدراج بادی النظر میں بعض وقت مشتبہ اور متشابہ ہو جاتے ہیں۔ ان میں فرق صرف متصف اور منشا کے اعتبار سے ہوتا ہے' کرامت کا متصف ولی اللہ' مومن اور محب و متبع سنت ہوتا ہے۔ اور استدراج کا متصف گمراہ' فاسق' فاجر' کافر اور مشرک ہوتا ہے۔ کرامت میں بشریہ و شیطانیہ کے علاوہ قوی ہوتے ہیں۔ اور استدراج میں قوی طبعیہ و شیطانیہ ہوتے ہیں۔ اور سمجھنے والوں کے نزدیک ان دونوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ ایک نجیب الطرفین مولود اور ولد الزنا میں۔ کہ بظاہر دونوں بچے یکساں شکل و صورت رکھتے ہیں۔ اور حسی طور پر دونوں ایک ہی طرح کی حرکت و عمل کا نتیجہ ہیں۔ اگر محض اس لیے کہ ان میں سے ایک بچہ فعل حرام کا نتیجہ اور دوسرا عمل مشروع و طیب کا ثمرہ ہے۔ ہم پہلے کے تولد کو مذموم اور قابل نفرت اور دوسرے کی ولادت کو محمود اور موجب مسرت و انبساط سمجھتے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح جو "خوارق عادات عامہ" اتباع رسول ﷺ اور معبود واحد و یکتا کی پرستش کا نتیجہ ہوں' وہ کرامات اولیاء کہلاتی ہیں۔ جن کے مبارک و محمود ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اس کے بخلاف جو "خوارق" اتباع شیطان' فسق و فجور' وظائف شرکیہ کے ثمرات سے ہوں' ان کا نام استدراج اور فعل شیطانی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کرامت کی حقیقت

کرامت کی تعریف "شرح عقائد" میں یوں مرقوم ہے:

ظُهُوْرُ اَمْرٍ خَارِقٍ لِلْعَادَةِ مِنْ قِبَلِهٖ غَيْرِ مُقَارِنٍ لِدَعْوَةِ النُّبُوَّةِ فَمَا لَا يَكُوْنُ مُقَارِنًا بِالْاِيْمَانِ وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ يَكُوْنُ اِسْتِدْرَاجًا۔

"یعنی کرامت اس امر خلاف عادت عامہ (یا خلاف قانون قدرت عامہ) کو کہتے ہیں، جو کسی ولی کی طرف سے ظاہر ہو نہ کہ نبی اور کافر کی طرف سے۔ جو نبی سے بصورت تحدی ظاہر ہو اسے معجزہ کہتے ہیں۔ اور جو کافر سے صادر ہو اسے استدراج کہتے ہیں"۔

پس "معجزہ"، "کرامت"، "استدراج" خرق عادت عامہ ہونے میں مشترک ہیں، یعنی بظاہر تینوں خلاف قانون قدرت عامہ نظر آتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "معجزہ" (جسے شرع شریف میں "آیت" (یعنی نشان) کہتے ہیں) کے لیے یہ شرط قرار دی ہے کہ وہ امر ایسا ہو جس کو جن و انس نہ کر سکیں۔ تحدی کی شرط کو انہوں نے اڑا دیا ہے۔ "استدراج" یعنی جو امر کسی کافر کے ہاتھ پر ظاہر ہو اور وہ عادت عامہ (قانون قدرت عام) کے خلاف ہو، اس کا منشا اور مصدر قوائے انسانی اور شیطانی کو قرار دیا ہے۔ پس معجزہ اور استدراج بالکل الگ چیزیں ہیں۔

کرامت کے لیے یہ شرط نہیں کہ وہ ایسی ہو کہ جسے جن و انس نہ کر سکیں۔ کرامت میں یہ شرط ہے کہ اس کا مصدر و اصل (یعنی واقع یا پیدا ہونے کی جگہ) قوائے الہیہ اور ملائکہ ہوں یا انسانی قویٰ ہی کو اس طرح کر دیا جائے جو عام معمول سے ہٹ کر ہوں، جن سے صاحب کرامت کا اعزاز و اکرام سمجھا جائے۔

خرق عادت

خرق عادت عرف عام میں خلاف قانون قدرت کو کہا جاتا ہے۔ در حقیقت ہم اپنے قلیل علم کی وجہ سے اسے یہ نام دے رہے ہیں۔ ورنہ کوئی چیز بھی ایسی نہیں، جو خلاف قانون قدرت ہو۔ ہم محض اس لیے اسے "خلاف قانون قدرت" کہہ دیتے ہیں کہ ہم خود "قانون قدرت" کا پورا پورا علم نہیں رکھتے۔ جو چیز ہمارے علم اور فہم میں آ گئی اسے ہم نے قدرت سمجھ لیا۔ اور جس کو نہ جانا اسے خلاف قانون قدرت قرار دے دیا۔ پس صحیح بات یہ ہے کہ جہاں میں کوئی بھی چیز خرق عادت یا خلاف قدرت نہیں ہے۔ حتیٰ کہ معجزات کے لیے بھی اسباب خفیہ ہوتے ہیں۔ جنہیں ہم نہیں جانتے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"خرق عادت سے عادت عامہ کے خلاف ہونا مراد ہے۔ بعض صورتوں میں ان کے اسباب خفیہ کا وجود عقل کے دائرہ علم میں آ جاتا ہے اور بعض صورتوں میں ان کے اسباب کی تہ تک پہنچنا بجز نور نبوت اور عطائے الٰہی کے ناممکن ہوتا ہے۔ عوام کے نزدیک یہ دونوں خلاف عادت مجہولۃ الاسباب ہیں۔ عقلاء کے نزدیک فرق ہے۔ عرفاء کے نزدیک دونوں عادت الہیہ کے موافق ہیں۔ اس لیے خرق عادت کو لفظ "خرق عادت عامہ" کے ساتھ تعبیر کرنا چاہیے"۔

پس قدرت کا جو فعل عام سنن طبیعیہ کے سلسلہ میں ظہور پذیر ہو گا وہ تو اس کی عام سنت اور قانون قدرت کہلائے گا۔

پس اب نتیجہ کے طور پر ہمیں صاف صاف کہہ دینا چاہیے کہ کرامات سے ولی نہیں پہچانا جاسکتا بلکہ ولی سے کرامات کی شناخت ہوتی ہیں۔ یعنی عرف عام میں یہ مشہور ہے کہ جس سے کرامات کا صدور ہو وہ ولی ہے' یہ غلط ہے۔ ہاں' اگر وہ موحد اور متبع سنت ہو اور عقیدہ و عمل اور تقویٰ سے ولی ثابت ہو جیسا کہ قرآن و حدیث میں اس کی پہچان آئی ہے تو پھر اس سے جو خرق عادت عامہ صادر ہو گا وہ کرامت ہو گی۔ یہ سمجھنا بہت ضرور کرلیں ورنہ یہ مذکور فرق اور نکتہ سمجھے بغیر استدراج اور کرامت میں آپ قطعاً کوئی تمیز نہیں کر سکیں گے۔ اور گمراہی کا غالب خطرہ رہے گا۔ جہلاء یہ فرق نہیں کرتے جس کے نتیجے میں وہ دور کی گمراہی میں جا پڑتے ہیں۔ علماء کا فریضہ ہے کہ انہیں سمجھائیں اور یہ فرق کرے گا اور سمجھائے گا وہ شخص جو حق پرست ہو گا اور حق کو حق اور باطل کو باطل کرنا چاہتا ہو گا۔ مگر اس کے برعکس روپے پیسے اور جھوٹی شہرت کا طالب ہمیشہ جھوٹ اور سچ میں گڈمڈ کرنے کو اختیار و پسند کرے گا۔

اولیاء اللہ کی پہچان

ائمہ حدیث نے جس حدیث کو "ام الاحادیث" یا "ام الجوامع" کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ اس میں یہ مذکور ہے کہ جبرائیل امین نے آنحضرت ﷺ سے احسان کے متعلق سوال کیا۔ تو حضور ﷺ نے جواباً فرمایا:

اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ (صحیح مسلم کتاب الایمان حدیث ۹۳)

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے احسان (یعنی اخلاص) کے دو درجے بیان فرمائے ہیں۔ اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ عبادت میں ایسا حضور اور دل لگی ہو کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہو۔ اسے "مشاہدہ" کہتے ہیں۔ اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ تصور اور یقین

کرے کہ اللہ مجھے دیکھتا ہے' اسے "مراقبہ" کہتے ہیں۔

آج جسے تصوف اور درویشی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ زبان نبوی سے اسے "احسان" کہا گیا ہے۔ عوام اور بعض صوفیاء قسم کے لوگ ظاہری احکام کو "شریعت" اور تصفیہ باطن کو "طریقت" اور مشاہدہ و مراقبہ کو "حقیقت" کہتے ہیں۔ مگر اس حدیث میں حضور ﷺ نے تینوں مقامات کا تفصیلی ذکر فرمایا دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام میں کامل وہی شخص ہے' جو ان تینوں کا جامع اور عامل ہو۔ اگر کوئی شخص پہلی پانچ باتوں پر جما رہے اور آگے قدم نہ اٹھائے اور "احسان" کی عملی تفسیر بن کر نہ دکھائے تو وہ بھی ناقص الایمان ہے۔

پس ایک ولی اللہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلام کے ارکان فلسفہ کا پابند ہو۔ اور پھر اپنی ساری قوتیں عبادت میں صرف کر دے۔ عبادات میں اعلیٰ ترین درجہ نماز کو دیا گیا ہے۔ اور نماز ہی کے متعلق روایات میں آتا ہے:

قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ "نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی مسرت ہے"

اور پھر فرمایا۔ اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ "نماز اہل ایمان کی معراج ہے" ارشاد قرآنی ہے' قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ یعنی "وہی مومن فلاح پائیں گے جو نمازیں خشوع و خضوع سے ادا کرتے ہیں"۔ پھر حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ (صحیح بخاری حدیث ۶۳۱) "نماز ایسی پڑھو جیسی میں پڑھتا ہوں"۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے احسان (تصوف) کا تمام دار و مدار "نماز بطریق سنت" ادا کرنے پر موقوف گردانا ہے۔ پس جو شخص نماز میں خشوع و خضوع قائم نہیں کرتا' طمانیت و سکون اور تعدیل ارکان کی پرواہ نہیں کرتا وہ کبھی

ولی نہیں ہو سکتا۔ خلاصہ یہ کہ آدمی رزق حلال کا اہتمام کرے۔ زہد اختیار کرے۔ اور نماز بڑے اچھے طریقے سے ادا کرے۔ جو شخص ایسے کرتا ہے۔ بس سمجھ لیجئے کہ وہ ولایت کی راہ پر ہے۔ مگر اس کے برعکس جو شخص حرام خور، دولت کا پجاری اور نماز سے غافل ہو بھلا وہ کیونکر ولی ہو سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔ ہرگز نہیں۔

شیخ، مرشد، صوفی، ولی کے لیے ضروری ہے کہ وہ متبع سنت نبوی ہو اور سنت کا نہایت پابند ہو۔ اور حضور ﷺ جیسی پر سکون اور ٹھہر ٹھہر کر نماز پڑھتا ہو۔ خواہ اس سے کوئی کرامت سرزد ہو یا نہ ہو۔ یہ سب کچھ سمجھ لینے کے بعد آیئے اب کرامت کی شرعی حیثیت سمجھئے۔

کرامت کی شرعی حیثیت

شریعت نے ولی کے لیے کرامت ضروری قرار نہیں دی۔ لہٰذا کرامت کو مدار ولایت نہ سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ کرامت دلیل ولایت ہرگز نہیں ہے۔ ولایت صرف ایمان اور تقویٰ کا نام ہے۔ اسلام میں ہر مومن اور متقی ولی اللہ ہے چونکہ ایمان اور تقویٰ کے مختلف مدارج ہیں۔ اس لیے ولی کے بھی مختلف مدارج ہیں۔ اور ان مدارج کا صحیح علم اللہ ہی کو ہے۔ اور ولی اللہ کے لیے معصوم ہونا کوئی مسئلہ نہیں۔ اور نہ خطا سے بچنا اس کی ولایت کے لئے کوئی ناگزیر وجہ ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ سب صحابہ اللہ کے ولی تھے لیکن ان سے وقتاً فوقتاً خطا کا صدور بھی ہوا۔ خود حضور اکرم ﷺ ان محبوبین بارگاہ الٰہ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں "كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ (مشکوۃ المصابیح) "یعنی تم سب خطائیں کرنے والے ہو اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو بکثرت توبہ کرنے والے ہیں"۔ جب امت محمدیہ کے بہترین اور افضل لوگ اور اولیاء کے سرخیل و سرتاج غلطی کر جاتے تھے تو بھلا بعد کے اولیاء سے غلطی کا صدور کیوں محال و ممتنع ہو سکتا ہے؟ یہ ہماری سوچ درست ...

غلطی واقع ہو گئی جھٹ اسے اولیاء کی صف سے نکال دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ اولیاء کو کبائر کی طرح صغائر سے بچنا چاہیے۔ لیکن ہمیں اللہ والوں کے بارے میں سوچ سمجھ کر رائے قائم کرنی چاہیے اور عجلت سے کام نہیں لینا چاہیے۔ ہمیشہ ان کا احترام بجالانا چاہیے۔ اور ان سے ہر ممکن عقیدت و محبت کا رویہ رکھنا چاہیے۔ جو لوگ ان کی شان میں ناروا جملے بولتے ہیں وہ ناروا فعل کا ارتکاب کرتے ہیں۔

حضرت ابو علی جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كُنْ طَالِبًا لِلْاِسْتِقَامَةِ لَا طَالِبًا لِلْكَرَامَةِ فَاِنَّ نَفْسَكَ مُتَحَرِّكَةٌ فِيْ طَلَبِ الْكَرَامَةِ وَرَبُّكَ يَطْلُبُ مِنْكَ الْاِسْتِقَامَةَ.

"استقامت کے طالب بنو نہ کہ کرامت کے، طلب کرامت نفس کی خواہش ہے اللہ تعالیٰ کو تو استقامت مطلوب ہے"۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے "شرح فقہ اکبر" میں حضرت شیخ سہروردی رحمہ اللہ کا ایک قول نقل کیا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

"بعض عابدین جب جان فشانی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے متقدمین سلف صالحین رحمہم اللہ کے حالات اور ان کی خرق عادات کا ذکر سنتے ہیں تو ان میں بھی خوارق (نئی نئی اور عجیب عجیب) کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر ان کو کوئی خرق عادت علامت حاصل نہ ہو تو یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ شاید ہمارے عمل میں قصور ہے۔ اگر وہ حقیقت سے واقف ہوتے تو خرق عادت کو معمولی سمجھتے۔ اور یقین کرتے کہ بعض عابدین پر صدور خوارق کی یہ وجہ ہوتی ہے کہ ان کا یقین بڑھ جائے۔ زُہْدُ عَنِ الدُّنْيَا میں ان کا ارادہ پختہ ہو جائے۔ اور اسباب ظاہری سے دست بردار ہو جائیں۔ پس صادق راست باز کو چاہیے کہ نفس کو استقامت پر مجبور کرے۔ کہ یہی دراصل کرامت (عزت اور ان کے شایان شان) ہے"۔

امام ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ "اَلْفُرْقَانُ بَیْنَ اَوْلِیَآءِ الرَّحْمٰنِ وَ اَوْلِیَآءِ الشَّیْطَانِ" میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"اس امر کا پہچاننا نہایت ضروری ہے۔ کہ بعض کرامات آدمی کی ضرورت کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ جب کوئی آدمی ایمان میں کمزور یا کسی چیز کا محتاج ہو تو ان کرامات سے اللہ پر ایمان قوی ہو جاتا ہے اور حاجت رفع ہو جاتی ہے۔ مگر جس کا ایمان قوی ہو گا اس کو ان کرامات کی ضرورت نہ ہو گی۔ علو مراتب اور استغناء کی وجہ اس پر کرامت کا ظہور نہ ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ تابعین رحمھم اللہ میں بہ نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کرامات زیادہ ظاہر ہوئیں"۔

پھر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایک دوسرے مقام پر ارقام فرماتے ہیں:

"خرق عادت سے بسا اوقات آدمی کا درجہ کم ہو جاتا ہے۔ اس لیے اکثر صالحین ایسی باتوں سے استغفار کرتے رہے جیسے دیگر گناہوں سے توبہ کی جاتی ہے۔ بعض پر کرامات کا ظہور ہوتا' تو وہ اللہ تعالیٰ سے ان کے دور ہونے کا سوال کرتے اور سب کے سب اپنے ساتھیوں اور سالکوں سے یہی کہتے رہتے تھے کہ کرامات پر اعتماد نہ کرنا۔ نہ ان کو مطمح نظر قرار دینا نہ ان سے خوش ہونا۔ اگرچہ تمہارے خیال میں وہ کرامات ہی کیوں نہ ہوں"۔

المختصر ائمہ ہدیٰ رحمھم اللہ نے شرعی نقطہ نگاہ سے کرامت کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ نہ اسے ولایت کا جزو قرار دیا ہے۔ کہ ہر ولی سے کرامت کا صدور ضروری ہے۔ اگر کسی متبع سنت' مومن کامل اور متقی پرہیزگار سے کرامت کا ظہور ہو جائے تو اس سے انکار بھی نہیں کرنا چاہئے اور اسے ولایت کا معیار بھی نہیں سمجھنا چاہئے۔ کہ جس سے کرامت ظاہر ہو وہ ولی ہے اور جس سے کوئی کرامت ظاہر نہ ہو' خواہ وہ متقی' پرہیزگار' محب اور متبع سنت ہی کیوں نہ ہو' وہ ولی نہیں ہے۔ ایسا

نظریہ رکھنا ہرگز درست نہیں۔ اس سے اولیاء اللہ کی اہانت کا پہلو نکلتا ہے۔ کہ سال' چھ مہینے جس میں کوئی کرامت نہ دیکھی جھٹ اس سے ردائے ولایت چھین لی اور ساتھ ہی اس کی بے دینی کا پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ اس امت میں اگر بیسیوں اولیاء صاحب کرامت ہوئے ہیں تو ہزاروں لاکھوں ایسے اولیاء ہو گزرے ہیں جو اعلیٰ درجے کے عامل قرآن و سنت اور متبع رسول تھے مگر ان سے کسی کرامت کا مطلق ظہور نہیں ہوا۔

خلاصہ کلام یہ کہ اولیائے کرام کے لئے کرامت کو ضروری اور شرط قرار دینا بجائے خود غلطی اور اچھی خاصی ٹھوکر ہے۔ یہ نظریہ رکھنے کے بعد ہزاروں لاکھوں اولیاء کو ولایت سے خارج کرنا پڑے گا جو بڑی قباحت اور عظیم جسارت ہو گی۔

اہل حدیث اور ولی

جب ہم کہتے ہیں کہ ہر اہل حدیث اللہ کا ولی ہے۔ تو اس سے ہماری مراد رواجی اہل حدیث' بے نماز' داڑھی منڈھے' سود خور اور بد عمل وغیرہ گرہ گیر قسم کے لوگ نہیں' بلکہ وہ ہیں جو عقیدہ و عمل ہر اعتبار سے صحیح معنی میں اہل حدیث ہیں۔ اور ہر حال میں شریعت کے پابند اور اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔ جن کی ایک ایک ادا سے سنت کی خوشبو آتی ہو۔ جو لوگ کہتے ہیں جماعت اہل حدیث میں ولی نہیں ہوتے وہ غلط کہتے ہیں۔ مگر ہم دعویٰ سے کہتے ہیں اور بہ دلائل یہ ثابت کر سکتے ہیں' کہ ہر اہل حدیث اللہ کا ولی ہے۔ کوئی ولی ایسا نہیں جو اہل حدیث نہ ہو۔ سلف سے لے خلف تک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک تاریخ کی ورق گردانی کر لیجیے۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ کوئی ولی ایسا نہیں ہوا جو سنت کا شیدائی اور حب رسول سے سرشار نہ ہو۔ پس جب کسی کے دل میں یہ دو چیزیں پیدا ہو جائیں گی۔ تو وہ اہل حدیث نہ ہو گا تو اور کون ہو گا؟ آیہ کریمہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰہُ (سورہ آل عمران:۳۱) میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا امتحان لیا ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اولیاء اللہ ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرے گا میں اس سے محبت رکھوں گا۔ اور اسے اپنا دوست بنالوں گا۔ پھر جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا مدعی ہو رسول اکرم ﷺ کا اتباع نہ کرے تو وہ اولیاء اللہ میں سے کیونکر ہو سکتا ہے؟ پس یقین جان لیجئے۔ کہ ولی بننے کے لیے اہل حدیث ہونا ضروری ہے اور اہلحدیث وہی ہو سکتا ہے جو قرآن و حدیث کا گرویدہ اور توحید و سنت کا علمبردار ہو۔ قرآن و حدیث سے مستغنی اور توحید و سنت سے بیزار شخص بھلا کیونکر ولی بن سکتا ہے؟

ذرا غور تو کیجئے اہلحدیث کہتے کسے ہیں؟ بعض مولویوں نے اہلحدیث کو ہوا (خوفناک چیز) بنا کر پیش کیا ہوا ہے۔ کئی بیچارے تو اہلحدیث کے سایہ سے بھی ڈرتے ہیں۔ حالانکہ اس کے بڑے شاندار معنی ہیں۔ "اہل" کے معنی "والا" ہیں اور حدیث کے معنی ہیں قرآن اور ارشادات رسول (ﷺ)۔ ہاں ہاں، قرآن کو بھی حدیث کہتے ہیں۔ خود آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ (مشکوۃ المصابیح) بے شک بہترین حدیث قرآن مجید ہے۔ جو لوگ قرآن کو بھی مانتے ہوں اور حدیث کو بھی۔ ان میں آخر خرابی کیا ہے؟

اگر قرآن و حدیث کو ماننا، اپنانا اور پھیلانا جرم ہے تو پھر اہلحدیث یہ جرم تو کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ یہ صرف حاملین مسلک اہلحدیث کی شان ہے کہ وہ بمقابلہ قرآن و سنت کسی بڑے سے بڑے آدمی کو بھی دین میں حجت نہیں مانتے۔ وہ ہر شخص کے کردار اور قول کو قرآن و سنت پر پیش کرتے ہیں مگر قرآن و سنت کو کسی کے کردار اور قول پر پیش کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ اب خود ہی بتائیے بھلا یہ خوبی دنیا کے کسی اور مسلک میں پائی جاتی ہے؟ کم از کم ہم نے تو کوئی مسلک ایسا نہیں

دیکھا۔ ہمارے کچھ دوست اپنے اپنے مخصوص و متعین بزرگوں کی پیروی کرتے ہیں اور بس۔ لیکن اگر وہ یہ تقلیدی ذہن بدل لیں۔ اور ان کا وہی ذہن ہو جو اہلحدیث جماعت کا ہے تو ہر مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ دوبارہ سنئے۔ ہر امام کے ہر قول کو قرآن و سنت پر پیش کیا جائے گا مگر قرآن و سنت کو کسی کے قول پر پیش نہیں کیا جائے گا۔ اہلحدیث کے نزدیک قرآن و حدیث کی تاویل و تحریف اور توڑ موڑ کرنا حرام قطعاً حرام ہے۔ اگر "دوستوں" کا یہی مسلک ہو جائے تو آیئے ہم ایک ہیں۔ "چشم ما روشن دل ماشاد"

اب خدارا خود کہئے کیا دنیا کے تختے پر اس سے بڑھ کر صاف اور سچا کوئی اور مسلک ہے؟ یا ہو سکتا ہے؟ کیا اولیاء اس پیارے مسلک کے علاوہ بھلا کسی اور مسلک کے عامل ہو سکتے ہیں؟ کبھی نہیں۔ ہمارے لیے تو اس کا تصور بھی مشکل ہے۔ ہم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ اور حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کو اللہ کا ولی مانتے ہیں۔ ہم ان کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ وہ دونوں رب کے محبوب اور پیارے اور اللہ کے فضل سے اہلحدیث (یعنی قرآن و حدیث کے حامل و عامل) تھے۔ اور اہلحدیث ہی نہیں تھے بلکہ اہلحدیث گر تھے۔

اب ہم بتانا چاہتے ہیں کہ جماعت اہل حدیث میں سے جو لوگ بھی اس منزل پر پہنچ گئے وہ ولی اللہ ہیں۔ اور ان سے وقتاً فوقتاً کرامات کا ظہور بھی ہوتا رہا ہے۔ ہم آپ کو بہت دور کے زمانہ کے لوگوں کی باتیں نہیں سنائیں گے۔ بلکہ قریب کے زمانہ کے حالات پیش کریں گے۔ تاکہ آپ ان سے سبق و موعظت حاصل کر

---

(۱) دیکھئے ہماری کتاب "تقلید پر ایک مذہبی مکالمہ" اس میں آپ کو ایسے بہت سے شکوک و شبہات کا تسلی بخش جواب ملے گا۔

سکیں۔ تاکہ آپ حاملین قرآن و سنت سے بغض و نفرت کم کر سکیں۔ اور یہ کوئی ناممکن بھی نہیں ہے۔ کھلے دل سے کتاب ہذا کا مطالعہ کرنے سے عمدہ اور خوشگوار تبدیلی واقع ہو سکتی ہے اور یہ کوئی ناممکن بھی نہیں ہے۔ اب اولیائے اہل حدیث کی کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے کتاب ہذا کا کھلے دل سے مطالعہ کریں۔ اور جلد بازی سے ہرگز کام نہ لیں، بلکہ جہاں کوئی اشکال پیش آئے بلا تاخیر اہل علم سے رابطہ قائم کریں۔ اور قرآن و حدیث کی روشنی میں وہ الجھن حل کرنے کی مقدور بھر سعی کریں۔ انشاء اللہ ہر مسئلہ حل ہو جائے۔

اطلاع

حضرت مولانا محمد سلیمان (روڑوی) تک حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کی یکجا کی ہوئی کرامات ہیں۔ اس کے بعد حضرت مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی سے آخر تک بندہ کی جمع کی ہوئی کرامات ہیں۔ الحمد للہ ان کرامات میں کوئی کرامت وضعی، جھوٹی اور خود ساختہ نہیں ہے۔ اگر کسی کرامت کے سمجھنے میں کوئی الجھن پیش آئے۔ تو شروع سے صفحہ ۴۸ تک دوبارہ مطالعہ کر لیجئے۔ بصورت دیگر علمائے راسخین سے رابطہ قائم فرمائیں۔ اور اگر کوئی کرامت واقعی قرآن و حدیث کے معارض ہو تو اسے ترک کر دیا جائے۔ (فاروقی)

(۱)

کرامات حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب لکھوی[1]

(۱) بھنگی چرسی فقیر راہ راست پر آ گیا

مولوی قائم الدین صاحب سکنہ چک ڈھیوالہ ضلع لائل پور (موجودہ فیصل آباد) کا بیان ہے کہ جن دنوں میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے ہاں لکھوی پڑھا کرتا

---

(۱) آپ مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ مصنف "تفسیر محمدی" کے صاحبزادہ ہیں۔ آپ ۱۲۵۳ھ میں بمقام لکھوکے ضلع فیروز پور میں پیدا ہوئے، آپ کا نام تو عبدالرحمن تھا۔ مگر محی الدین کے نام سے مشہور تھے، ۷ سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور سترہ (۱۷) سال کی عمر میں علوم درسیہ متعارفہ سے فراغت پائی۔ طبیعت شروع ہی سے تصوف کی طرف مائل تھی اور کسی پیر طریقت کی تلاش تھی۔ ۲۲ سال کے تھے کہ غزنی پہنچے، اور حضرت مولانا عبداللہ غزنوی کی بیعت کی۔ حضرت مولانا عبداللہ غزنوی کے پنجاب تشریف لانے اور امرتسر قیام فرمانے پر تو ہزارہا لوگوں نے فیض پایا۔ مگر غزنی پہنچ کر السابقون السابقون کا مرتبہ آپ ہی نے حاصل کیا تھا۔ حضرت مولانا عبداللہ غزنوی صاحب کو آپ سے بہت محبت تھی۔ چنانچہ آپ اکثر اوقات فرمایا کرتے تھے کہ "ما و عبدالرحمٰن یکیست" (یعنی ہم اور عبدالرحمن صاحب ایک ہیں۔) پھر آپ کو مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا۔ "درمیان ما و شما مناسبت در ازل بود"۔ (ہمارے اور تمہارے درمیان ازل میں بھی مناسبت تھی۔) چنانچہ مولانا عبداللہ غزنوی نے آپ کو اپنا نائب بھی قرار دے دیا تھا۔ آپ کو اکثر الہام ہوا کرتے تھے، جو الگ رسالہ کی شکل میں مطبوع ہیں۔ آخری عمر میں الہام ہوا۔ يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ○ وَادْخُلِي جَنَّتِي ○ جس پر آپ حج کے لے روانہ ہو گئے۔ اور مدینہ منورہ پہنچ کر بعد زیارت روضہ نبوی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دعا=

تھا۔ ان ایام کا واقعہ ہے۔ کہ ان کے پاس ایک بھنگی چرسی فقیر آیا جس کی داڑھی تو صفاچٹ تھی اور مونچھیں لمبی لمبی تھیں۔ ہاتھ میں چمٹا' بدن پر کملی' شکل صورت خلاف شرع' گاتا تھا' اور کہتا تھا کہ مولوی صاحب نشہ ٹوٹا ہوا ہے کچھ دلواؤ۔[1] مولوی صاحب نے ایک طالب علم سے کہا۔ کہ اسے ایک پیسہ دے دو۔ وہ بولا' ایک پیسہ سے کیا بنتا ہے اگر دینا ہے تو کچھ آپ دیں۔ فقیر کا عمل ٹوٹا ہوا ہے۔ نہ بھنگ ملی ہے نہ چرس' مولانا نے ایک نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اور فرمایا: "مجھ سے کچھ

= اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ بِبَلَدِ رَسُوْلِکَ" نہایت خشوع خضوع سے کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ بیمار ہو گئے۔ اور ۶۰ سال کی عمر میں ۱۵ ذیقعد ۱۳۱۲ھ کو بروز جمعہ وہیں شہادت پا کر جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ آپ کا قطعہ تاریخ ہے۔

در مدینہ فوت شد قطب زماں   صادقین را نور تا ابد مدام

(۱) افسوس! کئی لوگ آج کل ایسے بھنگی چرسی لوگوں کو ولی اللہ مانتے ہیں۔ اور اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کی قبر پر گنبد اور عمارت تعمیر کر کے اس کی پوجا پاٹ شروع کر دیتے ہیں۔ اور اسے حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں۔ اور یہ نظریہ رکھ کر اس سے حاجات طلب کرتے ہیں کہ وہ "سرکار" ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ ہماری دعا سن رہے ہیں اور ہماری حاجت براری کی پوری قدرت رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ پورا عقیدہ قرآن و حدیث کے سراسر خلاف ہے۔ ایسا عقیدہ صریح شرک اور واضح کفر ہے۔ یہ گمراہ کن سلسلہ پاک و ہند میں خصوصیت سے پھیلا ہوا ہے ایسا نمونہ آپ ہر شہر اور ہر گاؤں میں دیکھ سکتے ہیں۔ گمراہ مولوی صاحبان لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اولیاء اللہ ہیں۔ یہ زندہ ہوں یا مردہ' ان کی خدمت میں حاضری دیتے رہو" یہ ید بیضا لے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں" اور اگر مر جائیں تو انہیں خوش کرنے کے لئے ان کی قبروں پر نذر و نیاز دو۔ اور چڑھاوے چڑھاؤ۔ اور ہر جمعرات کو قوالی کراؤ۔ ماہانہ اور سالانہ عرس منعقد کرو اور یہ لوگ ان کی جھوٹی کرامات مشہور کر کے اپنے ساتھ عوام کو بھی جہنم میں لے جاتے ہیں۔ اناللہ۔ (فاروقی)

لینا ہے؟" جونہی اس کی نظر سے نظر ملی۔ وہ لڑکھڑا کر گرا' اور ایسا گرا کہ بے ہوش ہو گیا۔

طالب علم اسے سنبھالنے کے لیے بڑھے۔ مگر وہ ایسا بے حس پڑا تھا' جیسے مردہ' تین گھنٹے بے ہوش پڑا رہا۔ جب ہوش سنبھالا' تو اٹھا۔ مولانا نے پوچھا۔ "کیوں بھائی کیا لینا ہے؟" وہ بولا۔ "جو لینا تھا وہ لے لیا"۔ "جو لینا تھا وہ لے لیا"۔ بس مجھے "مسلمان" بنا دیجئے۔ مولانا نے حجام کو بلوایا۔ اور اس کی مونچھیں اور لٹیں کٹوا دیں' اس نے چرس بھنگ سے توبہ کر لی۔ اور حضرت لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنا شروع کر دیا۔ مولوی قائم الدین صاحب کا بیان ہے' کہ وہ اچھا خاصا عالم اور صوفی بن گیا۔ اور اٹھارہ (۱۸) برس تک محترم مولوی صاحب کی خدمت میں رہا۔

(۲) آپ کا جان لیوا آپ کو دل دے گیا

ایک بار مولانا موصوف معہ چند طلباء کے نہر پر جو لکھوکی سے قریب ہی تھی غسل کے لیے تشریف لے گئے۔ نہر کے متصل ہی ایک سڑک گزرتی تھی' اس علاقے میں ایک محمود ڈوگر نامی شخص رہتا تھا۔ جو بہت بڑا زمیندار اور مغرور و متکبر انسان تھا اور اسے اہلحدیث سے خاص عداوت تھی۔ اس نے بارہا یہ کہا تھا کہ اگر مولوی عبدالرحمٰن مجھے اکیلا کہیں مل گیا تو میں اس جان سے مار ڈالوں گا۔ کیونکہ اس نے اسے سارے علاقہ میں وہابیت پھیلا دی ہے۔[1] کسی طالب علم نے مولانا سے ذکر

---

(۱) اس میں محمود ڈوگر کا اتنا قصور نہیں تھا جتنا گمراہ مولویوں کا قصور تھا۔ دراصل اہلحدیثوں کی دعوت و تبلیغ سے یہ مولوی پریشان ہوتے ہیں کہ یہ ہماری "بھیڑوں" کو توحید و سنت کی طرف کیوں لے جاتے ہیں؟ اس سے ان کا کاروبار ٹھپ ہوتا ہے۔ ان کی شرک کی منڈیاں اجڑتی اور گمراہی و بے دینی کے اڈے تباہ ہوتے نظر آتے ہیں۔ اس لئے وہ اہلحدیثوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے رہتے ہیں۔ اور اپنی تقریروں' =

کر دیا کہ محمود آپ کا اشد ترین دشمن ہے اور وہ جا رہا ہے۔ مولانا نے فرمایا۔ کہ اسے بلالو۔ اور کہو کہ جو کچھ کرنا ہے یہیں کرلے۔ طالب علم نے آواز دی۔ کہ میاں محمود! مولوی صاحب یہیں ہیں۔ آؤ اور اپنے دل کے ارمان نکال لو۔ محمود آیا۔ گھوڑی سے اترا۔ ابھی مولانا کے سامنے ہی آیا تھا اور آنکھ سے آنکھ ملی تھی کہ اپنا پیٹ پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اور ہائے ہائے کرنے لگا۔ حضرت مجھے معاف کر دیجئے۔ میری غلطی تھی۔ میں نے آپ کے خلاف بہت کچھ کہا۔ مگر اب اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں۔ اور معافی چاہتا ہوں۔ مولانا نے کہا۔ دل صاف کر لو۔ اور جاؤ۔ اللہ تمہیں خوش رکھے۔ وہ کہنے لگا "حضور! اب کہاں جاؤں؟ ہاتھ بڑھایئے اور مجھے اپنا مرید بنا لیجئے۔ چنانچہ وہ بڑا نیک نمازی اور توحید و سنت کا علمبردار بن گیا۔ اور وہ بڑے لوگوں کو راہ راست پر لایا۔ وہ اکثر آپ کی مجلس میں آتا رہتا تھا۔ اس واقعہ کے راوی مولوی قائم الدین صاحب کا بیان ہے۔ کہ محمود ڈوگر کی آنکھ پر ایک موہکہ تھا۔ جو اسے بہت تنگ کرتا تھا۔ اور آنکھ ڈھانپ لیتا تھا جس سے وہ سخت تنگ آ گیا تھا۔ اس نے عرض کیا۔ حضرت اس پر دم کر دیجئے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے بھی نجات دے دے۔ مولانا نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔ اور اس پر لعاب لگا دی۔ محمود کا بیان

= تحریروں تا آنکہ اپنے خطبات جمعہ میں' درسوں اور نجی محفلوں میں اہلحدیثوں کو بدنام کرتے اور انہیں ان کے خلاف اکساتے رہتے ہیں۔ اور انہیں یہاں تک کہتے ہیں کہ ان وہابیوں سے میل جول نہ رکھو۔ یہ اولیاء کے دشمن اور اماموں کے گستاخ ہیں۔ رسول پاک کی توہین کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ' اس طرح دن رات اہلحدیثوں کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کر کے اپنے طور پر خوش ہوتے ہیں جیسے کوئی بڑا معرکہ مارا ہو' لیکن حقیقت میں یہ چند ٹکوں کی خاطر اپنی عاقبت تباہ کر لیتے ہیں۔ یہ ہم خوشی سے نہیں کہتے دکھ سے کہتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ انہیں سمجھ عطا کرے۔ آمین (فاروقی)

ہے' کہ اس کے بعد وہ موہکہ کچھ ایسا مٹا کہ کبھی ظاہر نہیں ہوا اور مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس تکلیف سے نجات مل گئی۔

(۴) آپ کی دعا کی برکت

موضع لکھوکی سے کچھ فاصلہ پر ایک جمیل آباد نامی گاؤں تھا۔ جہاں کا سردار جلال الدین عرف "جلو" بہت بڑا زمیندار اور کئی گاؤں کا مالک تھا۔ جلو کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوتی تھی۔ اس نے کئی بیویاں کر رکھی تھیں۔ مگر پھر بھی وہ اولاد سے محروم تھا۔

پنجاب میں یہ رواج چلا آ رہا ہے۔ کہ جب کسی کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو' تو وہ پیروں' فقیروں' جوگیوں' مست قلندروں' خانقاہوں اور قبروں کی طرف رجوع کرتا ہے اور ان سے اولاد چاہتا ہے۔ [1] جلو بھی اسی خیال کا آدمی تھا۔ اور جہاں کسی فقیر کا پتہ چلتا تھا وہیں اٹھ دوڑتا تھا۔ ایک بار اسے پتہ چلا۔ کہ فیروز پور شہر میں ایک مستانہ ہے جو مجذوب ہے اور بالکل ننگ دھڑنگ رہتا ہے' وہ اس کے پاس گیا۔ اور اس سے بیٹا مانگا۔ مجذوب بولا' نالائق! اگر بیٹا لینا ہے تو لکھوکی جا۔ جلو نے دل میں کہا کہ

---

(1) اگر شبہ ہو تو کسی جمعرات کو کسی "مزار" "دربار" اور "آستانے" پر جا کر دیکھ لیجئے۔ آپ کو یہ سارے پکھنڈ وہاں نظر آ جائیں گے۔ حالانکہ اگر یہ اچھے کام ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہر کو نبی ﷺ کے روضہ اقدس پر جا کر کرتے۔ روضہ کی چوما چاٹی' ماتھا ٹیکی' رکوع و سجود اور استمداد و استغاثہ کرتے' مگر انہوں نے ہرگز ایسے نہ کیا۔ معلوم ہوا قبروں پر جا کر ایسے کام کرنا حرام و ممنوع اور آنحضرت ﷺ کی سنت مبارکہ اور صحابہ کرام و اہل بیت اطہار کے بابرکت طریقے کے سراسر خلاف ہے۔ یقین جان لیجئے یہ طریقہ صحیح نہیں بلکہ بالکل غلط ہے اور یہ صحیح مسلک اہل سنت والجماعت کے الٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ آمین (فاروقی)

وہاں تو سب وہابی ہی وہابی ہیں۔ بھلا وہاں بیٹا کیسے ملے گا؟ مجذوب نے کہا۔ نالائق۔ جانا نہیں؟ تجھے بیٹا یہاں سے نہیں بلکہ وہاں سے ملے گا۔ جلو اس مستانہ کے ارشاد پر لکھوکی پہنچا۔ وہاں چوٹی کے بزرگ حضرت مولانا عبدالرحمٰن لکھوی ہی تھے یہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان سے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے کہا۔ میں دعا تو کر دیتا۔ مگر تو منکر قرآن ہے۔ تیرے حق میں میری دعا قبول نہیں ہو گی۔ جلو نے کہا میں نے کب قرآن کا انکار کیا ہے؟ آپ نے پوچھا۔ کہ تیری کتنی بیویاں ہیں۔ اس نے کہا کہ سات۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن تو چار سے زیادہ کی اجازت نہیں دیتا۔ پھر تو نے سات کیوں کیں؟[1] اس نے کہا۔ جو حکم ہو۔ میں اس پر عمل کروں گا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تین کو یہیں طلاق دے دو۔ گاؤں میں مسجد بنوا دو۔ خود نماز پڑھنے کا اقرار کرو اور دوسروں کو بھی نماز کی تلقین کرو۔ تو میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں۔ اس نے ایسا کرنے کا وعدہ کر لیا۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اللہ کی قدرت۔ اگلے ہی سال اس کے ہاں فرزند تولد ہوا۔ وہ دوڑا دوڑا آیا۔ اور مولانا کو لے جانا چاہا۔ مگر آپ نہ گئے۔ اور کہا۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ عوام جہلاء یہ سمجھنے لگیں کہ عبدالرحمٰن نے بیٹا دیا ہے۔ پھر اس نے عرض کیا۔ کہ حضور! آپ اس کی تردید کر دیں اور توحید کا وعظ کہیں۔ تا کہ ہمارے دیہاتوں کے لوگ بھی کچھ توحید و سنت سے آشنا ہو جائیں۔ چنانچہ اس کی ترغیب پر جذبۂ تبلیغ کے تحت آپ وہاں تشریف لے گئے۔ اور کئی دن تک وہاں وعظ فرماتے رہے اور اس علاقے کے قریب قریب سب

---

(1) یہ اس علاقے میں مشہور تھا کہ اس نے اتنی عورتوں سے نکاح کیا ہوا ہے۔ یہ حضرت لکھوی نے بھی سن رکھا تھا۔ یہ نہیں کہ آپ کوئی عالم الغیب تھے' ذخیرۂ اسلام گواہ ہے کہ عالم الغیب صرف ایک اللہ ہے اور کوئی نہیں۔ (فاروقی)

گاؤں اہل حدیث ہو گئے۔ روانگی پر سردار نے آپ کو بہت کچھ دینا چاہا۔ مگر آپ نے ایک دانہ تک قبول نہ کیا۔[1]

(۴) آپ کی بے پناہ روحانی طاقت

حضرت مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ مولینا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار اپنے رسالہ "اشاعت السنہ" میں مرزا قادیانی کو چیلنج دیا۔ کہ وہ ہمارے ایک عالم بے بدل صوفی کامل کے ساتھ روحانی مقابلہ

---

(1) یہ ہے سچے اولیاء کی شان۔ ان کی لوگوں کی جیبوں پر نظر نہیں ہوتی بلکہ اللہ کی رحمت پر نظر ہوتی ہے۔ ان میں طمع لالچ نام کی کوئی بات نہیں ہوتی۔ یہ سونا چاندی ان کے نزدیک اینٹ روڑے کا درجہ رکھتے ہیں۔ نیز اولیاء شریعت کے خلاف نہ چلتے ہیں نہ کسی کو چلنے دیتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ شرک پر نفرین بھیجتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی خالص توحید کے پھریرے لہراتے ہیں۔ دیکھ لیجیے حضرت کی تبلیغ کی تاثیر سے گاؤں کے گاؤں مسلک حق' مسلک توحید و سنت کے دلدادہ ہو گئے۔ یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ عوام کی اصلاح ہو سکتی ہیں بشرطیکہ شرک و بدعت کے "بیمار مولوی صاحبان" کچھ قربانی دیں۔ ان کی قربانی یہی ہے کہ اپنے حلوے مانڈے کو توحید و سنت پر قربان کر دیں۔ اور کم از کم ارباب توحید و سنت کی راہ میں روڑا نہیں حائل نہ کریں۔ ایک مرتبہ خود بندہ نے چند علماء کو ساتھ لے کر اپنے قریب علاقے میں تبلیغ و دعوت کا کام شروع کیا جسے عوام نے سراہا مگر مشرک اور بدعتی مولوی صاحبان دعوت و ارشاد برداشت نہ کر سکے۔ بات وہی ہے جو ہم نے کہی ہے کہ اصل مجرم ایسے مولوی صاحبان ہیں جو برائی کے اصل موجب بنتے ہیں۔ بھلا اس سے بڑی برائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ توحید و سنت کی آواز کو دبا دیا جائے اور اس کے برعکس لوگوں کو شرک و بدعات کے متعفن گڑھے میں دھکیل کر انہیں جہنم کی راہ دکھلائی جائے۔ یعنی بیچارے عوام کا مال بھی لوٹا جائے اور ایمان بھی۔ ان کا مال کھا کر ان کا ایمان تو رہنے دیتے۔ مگر ان نابکاروں نے ظلم یہ ڈھایا کہ ان کے پلے ایمان نہ مال کچھ نہ رہنے دیا۔ (فاروقی)

کرے۔ اگر وہ کامیاب ہوا۔ تو ہم اس کا ساتھ دیں گے۔ اور اگر وہ ناکام ہو گیا تو اپنے دعوے سے تائب ہو جائے۔ یہ روحانی مقابلہ دونوں کو الگ الگ مکان میں بٹھا کر سات دن تک رہے گا۔ مگر مرزا جی نے اس سے انکار کر دیا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔

مولانا غلام نبی الربانی صاحب کا بیان ہے کہ میں نے مولینا محمد حسین بٹالوی سے پوچھا۔ کہ وہ کون صوفی بزرگ ہیں جن کی روحانی قوت پر آپ کو اس قدر اعتماد ہے۔ کہ مرزا جی کو ایسا اور ذمہ دارانہ الٹی میٹم دے دیا۔ مولانا محمد حسین صاحب نے فرمایا۔ کہ وہ سید الاتقیا حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب لکھوی ہیں' مجھے ان کی روحانی طاقت پر اتنا اعتماد اور وثوق ہے' کہ اگر مرزا مان جاتا' تو یقیناً تباہ و برباد ہو کر اپنے صحیح انجام کو پہنچ جاتا کہ دنیا اس سے عبرت حاصل کرتی۔

(۵) آپ کا ایک الہام

مولانا عبدالرحمٰن صاحب جب سفر حج کے لیے روانہ ہوئے۔ اور بمبئی پہنچ کر جہاز کا ٹکٹ خرید لیا۔ اور جہاز چلنے کو تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اس جہاز پر نہیں جانا چاہئے۔ چنانچہ ٹکٹ واپس کر دیا گیا۔ پھر ایک ہفتہ کے بعد دوسرے جہاز کا ٹکٹ خریدا۔ جب وہ تیار ہوا۔ تو آپ نے پھر یہی فرمایا کہ اس جہاز پر نہیں جانا چاہئے۔ ہمراہی حیران تھے' کہ حضرت کیا کر رہے ہیں۔ جان بوجھ کر روانگی میں تاخیر کر رہے ہیں۔ مگر بالآخر آپ کا کہا مانا اور وہ ٹکٹ واپس کر دیا۔ پھر تیسرے دن جہاز پر سوار ہوئے۔ جب جدہ پہنچے۔ تو معلوم ہوا کہ پہلے دونوں جہازوں میں بیماری پھیل گئی تھی۔ اور حکومت نے انہیں چالیس' چالیس دن کے لیے روک لیا ہے۔ یعنی اگر وہ لوگ بھی ان جہازوں میں سوار ہوتے تو چالیس (۴۰) دن بعد جدہ پہنچتے۔ کسی نے مولینا سے پوچھا کہ جہازوں کا آپ کو کیونکر پتہ چلا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ الہام ہوا

تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی تھی۔"(1)

نوٹ: آپ کے بہت سے الہامات اور کرامات اور بھی ہیں۔ مگر یہاں صرف انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ (خادم عفی عنہ)

---

(۱) الہام سے مراد ہے اللہ کی طرف سے خاص اشارہ' جو کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کو القاء کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے مولانا عبدالرحمٰن لکھوی علیہ الرحمۃ کو آئندہ احوال کا علم تو نہیں تھا۔ آپ کو یہ علم و آگہی اللہ کے بتانے سے ہوئی۔ اور علم غیب وہ ہوتا ہے جو کسی کے بتائے بغیر اپنے آپ معلوم ہو۔ تو اصل بات یہی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔ چنانچہ ارشاد قرآنی ہے: قُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ (یونس:۲۰) "اے حبیب ﷺ! کہہ دیجئے کہ سوائے اس کے اور کوئی بات نہیں کہ چھپی ہوئی بات اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے"۔ دوسری جگہ فرمایا: قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (النمل: ۶۵) "اے محمد ﷺ! کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمینوں میں سے اللہ کے علاوہ کوئی بھی چھپی ہوئی بات نہیں جانتا"۔ ایک جگہ فوت شدگان کا ذکر ہوئے فرمایا: وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (النحل: ۲۱' النمل: ۶۵) "دوسری باتیں جاننا تو رہا درکنار "ان بیچاروں کو تو یہ خبر نہیں کہ انہیں قبروں سے کب اٹھایا جائے گا"۔ ظاہر ہے قبروں سے بت تو نہیں اٹھیں گے' انسان ہی اٹھیں گے۔

یہاں یہ وضاحت کرنا اس لئے ضروری سمجھی گئی ہے کہ بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء اور اولیاء سب عالم الغیب ہیں۔ لیکن ان کا یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے سراسر خلاف ہے۔ اور صحیح عقیدہ وہی ہے جو قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ زمین و زماں اور کون و مکاں میں مطلقاً کوئی غیب نہیں جانتا۔ اور جس نے جو بتایا اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بتایا ہے۔ اور یہ شان اور کسی کی نہیں ہے۔ یہ قرآن مجید کا بیان کردہ عقیدہ ہے اسے اختیار کرنے میں کسی نبی ولی کی کوئی گستاخی نہیں ہوتی۔ یہ جو باور کرایا جاتا ہے کہ نبیوں ولیوں کے علم غیب کا انکار ان کی گستاخی ہے یہ صریح جھوٹ ہے اور اس طرح کے سب غلط مفروضے ہیں۔ یہ جھوٹ پر جھوٹ کی بنا رکھنے کے مترادف ہے۔ اس موضوع پر "رسالہ علم غیب" کا مطالعہ فرمائیں۔ انشاء اللہ سب شکوک واوہام دور ہو جائیں گے۔ (فاروقی)

۴ کرامات حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ

قلعہ میہاں سنگھ[1]

(۱) آپ کا کشف

ایک بار قلعہ میہاں سنگھ میں ایک حجام آپ کی حجامت بنا رہا تھا۔ کہ اس نے یہ شکایت کی، حضور میرا بیٹا کئی سال سے باہر گیا ہوا ہے۔ جس کا ہمیں کچھ پتہ نہیں۔ کہ

---

(۱) آپ قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ میں رہتے تھے۔ ۱۲۲۸ھ میں بمقام کوٹ بھوانیداس تولد ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے بزرگوار مولانا رحیم بخش صاحب سے حاصل کی۔ کتاب و سنت کی لگن پہلے ہی سے لگ چکی تھی۔ حدیث حضرت میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔ پھر جب ۱۲۸۸ھ میں حج پر تشریف لے گئے تو مولانا شیخ عبدالغنی صاحب محدث مدنی سے بھی اجازت حاصل کی۔ روحانی فیض سید میر صاحب مرحوم کوٹھ والے سے حاصل کیا۔ جو مولانا سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ مولانا عبداللہ صاحب غزنوی سے بھی آپ کا گہرا تعلق رہا۔ آپ صوفی منش ہونے کے باوجود مشہور واعظ بھی تھے۔ اور وعظ میں اتنا اثر اور سوز ہوتا تھا۔ کہ اکثر غیر مسلم وعظ سنتے ہی مسلمان ہو جاتے تھے، آپ شاعر بھی تھے، قوم کے اعوان تھے، ۶۳ سال کی عمر میں ۱۲۹۱ھ بروز جمعرات انتقال فرمایا۔ (اناللہ!) آپ کے دو بیٹے تھے جو ماشاءاللہ اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقے پر تھے۔ دونوں ہی عالم اور عامل تھے، جو اپنے والد کی مسند علم و ارشاد کے وارث ہوئے۔ اور ان کا یہ سلسلہ پوتوں اور پڑپوتوں میں منتقل ہوا۔ حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے کا نام عبدالقادر اور چھوٹے کا نام عبدالعزیز تھا۔ آپ استاد پنجاب حضرت مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین میں سے تھے۔ آپ نے اپنے دونوں بیٹوں کو حضرت حافظ صاحب کی شاگردی میں بھیجا۔ مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی سوانح حیات لکھی۔ ...

کہاں ہے، زندہ ہے یا مر گیا ہے! بس یہ ایک ہی بیٹا تھا، اس کی فکر میں ہم تو مرے جا رہے ہیں۔ آپ تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا، میاں وہ تو گھر بیٹھا ہے اور کھا رہا ہے۔ جاؤ بیشک جا کر دیکھ لو۔ حجام گھر گیا۔ تو سچ مچ بیٹا آیا ہوا تھا۔ اور کھانا کھا رہا تھا۔ بیٹے سے ماجرا پوچھا۔ تو اس نے کہا کہ ابھی ابھی میں سکھر سندھ میں تھا۔ معلوم نہیں۔ مجھے کیا ہوا۔ اور کیونکر طرفۃ العین میں یہاں پہنچ گیا۔[1]

= عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں علمی شعائیں آگے بڑھیں۔ اور ان کے بیٹے مولوی عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے راستے سے آگے پہنچیں۔ اور مرحوم کی علمی مسند کے وارث مولوی صاحب مذکور کے بیٹے مولانا حکیم سلیم اللہ اور مولانا حافظ حمید اللہ ہوئے۔ آگے یہ علمی سلسلہ مولانا حکیم سلیم اللہ صاحب کی اولاد میں منتقل ہوا۔ اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس علمی خاندان کی پانچ پشتوں میں علم و فضل منتقل ہوتا رہا۔ مولانا حکیم سلیم اللہ حفظہ اللہ کے چار بیٹوں میں سے تین بیٹے حافظ اور عالم ہیں۔ فللہ الحمد اور یہ ماشاءاللہ آگے فیض بانٹ رہے ہیں آج بھی قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ کی مسجد اور مدرسہ بارونق اور آباد ہیں۔ اور اس میں خاندانی اثرات نظر آتے ہیں۔ اللہ کرے یہ سلسلہ ابدالآباد تک رہے۔ آمین۔ (فاروقی)

(۱) جب یہ عقیدہ بنا لیا کہ عالم الغیب اور مختار کل اللہ تعالیٰ ہے۔ تو ایسی کرامات سے ہرگز یہ دھوکہ نہیں ہونا چاہئے کہ اولیاء ہر چیز دیکھ رہے ہیں۔ بعض دوستوں کے ہاں زندہ اور مردہ میں کوئی فرق نہیں۔ اگلے ہاں اولیاء جو چاہیں وہ کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ باتیں ہرگز نہ بھولئے (۱) کہ کرامت ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ (۲) وہ ولی کو مستقلاً تفویض نہیں ہو جاتی۔ (۳) اور ولی کو کرامت کا ظہور ہونے سے قبل کرامت کا علم نہیں ہوتا۔ قریب قریب یہی حال معجزے کا ہے۔ یہاں ایک بات اور بھی سمجھ لیجئے کہ بعض لوگوں کے ساتھ جنات کا بھی رابطہ ہوتا ہے۔ مثلاً جنات ان سے پڑھتے ہیں یا ان کے پاس یوں آتے جاتے ہیں جس طرح انسان آتے جاتے ہیں۔ تو اس صورت میں ان کے کہنے سے یا ان سے کہے بغیر پیش آمدہ کام جنات کر دیتے ہیں۔ جسے لوگ نہیں سمجھتے اور وہ نا سمجھی سے بزرگ اور ولی کو مالک و مختار، عالم الغیب اور متصرف فی الامور وغیرہ باور کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں بڑے واقعات ہیں کتاب "استاد پنجاب" میں بھی ایسے عجیب و غریب واقعات درج ہیں۔ اور وہ صحیح ہیں۔ نیز اگر وقت ملے تو امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اولیاء الرحمن" پڑھئے۔ بڑی چشم کشا کتاب ہے۔ (فاروقی)

(۲) آپ کا ایک اور کشف

فضل دین نمبردار سکنہ مان ضلع گوجرانوالہ کا بیان ہے۔ کہ میں نے ایک ساہوکار (تاجر) سے بارہ سو روپیہ قرض لیا تھا۔ اور وہ مجھے بہت تنگ کر رہا تھا چنانچہ ایک بار تو اس نے مجھے نوٹس دے دیا۔ اور قریب تھا کہ دعویٰ کر کے مجھے ذلیل کرتا۔ میں مولانا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اپنی غربت اور ناداری کا ذکر کیا اور دعا کی فہمائش کی۔ آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں۔ جاؤ چار آدمی ساتھ لے کر اس سے حساب کرو۔ صرف بائیس روپیہ نکلیں گے۔ وہ ادا کر دینا۔ فضل الدین حیران ہوا کہ میں نے ابھی تک اسے دیا لیا تو کچھ ہے نہیں! بھلا بائیس روپیہ کیسے نکلیں گے۔ آپ نے فرمایا جاؤ تو۔ بائیس روپیہ سے زیادہ نہیں نکلیں گے۔ وہ چند دوستوں کو ساتھ لے کر گیا اور ساہوکار سے کہا۔ کہ بہی کھاتہ لاؤ۔ اور میرا حساب صاف کر لو۔ ساہوکار نے بہی کھاتہ نکالا۔ تو دیکھا۔ کہ اس کے حساب میں کہیں لکھا ہے۔ فلاں تاریخ کو اتنی گندم لی۔ اتنا تمباکو وصول ہوا۔ اتنی کپاس آئی۔ علیٰ ہذا القیاس' سارا حساب جو لگایا۔ تو بتایا صرف بائیس روپیہ نکلے۔ ساہوکار حیران تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے اور فضل دین بھی حیران تھا۔ مگر بہی کھاتہ کے مطابق بائیس روپیہ دے کر حساب صاف کر دیا۔

(۳) آپ کی ایک زمیندار کے حق میں پیش گوئی

اسی فضل الدین زمیندار سکنہ مان (گوجرانوالہ) کا بیان ہے۔ کہ میرے پاس کوئی گائے بھینس نہ تھی کہ گھر والوں کو دودھ گھی مل سکتا۔ پاس کوئی رقم بھی نہ تھی۔ کہ گائے بھینس خریدی جا سکتی۔ ایک بوڑھی سی بھینس تھی۔ جس سے ہم مایوس ہو چکے تھے کہ وہ گابھن نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ بہت بوڑھی اور کمزور ہو چکی ہے۔ میں نے مولانا سے عرض کیا۔ ہم غریب لوگ ہیں۔ حضرت دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ کوئی دودھ گھی انتظام کر دے۔ آپ نے فرمایا۔ تمہاری وہی بھینس گابھن ہو چکی

ہے' اور عنقریب بچہ دینے والی ہے۔ وہ انشاء اللہ مدت تک دودھ دیتی رہے گی' تم فکر نہ کرو اللہ سب کچھ کر دے گا۔ فضل دین کا بیان ہے' کہ سچ مچ تھوڑے دنوں میں وہ بھینس دودھ دینے لگی۔ اور قریباً گیارہ دفعہ اس کے بعد سوئی (یعنی اس نے بچہ دیا) اور مدت دراز تک دودھ دیتی رہی۔[1]

(۴) آپ کا ایک اور کشف

میاں محمد جو لاہور میں ایک مشہور سوداگر تھا۔ بیان کرتا ہے کہ میں نے بہت سے گھوڑے بغرض فروخت کشمیر روانہ کئے۔ مگر تین مہینے گزر گئے۔ کوئی گھوڑا فروخت نہ ہوا۔ میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ حضرت دعا کیجئے بہت نقصان ہو رہا ہے۔ اور مفت کا روزانہ خرچ پڑ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا میاں! تیرے گھوڑے

---

[1] ان دونوں واقعات میں تشویش کی کوئی بات نہیں کہ جب ہم نے مان لیا کہ کرامت میں قدرت' اللہ کی ہوتی ہے اور ذریعہ ولی اللہ ہوتا ہے تو پھر پریشان کیوں ہوں؟ یہ جو کچھ ہوا اللہ کے کرنے اور بتانے سے ہوا۔ ورنہ ولی اپنے زور بازو یا اپنی قوت سے یہ کام نہیں کرتا۔ نہ علم غیب رکھتا ہے جس طرح کسی دوست کو دوست پر ناز ہو تو وہ اس کا کام خود کر دیتا ہے اسی طرح ولی کو اللہ پر ناز (اعتماد) ہوتا ہے۔ اللہ اس کی طرف سے کام کروا دیتا ہے۔ اور جہلاء سمجھتے ہیں کہ شاید خود ولی اللہ یہ سارے کام کر رہا ہے ایسی بات نہیں ہے۔ کئی مرتبہ ولی کو خبر بھی نہیں ہوتی اور وہ کام ہو چکا ہوتا ہے۔ یاد رکھئے ایسے واقعات کرامات کے ذیل میں آتے ہیں۔ ان کو عام عقل سمجھ نہیں سکتی۔ لہٰذا ایسے واقعات سے ہمیں عقیدۂ توحید کو متزلزل نہ کرنا چاہیے۔ توحید ایمانیات میں داخل ہے۔ بلکہ توحید پر ایمانیات کی بنا ہے۔ اگر پھر بھی ایسی کرامات پر دل نہ جمے تو بے شک نہ مانیں کیونکہ انہیں ماننا نہ اللہ کا حکم ہے نہ ایمان کا جزو۔ کرامات چھوڑی جا سکتی ہیں مگر توحید نہیں چھوڑی جا سکتی۔ ان کرامات پر ایمان لانا ضروری نہیں جبکہ عقیدۂ توحید پر ایمان لانا اور استقامت اختیار کرنا ضروری ہے۔ (فاروقی)

والئی کشمیر نے خرید لیے ہیں۔ اور تین ہزار منافع ملا ہے۔ میاں محمد حیران ہوا۔ کہ ابھی ابھی تو خط آیا۔ کہ یہاں کوئی خریدار نہیں۔ اور آپ فرماتے ہیں۔ کہ تین ہزار منافع ملا ہے۔ میاں محمد کہتا ہے کہ دوسرے روز خط آگیا۔ کہ سب کے سب گھوڑے فروخت ہو گئے ہیں اور تین ہزار منافع ہوا ہے۔

(۵) ہندو عورت اسلام میں داخل ہو گئی

شیخ عبداللہ نو مسلم جو موضع دلاور میں رہتا تھا۔ کہتا ہے۔ کہ میں جب مسلمان ہو گیا۔ تو میری بیوی نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا۔ اور کہنے لگی۔ کہ میں تو کبھی مسلمان نہ ہوں گی۔ مجھے بہت صدمہ تھا اور اسی صدمہ میں میں نڈھال ہوتا چلا گیا۔ کیونکہ میں اسے بہت چاہتا تھا اور حد سے زیادہ محبت رکھتا تھا۔ تمام اقرباء بھی میرے دشمن ہو گئے اور بیوی بھی از حد نفرت کرنے لگی۔ کچھ عرصہ کے بعد میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دعا کے لیے فہمائش کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ کہ اس کے بغیر میری زندگی محال ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ وہ آ رہی ہے اور مسلمان بھی ہو گئی ہے۔ چنانچہ اسی دن اس کا پیغام آیا۔ کہ مجھے آ کر لے جاؤ۔ میں مسلمان ہو جاؤں گی۔[1]

---

(1) بسا اوقات اولیاء کے دعا مانگنے سے کام ہو جاتا ہے۔ اور بسا اوقات ان کی خواہش کو اللہ تعالیٰ پورا فرما دیتا ہے۔ اور اگر اللہ چاہے تو ساتھ اشارہ بھی فرما دیتا ہے۔ لیکن بات وہی ہے کہ سب کچھ من جانب اللہ ہوتا ہے۔ اللہ اگر نہ چاہے تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ بڑے اولیاء ایسے ہو گزرے ہیں اور اب بھی ہیں کہ ان کی اپنی اولاد ان کے چاہنے کے باوجود علم نہیں سیکھ سکی' ہدایت پر نہیں آ سکی۔ کئی اولیاء اولاد نرینہ سے محروم رہے کئی اولیاء کی اولاد ہی نہیں ہوئی۔ کئی اولیاء امراض میں گرفتار رہے اور آخر تک گرفتار رہے۔ کئی اولیاء قوت سامعہ و باصرہ کمزور ہونے کے باعث اچھی طرح سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں۔ نہ اچھی =

(۶) سکھ عورت مسلمان ہو گئی

محمد عمر ولد کرم الٰہی کا بیان ہے۔ کہ مولانا نماز صبح سے فارغ ہو کر گھر کو جا رہے تھے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ کہ ایک سکھ عورت "واہ گرو واہ گرو" پڑھتی جا رہی تھی۔ آپ نے کہا۔ کہ واہگرو نہیں بلکہ "وحدہ" کہو' صحیح یہی ہے۔ اللہ کی قدرت وہ عورت "وَحْدَہٗ وَحْدَہٗ" کہنے لگی۔ اور یہ جملہ اس کی زبان پر ایسا جاری ہوا کہ ہزار کوشش سے بھی بدل نہ سکا۔ اور بالآخر وہ مسلمان ہو گئی۔

(۷) سکھ مسلمان ہو گیا

ایک بار آپ گجرات کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک سکھ ملا۔ اس نے

= طرح بول سکتے ہیں۔ کئی ایسے ہیں کہ ان کی بیوی ان کے تابع نہیں۔ اولاد ان کی ہمنوا نہیں' جن کی بنا پر وہ پریشان رہتے ہیں۔ اصل بات وہی ہے کہ ولی بجائے خود کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ اور جب وہ اپنی ذات اور اپنے احوال پر اختیار نہیں رکھتا تو وہ دوسروں پر کیسے اختیارات رکھ سکتا ہے؟ ہاں' اصل بات یہ ہے کہ طاقت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ ہے وہ جب چاہے' جس کو چاہے' جتنی چاہے طاقت عطا فرما سکتا ہے اور فرما دیتا ہے۔ علاوہ ازیں اولیاء کے ساتھ انسانوں کے علاوہ ملائکہ اور جنات کا بھی رابطہ ہوتا ہے یا ہو سکتا ہے۔ ان کے بعض امور' انسان نمٹا دیتے ہیں' بعض ملائکہ اور بعض جنات۔ پھر اولیاء کو "فراست مومنانہ" بھی نصیب ہوتی ہے' دل و دماغ کا آئینہ جس قدر مصفیٰ ہو گا وہ فراست اسی قدر شاندار اور اعلیٰ ہو گی۔ عوام تو رہے الگ اولیائے کاملین کی بعض باتیں خواص بھی نہیں سمجھ سکتے۔ لہٰذا عقل سے بالا باتوں کے بارے میں بحث و تکرار میں پڑنے اور الجھنے سے ہر ممکن پرہیز کرنا چاہیے۔ جس کرامت پر دل مطمئن نہ ہو بے شک نہ مانیں۔ کیونکہ کرامات و واقعات پر ایمان لانا ضروری نہیں قرآن و حدیث پر یقین رکھنا ضروری ہے۔ کرامات و واقعات کا انکار کفر نہیں مگر قرآن و حدیث کا انکار کفر ہے۔ بہرحال قرآن و حدیث کا انکار جائز نہیں ہے۔ قرآن و حدیث پر ایمان لانے میں بال برابر فرق نہیں کرنا چاہیے۔ (فاروقی)

پوچھا۔ کہ حضرت موضع ڈنگہ کا راستہ کونسا ہے۔ (ڈنگہ موضع گجرات میں ایک مشہور مقام ہے)' آپ نے فرمایا کہ بھائی مجھے "ڈنگہ راستہ" یعنی جنہم کا راستہ معلوم نہیں۔ البتہ "سیدھا راستہ" یاد ہے (ڈنگہ پنجابی میں ٹیڑھے کو کہتے ہیں) اس نے ہنس کر کہا اچھا سیدھا راستہ بتا دیجئے' آپ نے کہا۔ پڑھو "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔" آپ کا یہ کہنا تھا۔ کہ وہ کلمہ پڑھنے لگ گیا۔ اور وہیں مسلمان ہو گیا۔

(۸) باوا کاہن داس کی زبان پر کلمہ جاری ہو گیا

باوا کاہن داس گورداسپوری ایک بار قلعہ میہاں سنگھ آیا۔ ہندوؤں نے مل کر عرض کیا۔ باوا جی! یہاں ایک مولوی صاحب ہیں۔ جن کے وعظ سے کئی ہندو مسلمان ہو رہے ہیں۔ آپ بھی بڑے ودوان ہیں ذرا ان کا مقابلہ تو کیجئے۔ تاکہ ہندو مسلمان ہونے سے بچ جائیں۔ باوا جی نے کہا۔ بہت اچھا۔ میں اسلام پر ایسے اعتراض کروں گا۔ کہ وہ کچھ جواب نہ دے سکیں گے' چنانچہ باوا جی بڑے طمطراق کے ساتھ مولانا کے پاس پہنچے۔ اور جاتے ہی کہا:

"کہ اسلام کیا ہے؟ جسے آپ لیے پھرتے ہیں۔"

مولانا نے فرمایا۔ کہ "باوا جی! آیئے میں بتاؤں اسلام کیا ہے۔ اول کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ"۔

ابھی آپ نے کلمہ پڑھ کر سنایا ہی تھا اور آگے کچھ کہنا چاہتے تھے۔ کہ باوا جی نے خود بخود کلمہ پڑھنا شروع کر دیا اور وہیں مسلمان ہو گئے۔ یہ دیکھ کر بہت سے ہندو بھی مسلمان ہو گئے۔

(۹) آپ کے بتائے ہوئے وظیفے کی تاثیر

قلعہ میہاں سنگھ میں ایک بڈھا نامی کشمیری تھا۔ جو بہت عیالدار تھا۔ مگر مفلس اور غریب تھا۔ اس نے حاضر ہو کر اپنی ناداری کی شکایت کی اور دعا کے لیے التجاء

کی۔ آپ نے فرمایا۔ میاں بڈھا! بعد نماز صبح ایک بار سورہ یٰسٓ پڑھ لیا کرو۔ انشااللہ کسی نہ کسی صورت میں تمہیں ایک روپیہ روزانہ مل جائے گا۔ میاں بڈھا نے یہ عمل شروع کر دیا۔ اور سچ مچ اسے ایک روپیہ روزانہ ملنے لگا۔ کبھی کسی بہانہ سے ملتا کبھی کس بہانہ سے۔ مگر ایک روپیہ روزانہ ضرور مل جاتا۔ اس نے دل میں خیال کیا۔ کہ اگر دو بار سورہ یٰسٓ پڑھوں تو شاید دو روپیہ ملنے لگیں۔ چنانچہ اس نے دو بار سورہ یٰسٓ پڑھنی شروع کی۔ تو سچ مچ دو روپیہ ملنے لگے۔ پھر اس نے تین بار روزانہ شروع کر دی۔ تو تین روپیہ ہو گئے۔ پھر چار بار پڑھی۔ تو چار روپیہ ملے' پھر وہ پانچ بار پڑھنے لگے۔ تو پانچ ملنے شروع ہو گئے۔ اسی اثناء میں ایک دن مولوی صاحب آ گئے۔ فرمایا کہ میاں بڈھا' اب تم بہت لالچی ہو گئے ہو۔ اب یٰسٓ سے تمہیں کچھ نہیں مل سکتا۔ بڈھا کہتا ہے۔ کہ اب اس کے بعد میں نے ہزار بار بھی یٰسین پڑھتا رہا۔ مگر ایک روپیہ بھی نہ ملا۔[1]

(۱۰) آپ کی روحانی قوت

ایک بار مولوی صاحب نے موضع فیروز والا سے ایندھن کے لیے ایک درخت لیا۔ جو بہت بڑا تھا۔ آپ نے اس کی کانٹ چھانٹ کروا کر دوسری بیل گاڑی پر لدوا لیا۔ تاکہ اپنے گاؤں لے آئیں۔ راستہ میں اندھیرا ہو گیا ایک جگہ بیل گاڑی

---

(۱) یہ عطیہ خداوندی بھی ہو سکتا ہے۔ اس میں جنات کا عمل دخل بھی ہو سکتا ہے۔ بہرحال کرامات کی وجہ سے توحید کے منافی کوئی بات نہیں کرنی چاہئے۔ اور یہ نہیں سمجھنا چاہیے شاید مولوی صاحب کو اختیارات حاصل ہو گئے تھے۔ اور پیچھے بتا چکے ہیں اگر پھر بھی توحید پر دل نہ ٹکے تو توحید کے انکار کی بہ نسبت ایسی کرامت کا انکار کر دینا بہتر ہے۔ کیونکہ توحید کا انکار تو صریح کفر ہے۔ اور ایسی کرامات کے انکار سے عقیدے یا دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ (فاروقی)

الٹ گئی۔ میاں بوٹا گاڑی بان کہنے لگا حضرت اب گھر پہنچنے کی کوئی صورت نہیں۔ قریب کوئی آبادی نہیں کہ لوگوں کو بلایا جاسکے۔ اور بیل گاڑی سیدھی کی جاسکے۔ اب رات یہیں گزرے گی اور کل کام ہو سکے گا۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ میاں بوٹا آؤ تم اور ہم مل کر کوشش کریں۔ اور بیل گاڑی سیدھی کرلیں۔ بوٹا بولا' حضور' یہ تو چالیس پچاس آدمیوں کا کام ہے۔ بھلا دو آدمی کیونکر سیدھی کر سکتے ہیں؟ آپ نے ہنس کر فرمایا۔ کہ مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ آؤ کوشش کرتے ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ سیدھی کردے۔ چنانچہ بوٹا کہتا ہے۔ کہ میں نے تو یونہی مذاق کے طور پر ہاتھ رکھا۔ اور مولوی صاحب نے تھوڑا سا زور لگایا۔ اور گاڑھی سیدھی ہو گئی۔ اور ہم جلدی ہی گھر پہنچ گئے۔ اور مولوی صاحب نے کہا۔ میاں بوٹا۔ دیکھو' یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو۔ کہ لوگ اس واقعہ کو اچھالنا شروع کردیں۔[1]

نوٹ۔ یہ چند کرامتیں محض بطور نمونہ درج کردی گئی ہیں۔ ورنہ آپ کی بہت سی کرامات زبان زد خاص و عام ہیں۔ اور آپ کی سوانحعمری میں درج ہیں۔ جو چھپ چکی ہے۔ ان کو پڑھتے وقت معیار قرآن و حدیث کو رکھا جائے۔ جو قرآن و حدیث کے موافق نظر آئے وہ ٹھیک ہے اور جو موافق نظر نہ آئے اس کو دل میں جگہ نہ دی جائے۔

---

[1] دیکھ لیجئے اولیاء اپنی کرامات کو اچھالنا پسند نہیں کرتے۔ رہی یہ بات کہ اتنی بڑی بیل گاڑی آپ نے کس طرح سیدھی کرلی۔ تو اس میں زیادہ حیرت و استعجاب کی کوئی بات نہیں یہ آپ کی روحانی طاقت بھی ہو سکتی ہے۔ اور آپ کے جنات شاگردوں کی اعانت بھی ہو سکتی ہے۔ اور بزرگوں کے حالات میں ایسے واقعات ملتے ہیں۔ (فاروقی)



کرامات حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری[1] رحمہ اللہ

(۱) آپ کی توجہ کی تاثیر

عنایت حسین پٹیالوی آپ کے بہت اچھے دوست تھے۔ انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی شیخ فضل حق سکنہ سنام کے بیٹے سے کردی' وہ لڑکا نہایت خراب نکلا۔ شراب پیتا۔ جواء کھیلتا۔ بدکاروں کے ساتھ رہتا۔ برے کام کرتا۔ اور فارغ پڑا رہتا۔ اور گھر

---

(۱) قاضی صاحب موصوف شعبان ۱۸۶۷ء بروز سوموار بمقام منصور پور المعروف چھینناں والہ ریاست پٹیالہ پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار قاضی احمد شاہ صاحب بن مولانا باقی باللہ رحمہ اللہ نے اسی سال لیلۃ القدر میں یہ دعا مانگی تھی۔ الٰہی! مجھے بیٹا دے تو ایسا دے جو عالم باعمل متقی پارسا اور دین و دنیا میں ذی عزت ہو۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے پیدا ہوتے ہی عہد کر لیا تھا۔ کہ آپکو کبھی بلا وضو دودھ نہ پلاؤں گی۔ چنانچہ اللہ نے انہیں بیٹا دیا اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے پائی۔ اور توحید و سنت گھٹی ہی میں رچ بس گئی۔ عربی کتابیں مولوی سید محمد حسین صاحب رام پوری سے پڑھیں۔ حدیث کی سند حضرت دادا جان رحمہ اللہ سے لی اور انہیں سے روحانی فیض پایا۔ ۱۸۸۳ء میں منشی فاضل کا امتحان دیا اور پنجاب بھر میں اول رہے۔ سنہری تمغہ انعام پایا۔ پھر ملازمت کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو ترقی کرتے کرتے پٹیالہ سٹیٹ میں سیشن جج ہو گئے۔ ۲۴ مارچ ۱۹۲۳ء کو پنشن یاب ہوئے۔ اثنائے ملازمت میں بھی تدریس کا کام جاری رکھا۔ روزانہ صبح اپنی مسجد میں قرآن کریم کا درس دیتے اور جمعہ بھی پڑھایا کرتے تھے۔ تقریر کے علاوہ تحریر میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ بلا کے ذہین تھے۔ ایک بار جس کتاب کو دیکھ لیتے دوبارہ دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے تھے۔ بائبل' تورات اور اناجیل (لوقا' مرقس' متی اور یوحنا) پر آپ کو بڑا عبور تھا۔ تاریخ میں تو امام وقت تھے۔ شاعر بھی تھے۔ کئی کتابیں لکھیں' جن میں سے اکثر مطبوع اور ==

=بعض غیر مطبوع ہیں۔ آپ کی تصنیف "رحمۃ للعالمین" نے اردو دنیا میں وہ نام پیدا کیا کہ کسی کتاب کو یہ شرف نصیب نہ ہوا۔ تبلیغ اسلام میں بھی آپ نے بڑے بڑے کام کیے۔ آپ کو اپنی کرامات کو مشہور کرنا پسند نہ تھا۔ جو کام کرتے خاموشی سے کرتے۔ چنانچہ کئی بڑے بڑے عیسائی اور ہندو محض آپ کی تبلیغ سے مسلمان ہو گئے۔ غازی محمود دھرمپال جو منہ پھٹ آریہ تھا۔ محض آپ کی تعلیم سے دوبارہ اسلام میں آیا۔ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی جو مرزا قادیانی کا مخلص مرید تھا اور بیس ہزار روپیہ تبلیغ مرزائیت پر صرف کر چکا تھا' محض آپ کی تبلیغی مساعی کی بدولت مرزائیت سے تائب ہوا۔ آپ سیشن جج پٹیالہ تھے اور عدالتی معاملات میں اپنی نظیر آپ تھے۔ مہاراج جیسے آپ کی عادات' اخلاق' ذمہ داری' قانون دانی اور علمیت دیکھ کر آپ پر خوش تھے غالباً ریاست بھر میں کسی افسر پر ایسے خوش نہ ہوں گے۔

ذاتی اور خاندانی معاملات تک قاضی صاحب کے سپرد کر دیئے جاتے اور ان کو اندرونی معاملات میں بھی حکم (ثالث) بنا لیا جاتا۔ مگر اس اثر و رسوخ کے باوجود آپ نے بھی ذاتی مفاد کا کبھی خیال نہ کیا۔ نہ انعام لیا۔ نہ جاگیر مانگی۔ نہ خطاب کی خواہش کی۔ اور بجز اپنی تنخواہ کے ایک پیسہ تک قبول نہ کیا۔ اگر آپ چاہتے تو لاکھوں کروڑوں کا فائدہ حاصل کر سکتے تھے۔ مگر اپنے مشاہرہ (ماہانہ تنخواہ) پر ہی اکتفاء کیا۔ تنخواہ جو ذاتی ضروریات سے بچتی وہ بیواؤں کی پرورش' یتیموں کی خبر گیری اور ناداروں کی تعلیم و ترقی پر خرچ کر دیتے۔

آپ قومی اور اسلامی کاموں میں سب سے بڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اپریل ۱۹۳۰ھ میں دوسرے حج پر گئے اور اپنی دعا کے مطابق گناہوں سے پاک ہو کر اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن۔۔ خاکسار عبدالمجید خادم پر آپ کی خاص نظر عنایت تھی اور میرے دادا صاحب مرحوم سے ایک خاص روحانی تعلق تھا۔ جو صاحب ذوق اور صاحب علم ہیں۔ (اگر دادا جان عرصہ ہوا وفات پا چکے ہیں فاروقی) آپ دو مرتبہ ہمارے قصبہ سوہدرہ میں بھی تشریف لائے۔ بندہ پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔ آپ نے اپنی کتب چھاپنے کی بندہ کو اجازت دی۔ اور "تاریخ المشاہیر" بندہ کے کہنے پر لکھی۔ ہم کئی مرتبہ ایک اسٹیج پر اکٹھے ہوئے۔ اور تقریریں کیں۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب کہ آپ انجمن اہل حدیث پنجاب کے صدر اور=

والوں کو تنگ کرتا۔ غرضیکہ پرلے درجے کا بے دین نکلا۔ جس سے اس کے والد عنایت حسین صاحب کو سخت صدمہ پہنچا۔ "نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن"۔ موصوف بیچارے ہر طرح سے پھنس گئے۔ انہوں نے حضرت قاضی صاحب سے التجا کی کہ اللہ کے لیے آپ اس کا کوئی حل نکالیں میں بہت پریشان ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اسے میرے پاس لے آؤ۔ وہ آیا۔ تو آپ نے اس پر توجہ کی۔ وہ بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا۔ تو استغفار پڑھنے لگا۔ اور تمام گناہوں سے توبہ کر لی۔ بس ایک ہی صحبت میں اس کی حالت بدل گئی۔ اور وہ نہایت نیک' صالح' دین دار بن گیا۔ اور جی لگا کر کام کرنے لگا۔

(۲) آپ کی نگاہ کی تاثیر

شاہ نجم الدین کا بیان ہے کہ مجھے تیتر بازی کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ شب و روز میرا یہی مشغلہ تھا۔ سب مجھے بہت سمجھاتے۔ مگر کسی کا کہا مؤثر نہ ہوتا۔ ایک دن والد گرامی مجھے قاضی جی کے پاس لے گئے۔ آپ نے مجھ پر نگاہ ڈالی اور مختصر نصیحت کی جس کے بعد مجھے تیتر بازی سے کچھ ایسی نفرت ہو گئی کہ میں نے آتے ہی سب تیتر چھوڑ دیئے۔ اور پنجرے توڑ دیئے۔

=بندہ ناظم اعلیٰ تھا۔ بندہ کے جن گنے چنے چند بڑے علماء سے گہرے مراسم تھے ان میں سے ایک آپ ہیں۔ اللہ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ (اللہ ان دونوں کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ عرصہ ہوا یہ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ فاروقی) ہم نے حضرت قاضی منصور پوری رحمتہ اللہ علیہ صاحب کی جامع سیرت مرتب کر رکھی ہے۔ جو بعض موانعات کی وجہ سے شائع نہیں ہو سکی (خادم)۔ (شائقین حضرات آپ کی جملہ تصانیف جو مطبوعہ ہیں' دفتر مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ (گوجرانوالہ) سے منگوا سکتے ہیں' آپ دفتر سے خط و کتابت کر کے معلومات حاصل کر لیجئے۔ (فاروقی)

(۳) آپ کا جنات میں احترام

ولایت احمد نامی قصاب کی ہمشیرہ کو جن کی شکایت تھی۔ جو کسی سے نہ نکلتا تھا' بڑے بڑے عامل آئے۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر ولایت احمد' قاضی جی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ کہ آپ تشریف لے چلیں۔ شائد آپ کا کہا مان جائے۔ آپ نے فرمایا کہ میں جنات کا عامل نہیں ہوں۔ مگر خیر تم جاؤ۔ اور اسے میرا سلام کہہ کر یہ پیغام دو۔ "قاضی صاحب کہتے ہیں۔ اب تم چلے جاؤ"۔ چنانچہ ولایت احمد نے ایسا ہی کیا۔ اور کہا۔ محترم قاضی محمد سلیمان صاحب کہتے ہیں کہ اب تم چلے جاؤ۔ جن نے کہا "کہ قسم کھاؤ کہ انہوں نے یہ کہا ہے"۔ اس نے کہا واللہ! انہوں نے یہی کہا ہے۔ جن بولا۔ بہت اچھا لیجئے۔ اب جاتا ہوں"۔ چنانچہ اس کے بعد وہ جن اس کی ہمشیرہ کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ گیا۔ اور اسے مکمل آرام ہو گیا۔ اور دوبارہ کبھی شکایت نہ ہوئی۔

(۴) آپ کی زبان کی تاثیر

پٹیالہ میں ایک میر خان رنڈی تھی جو عرصہ دراز سے بدکاری کا پیشہ کرتی تھی۔ ایک بار آپ کی خدمت میں تعویذ لینے کے لیے حاضر ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ تعویذ کا معنی ہے پناہ مانگنا۔ تمارا تعویذ یہی ہے کہ بدکاری سے پناہ مانگو کہ اس غلیظ پیشہ سے توبہ کر اور کہیں نکاح کر کے بیٹھ جا۔ آپ کا کہنا تھا۔ کہ وہ متاثر ہو کر اسی وقت تائب ہو گئی۔ اور پھر زندگی کے بقایا تیس سال نہایت زاہدانہ زندگی میں بسر کیے۔

(۵) آپ کا کشف[1]

شاہ نجم الدین کا بیان ہے کہ ایک بار میں قاضی صاحب کے ساتھ لاہور جا رہا

---

[1] کشف کا معنی کھلنا' ظاہر ہونا ہے۔ اللہ گاہے اپنے بندوں کو کوئی بات دکھا دیتا ہے۔ گاہے درمیان =

تھا۔ لاہوری گیٹ کے قریب ایک قبر آئی۔ جس پر آپ ٹھہر گئے۔ اور کہا۔ دیکھو شاہ جی! اس صالح مرد کی قبر سے کس قدر خوشبو آ رہی ہے۔

شاہ جی کا بیان ہے کہ میں جو آگے بڑھا تو سچ مچ مجھے بھی نہایت خوشگوار خوشبو آئی۔ اس کے بعد میں بارہا اکیلا وہاں سے گزرا مگر پھر کبھی ویسی خوشبو نہیں آئی۔ (یہ محض ان کی صحبت اور روحانیت کا اثر تھا) شاہ جی کہتے ہیں کہ میں نے اس مرد صالح کا نام پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس کا نام زرداد خان پٹھان بتایا گیا ہے۔ جو عرصہ دراز سے یہاں مدفون ہے۔

(۶) آپ کا ایک اور کشف

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ جب کبھی لاہور تشریف لاتے۔ تو مال روڈ پر حیات برادرز کے ہاں قیام فرمایا کرتے تھا۔ میاں فضل کریم بن حاجی حیات محمد مالک فرم کا بیان ہے کہ جس مکان پر آپ ٹھہرا کرتے تھے۔ اس کے قریب ہی ایک خانقاہ تھی۔ جو اجڑی ہوئی تھی۔ ایک دن آپ نے مجھ سے پوچھا۔ کہ کیا یہاں کوئی قبر ہے۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں! آپ نے کہا۔ آج رات (خواب میں) ہمیں بزرگ ملے۔ اور کہا کہ قاضی جی۔ آپ اتنی بار یہاں تشریف لائے۔ مگر ہمیں ایک بار بھی نہیں ملے۔ قاضی صاحب نے پھر فرمایا۔ وہ بہت نیک اور صالح آدمی تھے۔ فلاں جگہ کے رہنے والے تھے۔ ادھر سے گذر رہے تھے۔ کہ انتقال ہو گیا۔ میاں فضل کریم کہتے ہیں۔ کہ اس کے بعد جب میں نے اس کی تحقیق کی تو وہ باتیں ویسی ہی ثابت ہوئیں۔ جو قاضی صاحب نے بیان فرمائی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کا نام اور پتہ بھی قاضی

= کا حجاب اٹھا دیتا ہے' جسے بندہ بچشم خود دیکھتا ہے۔ ایسی کیفیات کو کشف کہتے ہیں۔ یہ بندوں کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا۔ یہ اللہ کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اور کچھ وقت ہی کیلئے ہوتا ہے۔ اور اتنا عام نہیں ہوتا۔

صاحب نے بتادیا تھا۔[1]

(۷) آپ پر عالم بیداری میں انوار کی بارش

حافظ محمد حسن مرحوم لاہوری کا بیان ہے۔ کہ میں ایک بار قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کرامت کی اہمیت کے متعلق کچھ پوچھا۔ آپ نے اس مسئلہ کے مالۂ وماعلیہ یعنی تفصیلات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ صحیح بات تو یہ ہے کہ کرامت اہل اللہ کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ اصل چیز تو تقویٰ اور خشیت الٰہی ہے۔ پھر تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا:

کہ ایک دفعہ عالم بیداری میں مجھ پر انوار آسمانی کی بارش ہوئی اور میں ان آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ اجرام فلکی میرے بدن پر گر رہے ہیں۔ اور ایک طرف سے داخل ہوتے ہیں اور دوسری جانب نکل جاتے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر میں معاً سجدے میں گر پڑا۔ اور دعا مانگی کہ "الٰہی! میں ایسی چیزوں کا طالب نہیں ہوں۔ مجھے تو تیری محبت مطلوب ہے۔" پھر فرمایا۔ حافظ صاحب! میں یہ بات آپ ہی سے کی ہے۔ کسی اور سے ذکر نہ کرنا۔

(۸) آپ کا گیندے شاہ پر اثر

پٹیالہ میں ایک گیندے شاہ نامی مستانہ فقیر تھا۔ جو ہر وقت شراب میں مخمور رہتا تھا۔ جاہل لوگوں کا خیال تھا کہ اسے شراب پلانے سے حاجات بر آتی ہیں۔ چنانچہ جو

---

(۱) اس کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) قاضی صاحب کو خواب میں تفصیلات بتادی گئی ہوں۔ (۲) قاضی صاحب فن تاریخ میں اونچا پایہ رکھتے تھے آپ نے تاریخی طور پر وہ حالات معلوم کئے ہوں۔ (۳) وہاں کے کسی واقف کار نے قبر والے کے حالات بتائے ہوں۔ ورنہ قاضی صاحب کوئی علم غیب تھوڑا ہی رکھتے تھے۔ (فاروقی)

شخص آتا' شراب ہی لے کر اس کے پاس آتا۔[1] ایک بار قاضی جی کا ادھر سے گزر ہوا۔ وہ احترام کے طور اٹھ بیٹھا۔ آپ نے فرمایا۔ "سائیں جی۔ شراب حرام ہے۔ اس سے تائب ہو جائیے۔ اب آپ کے آخری دن ہیں"۔

آپ کی اس نصیحت کا گیندے شاہ پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے اسی وقت توبہ کر لی۔ اور تمام شراب پھینک دی۔ پھر جو کوئی شراب لاتا پھینک دیتا اور اسے آئندہ کے لئے منع کر دیتا۔[2] چنانچہ اس واقعہ سے تین دن بعد وہ انتقال کر گیا اور شیرانوالہ گیٹ کے پاس مدفون ہوا۔

(۹) آپ اور ایک مجذوب

قاضی عبدالرحمن صاحب پٹیالوی کا بیان ہے کہ نابھہ میں ایک مستانہ فقیر تھا جو بالکل ننگ دھڑنگ رہتا تھا اور مجذوب تھا۔ کسی نے قاضی صاحب سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے جذبہ اصلاح کے تحت اس سے ملنے کا ارادہ کیا اور فرمایا کہ کل چلیں گے۔ اور اس کے لیے کچھ کھانا بھی لے جائیں گے۔ چنانچہ اگلے روز جب آپ تشریف لے گئے اور ابھی اسٹیشن سے اترے ہی تھے کہ اس نے آپ کو دور سے

---

(۱) جو پیر و مرشد شراب نوش ہوں وہ دوسروں کو کیونکر برائی سے روک سکتے ہیں؟ ویسے فی زمانہ ایسے پیروں اور درویشوں کی بھرمار ہے۔ جب ایسے لوگوں کی تردید کی جاتی ہے اور ان کے مکروہ چہروں سے نقاب الٹی جاتی ہے تو یہ لوگ ناصحین کو مطعون کرتے ہیں اور ان کے طرح طرح کے نام رکھتے ہیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین" میں ایسے لوگوں کو "بدعتی" کہا ہے۔ (فاروقی)

(۲) یہ ہیں صحیح اولیاء جو گمراہ پیروں کو تلقین ہدایت کرتے ہیں۔ انہیں اولیاء الرحمن کہتے ہیں۔ ایسے اولیاء کا جس قدر ادب کریں تھوڑا ہے۔ البتہ اولیاء الشیطان کا قلع قمع کرنا چاہیے۔ تاکہ جرائم و معاصی کا خاتمہ ہو۔ اور ہدایت کا نور عام ہو۔ (فاروقی)

اپنی طرف آتے دیکھ کر کہنا شروع کیا "کپڑے لاؤ' کپڑے لاؤ۔ ایک بزرگ آرہا ہے اور مجھے اس سے حیا آتی ہے"۔ چنانچہ قاضی جی کے پہنچنے سے پہلے ہی اس نے کپڑا اوڑھ لیا۔ جب آپ پہنچے تو نہایت تکریم سے پیش آیا۔ اور دیر تک آپ سے باتیں کرتا رہا۔ اور آپ کا پیش کردہ کھانا بھی کھایا اور کہا "جو آج کھانے کا مزہ آیا ہے۔ وہ کبھی نہیں آیا" حضرت قاضی صاحب نے اسے لباس پہننے کا کہا۔ اور فرمایا ننگا رہنا گناہ اور خلاف شرع ہے۔ چنانچہ اس نے آئندہ کبھی لباس نہ اتارا۔ اور مہذبانہ زندگی بسر کرنے لگا۔ یعنی حضرت علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب کی وجہ سے اس کا زنگ بھی اتر گیا۔ اور رنگ بھی بدل گیا۔

(۱۰) آپ کا ایک اور کشف

مولوی حسین احمد تاجر کتب پٹیالہ کا بیان ہے۔ کہ مجھے درد کمر کی شدید شکایت رہتی تھی۔ اور اسی وجہ سے میں نماز باجماعت ادا کرنے سے مجبور تھا کیونکہ اہل حدیث صبح کی نماز میں لمبی قرأت کرتے ہیں[1] اور میں کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک دن قاضی صاحب کی مسجد میں نماز صبح کے لیے چلا گیا' قاضی صاحب سورہ آل عمران پڑھ رہے تھے۔ دو رکوع پڑھے ہوں گے کہ مجھے کمر درد شروع ہو گیا اور میں نے ارادہ کیا کہ اب نماز چھوڑ دوں معاً قاضی جی نے اللہ اکبر کہا اور رکوع چلے گئے۔ پھر

(۱) اہلحدیث جس طرح ہر معاملے میں سنت نبوی کو پیش نظر رکھتے ہیں اسی طرح نماز میں سنت کا بہت اہتمام کرتے ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ اہلحدیث کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہوتی ہے۔ یہ اس نماز کو نماز ہی نہیں سمجھتے جو آپ کے مبارک طریقے کے مطابق نہ ہو۔ چونکہ آنحضرت ﷺ فجر کی نماز میں زیادہ قرأت کرتے تھے اس لئے اہلحدیث بھی اس نماز میں زیادہ قرأت کرتے ہیں۔ اور وہ خوش اور مطمئن ہیں کہ انہیں حضرت سرور عالم ﷺ کی سنت مبارکہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

دوسری رکعت میں بھی مختصر قیام کیا اور سلام پھیر دیا۔ لوگ حیران ہوئے آج اتنی مختصر قرأت کیوں کی' کسی نے پوچھا تو آپ نے فرمایا بھئی حضور ﷺ کا حکم ہے۔ مقتدیوں کا لحاظ رکھا جائے۔ مولوی حسین احمد کہتے ہیں کہ تین چار یوم کے بعد پھر ایک دفعہ میں نماز میں شامل ہوا تو ایسا ہی اتفاق ہوا' جب مجھے درد شروع ہوا اور میں جی میں یہ سوچنے لگا کہ نماز چھوڑ دوں یا نہ' تو حضرت قاضی صاحب نے قرأت ختم کر دی اور نماز میں اختصار سے کام لیا' قریباً آٹھ مرتبہ آزمایا' حالانکہ میں جماعت میں کسی کے ساتھ بعد میں شریک ہوتا تھا اور حضرت قاضی صاحب نے میری آمد کا کوئی علم نہ ہوتا تھا۔ اس سے میں اندازہ لگایا کہ آپ صاحب کشف ہیں۔[1]

(۱۱) آپ اور ایک مشرک پیر

ایک بار آپ یوپی کے سفر سے واپس آرہے تھے کہ آپ کو الہ آباد ریلوے اسٹیشن پر کچھ وقت کے لیے ٹھہرنا پڑا۔ آپ ویٹنگ روم میں تشریف لے گئے۔ وہاں کوئی پیر صاحب بیٹھے تھے' جو اپنے مریدوں سے سجدے کرا رہے تھے۔ قاضی صاحب نے جب یہ شرکیہ حرکت دیکھی تو متانت سے انہیں سمجھایا مگر وہ نہ سمجھے' اور الٹا کہنے لگے کہ اچھا کچھ دیکھو یا دکھاؤ؟ قاضی جی نے کہا کہ تمیں دکھاؤ' کیا دکھانا چاہتے ہو' اس نے باہر سے بھی اپنے مرید بلائے' اور سب سے کہا کہ مجھے اچھی

(۱) یہ بات بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ نے آپ کو بذریعہ القاء بتا دیا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا کہ آپ کو مولوی حسین احمد کی چال کی آواز سے' یا کھنکارنے سے یا بعد میں آنے کی عادت سے اندازہ ہو جاتا ہو کہ مولوی حسین احمد آچکے ہیں۔ اب بمطابق حکم نبوی نماز مختصر کر دینی چاہئے اور آپ مختصر کر دیتے ہوں۔ یعنی کئی احتمالات ہو سکتے ہیں۔ بہرحال کرامات ماننا جائز ہے البتہ ان سے بے جا استدلالات کرنا' خصوصاً ایسے استدلالات کرنا جو شرک و کفر تک لے جاتے ہوں ممنوع اور حرام ہے۔ (فاروقی)

طرح سجدہ کرو۔" قاضی جی نے کہا' بس یہی دکھانا تھا؟ اس نے کہا' ہاں۔ قاضی صاحب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے' بس ہاتھوں کا اٹھانا تھا کہ پیر صاحب زار و قطار رونے لگے اور کہنے لگے کہ بس کیجیے میں توبہ کرتا ہوں۔ اور مریدوں سے کہا۔ آئندہ کبھی مجھے سجدہ نہ کرنا' سجدہ کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے اور وہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے (راوی صوفی حبیب الرحمن صاحب کا بیان ہے کہ مجھے ان پیر صاحب کا نام قاضی صاحب نے بتایا تھا۔ افسوس' اب یاد نہیں رہا)۔

(۱۲) آپ کی مومنانہ فراست

پروفیسر محمد ظہور الدین احمد ایم اے' ایل ایل بی' بی ای ایس بمبئی جو قاضی صاحب مرحوم کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک بار مجھے بدھ ازم کے مطالعہ کا شوق چرایا۔ چنانچہ میں نے ان کی کتابوں کا خوب مطالعہ کیا۔ جن سے میں اتنا متاثر ہوا' کہ جی چاہا بدھ مذہب اختیار کرلوں۔ اسی اثناء میں قاضی

---

(۱) بہت سے پیر سجدے کروا کر خوش ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ سجدے حرام اور شرک کے زمرہ میں آتے ہیں۔ اور واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض بدنصیب لوگ بوجہ ضد شرک اور کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب ان کا اپنا نقصان ہے۔ کئی دوست کہتے ہیں کہ یہ ہم پر الزام ہے ہم کوئی سجدے نہیں کرتے۔ اللہ کرے' ایسا ہی ہو۔ مگر افسوس' ایسا ہے نہیں۔ یہ لوگ زندوں کو بھی پوجتے ہیں اور ان کی قبروں کو بھی۔ میں نے دو پیروں کو جو اپنے وقت کے مشہور واعظ بھی تھے بچشم خود سجدہ کرواتے دیکھا۔ اور لوگوں کو بزرگوں کی قبروں پر سجدے کرتے بھی دیکھا۔ یہ کوئی الزام نہیں۔ آپ کسی بڑی قبر پر جمعرات کی شب کو جا کر نظارہ کریں آپ کو ہاتھ باندھ کر مؤدب کھڑے بھی نظر آئیں گے اور سجدے کرتے بھی دکھائی دیں گے۔ اور بھی بہت کچھ کرتے نظر آئیں گے۔ لیکن ہم ان کاموں کو قرآن و سنت کے صریح خلاف سمجھتے ہیں۔ ہم ایسے لوگوں کے لیے دعا ہی کر سکتے ہیں۔ (فاروقی)

صاحب کے پاس پہنچا تو آپ نے خود بخود ہی کی بدھ ازم کی حقیقت بیان کرنی شروع کردی۔ اور علمی اور عقلی رنگ میں اس کے اتنے عیوب بیان کیے۔ کہ میرے دل میں اس سے نفرت پیدا ہو گئی اور وہ تمام شکوک و شبہات بھی رفع ہو گئے جو پیدا ہو گئے تھے۔[1]

(۱۳) آپ کی فراست پر ایک اور شہادت

پروفیسر عبدالرحمن صاحب بی۔اے علیگ' جو قاضی صاحب کے شاگرد رشید اور عزیز رہے ہیں۔ بیان فرماتے ہیں۔ کہ بارہا ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ جب کسی مسئلہ کے متعلق ہمارے دل میں شک و شبہ پیدا ہوتا اور ہم اعتراض کرنا چاہتے تو آپ پہلے ہی سے اس کا جواب دے دیتے۔ جس سے ہماری تسلی ہو جاتی۔ چنانچہ اس ضمن میں پروفیسر صاحب نے کئی واقعات بھی بیان کیے۔

(۱۴) آپ پر القا

۷۔ جنوری ۱۹۲۱ھ کو جب آپ نے حج پہ جانے کے لیے مہاراج کو رخصت کی درخواست دی۔ تو وہ ۱۵۔ اپریل تک منظور نہ ہوئی۔ سب کا خیال یہی تھا کہ مہاراج

---

(۱) ہو سکتا ہے قاضی صاحب کو پروفیسر صاحب کے موجودہ مطالعہ کا پہلے سے پتہ ہو۔ اور ہو سکتا ہے قاضی صاحب نے ان کے منہ سے بدھ ازم کی حمایت میں اب یا پہلے کوئی جملہ سنا ہو مگر پروفیسر صاحب کو اندازہ نہ ہو۔ اور اس طرح عموماً ہوتا رہتا ہے۔ اور بات چھپی تو نہیں رہتی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کسی اور نے قاضی صاحب سے پروفیسر ظہور الدین کے موجودہ بدلتے ہوئے نظریات کا تھوڑا بہت ذکر کیا ہو اور قاضی صاحب پروفیسر صاحب کو سمجھانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ کچھ بھی ہو بہرحال یہ واقعہ حضرت قاضی صاحب کی مومنانہ فراست پر ضرور دلالت کرتا ہے۔ اگلا واقعہ بھی اسی طرح کا ہے وہ بھی آپ کی کامل فراست پر دلالت کرتا

آپ کو رخصت نہیں دیں گے۔ کیونکہ امسال انہیں آپ کی خاص طور پر یہاں ضرورت ہے۔ مگر ۲۵/اپریل کو آپ نے اعلان کر دیا کہ جس جس نے ساتھ چلنا ہو تیار ہو جائے۔ احباب نے پوچھا۔ کیا درخواست منظور ہو گئی ہے؟ اور رخصت مل گئی ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اس کا تو ابھی کوئی پتہ نہیں، مگر ہاں یہ پتہ ضرور چل گیا ہے۔ کہ حج کو ضرور جاؤں گا۔ چنانچہ ۵۴ آدمی آپ کے ساتھ تیار ہوئے۔ جب تیاری ہو چکی اور روانگی کا دن مقرر ہو گیا تو آپ کی رخصت کا باقاعدہ اجازت نامہ بھی آگیا۔[1]

(۱۵) آپ کا ایک کشف

آپ مسجد کلی گراں میں تیس سال تک وعظ کہتے رہے۔ جب ۱۹۳۰ھ میں حج کو روانہ ہونے لگے۔ تو نماز جمعہ کے بعد فرمایا کہ دوستو! میرا آخری جمعہ ہے۔ اگر اس اثناء میں کسی کو تکلیف پہنچی ہو تو کہہ دے۔ میں اس سے معافی مانگ لوں۔ چنانچہ کئی لوگ بھانپ گئے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اب آپ واپس نہیں آئیں گے۔ لگتا ہے آپ کو کسی اشارہ سے اپنی وفات کا علم ہو چکا ہے۔[2] (چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ واپسی پر آپ جہاز ہی میں انتقال فرما گئے) اور اشارہ کیوں نہ ہوتا۔ جب کہ آپ کی دلی دعا یہی تھی:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِی شَهَادَةً فِیْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِی فِی بَلَدِ حَبِیْبِكَ۔ "اے

---

(۱) ایسا اشارہ خواب میں بھی ہو سکتا ہے اور بصورت القاء و الہام بیداری میں بھی۔ یا مہاراج نے کسی نجی ملاقات میں پوری یا نیم رضامندی کا اشارہ کر دیا ہو۔

(۲) کئی مرتبہ خواب میں بھی بڑے واضح اور صحیح اشارے ہو جاتے ہیں کہ آدمی دھنگ رہ جاتا ہے۔ ہمارے ہاں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ رہے اولیائے کرام' ان کا تو مقام ہی کافی بلند ہوتا ہے۔ (فاروقی)

اللہ! مجھے اپنی راہ کی شہادت عطا فرما۔ اور میری وفات مدینہ منورہ میں فرما" مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس دعا کو منظور فرما کر آپ کو القاء کر دیا ہو۔

(۱۶) آپ کی پیش گوئی

جب آپ حج کو جا رہے تھے۔ تو فرمایا۔ کہ عبدالعزیز کے ہاں انشاء اللہ لڑکا پیدا ہو گا (یعنی اپنا پوتا) اس کا نام معزالدین حسن رکھنا' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۱۷) امام مسجد نبوی کا خواب

جب آپ حج پر تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ پہنچے۔ تو مسجد نبوی کے امام آپ کی مدارات کرنے لگے۔ ایک دن آپ جو اٹھے۔ تو امام صاحب جوتیاں سیدھی کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا۔ شیخ محترم! یہ کیا؟ تو امام صاحب نے کہا۔ کہ مجھے خواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ "کہ سلیمان ہمارا مہمان ہے۔ اس کی مدارات میں کمی نہ اٹھا رکھی جائے"۔

(۱۸) آپ کا مقام بلند

خلیفہ ہدایت اللہ مینجر "رحمۃ للعالمین" کا بیان ہے۔ کہ میرے پاس برما' بنگال' بہاولپور وغیرہ سے کئی ایسے خطوط آئے ہیں جن میں یہ منقول ہے۔ کہ قاضی صاحب کتاب "رحمۃ للعالمین" بھیج دیجئے۔ کیونکہ ہمیں خواب میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ "رحمۃ للعالمین" جو قاضی محمد سلیمان نے لکھی ہے' پڑھا کرو۔

(۱۹) آپ کا مرزا کو کامیاب چیلنج

مرزا محمد حسین صاحب سکنہ راہوں کا بیان ہے۔ کہ ۱۸۱۱ھ میں قاضی صاحب

نے جب مرزا قادیانی کی تردید میں رسالہ "غایۃ المرام"[1] شائع کیا۔ تو کسی نے آپ سے پوچھا۔ کہ آپ نے یہ رسالہ کیونکر لکھا۔ جواباً فرمایا۔ کہ ایک روز جمعہ کے بعد مجھے القا ہوا۔ کہ مرزا جی کے متعلق ایک کتاب لکھوں۔ چنانچہ اس کا مضمون بھی مجھے بتا دیا گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا۔ کہ اس کا جواب کوئی نہ دے سکے گا۔ اس کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ لو میں اب دعویٰ سے کہتا ہوں۔ کہ مرزا قادیانی حج نہیں کر سکے گا۔ اور یہی اس کی بطالت و کذب کی دلیل ہے۔ چنانچہ "غایۃ المرام" میں بھی یہ اعلان ہوا۔ اور اس کے بعد مرزا قادیانی کئی سال تک زندہ رہا۔ مگر نہ اس رسالہ کا جواب لکھ سکا۔ نہ حج کو جا سکا۔

(۲۰) ایک مریض کو قاضی صاحب کی ہدایت

عبدالکریم آپ کا ایک دوست تھے۔ جو نروانہ میں رہتے تھے۔ وہ بیمار ہو گئے۔ اور بہت سخت بیمار ہوئے۔ آپ عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ فرمایا۔ دواؤں پر روپیہ ضائع نہ کرو۔ سب دوائی چھوڑ دو۔ اور صرف پلاؤ کھایا کرو۔ چنانچہ اس نے تمام حکیموں اور ڈاکٹروں کا علاج چھوڑ دیا۔ انہوں نے کہا کہ پلاؤ تمہارے لیے مفید نہیں۔ مگر اس نے کہا کہ قاضی صاحب کا ارشاد بلاوجہ نہیں۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں وہ رو بصحت ہونے لگا۔ اور پھر اچھا بھلا ہو گیا۔

---

(۱) یہ رسالہ مولانا عبید اللہ صاحب مصنف "تحفۃ الہند" نے دیکھا۔ تو خود بخود فرمایا کہ یہ رسالہ قاضی سلیمان صاحب نے نہیں لکھا۔ بلکہ اللہ نے لکھوایا ہے۔ اس لیے ان سے کہہ دینا کہ اس پر نازاں نہ ہوں۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے کئی لوگ مرزائیت سے تائب ہو چکے ہیں اور اس کا دوسرا حصہ تائید الاسلام بھی چھپ چکا ہے۔ جو نہایت مفید اور قابل دید ہے۔

(۲۱) آپ کا پر تاثیر وعظ

راجپوتوں کے ہاں نکاح بیوگان کو نہایت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اور وہ اسے اپنی عزت اور آن کے خلاف سمجھتے تھے۔ اور کسی صورت بھی اپنی بیوہ بیٹی یا بہو کے نکاح ثانی پر آمادہ نہ ہوتے تھے۔ آپ ایک بار ان کی بستی بزبر ریاست نابھہ میں تشریف لے گئے۔ اور منشی محمد چراغ خان سررشتہ دار وغیرہ چند راجپوتوں کو جمع کر کے نکاح بیوگان کی تلقین کرنے لگے۔ ابھی آپ نے چند ہی جملے ارشاد فرمائے تھے۔ کہ سب نے اپنی رضامندی اور آمادگی کا اعلان کر دیا۔ اور اسی دن ہی ان کے ہاں سے یہ خلاف شرع رواج مٹ گیا۔ حالانکہ یہ پشتہا پشت سے برابر چلا آ رہا تھا۔

(۲۲) آپ یکسر محفوظ رہے

سید عبدالرزاق صاحب کرمانی کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ ہولی کا دربار تھا۔ میں قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ دربار میں جانے کے لیے تیار تھے (ریاست کے درباروں میں تمام افسروں کی حاضری حکماً ہوتی تھی۔ اس لیے قاضی جی کا بھی جانا ضروری تھا) آپ سر سے پاؤں تک سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ میں حیران تھا کہ قاضی جی کے کپڑے کیونکر بچیں گے کیونکہ ہولی کے موقعہ پر دربار میں اہل کار اور امراء آپس میں خوب رنگ رلیاں کرتے ہیں۔ اور راستہ میں بھی ہندو لوگ کوٹھوں پر سے راہ چلتوں پر رنگین پانی پھینکتے ہیں۔ اور اس قدر بیہودگی کا مظاہرہ ہوتا ہے کہ کوئی شریف آدمی گھر سے باہر نہیں نکل سکتا۔ مگر جب قاضی صاحب دربار سے فارغ ہو کر واپس آئے۔ تو آپ کے کپڑوں پر رنگ کا چھینٹا تک نہ پڑا تھا۔ میں نے سوال کیا۔ کیا جناب آج دربار میں نہیں گئے؟ آپ نے فرمایا گیا تھا۔ اور کیونکر نہ جاتا؟ جبکہ وہاں حاضری دینی پڑتی ہے۔ میں نے پوچھا۔ پھر کیا دربار میں ہولی نہیں کھیلی گئی؟ آپ نے فرمایا۔ کھیلی گئی اور خوب کھیلی گئی۔ میں نے کہا پھر آپ

پر رنگ کا کوئی چھینٹا کیوں نہیں پڑا؟ آپ نے فرمایا دیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے اس نے بچالیا۔[1] ورنہ وہاں تو اودھم مچا ہوا تھا کہ بچنا محال اور ناممکن تھا۔[2]

(۱) یعنی جس پر رب کی رحمت کا چھینٹا پڑتا ہے اس پر رسومات کا چھینٹا نہیں پڑ سکتا۔ (فاروقی)

(۲) قاضی صاحب دربار میں جاتے تھے مگر الگ بیٹھ کر اپنے تصنیفی و تالیفی کاموں میں مصروف رہتے تھے۔ آپ نہ ان کی رسومات میں شریک ہوتے تھے نہ کوئی دلچسپی رکھتے تھے۔ بلکہ اپنے کام میں لگے رہتے تھے۔ آپ بادل ناخواستہ جاتے تھے۔ اور اس تاک میں رہتے تھے کہ جب کوئی موقع ملے انہیں کوئی نصیحت کروں۔ چنانچہ وہ لوگ آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ اور آپ کی بات کو بڑے غور سے سنتے تھے۔ اس طرح قاضی صاحب علمی کاموں کے علاوہ اصلاح انسانیت کا فریضہ بھی ادا کرتے۔ (فاروقی)



کرامات حضرت مولانا عبداللہ صاحب غزنوی[1]

(۱) آپ کا روحانی مقام

آپ فرماتے تھے کہ کابل میں جب حکومت نے مجھے مورد عتاب سمجھا۔ اور سو درے مارنے کا حکم دیا۔ تو سبھی کا خیال یہ تھا کہ اب میں نہیں بچ سکوں گا۔ چنانچہ

(۱) آپ کا اصل نام محمد اعظم بن محمد شریف تھا۔ مگر آپ نے اپنا نام عبداللہ رکھا۔ اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔ (کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ عبداللہ اور عبدالرحمن سب سے بہتر نام ہیں۔ فاروقی) آپ قلعہ بہادر خیل میں پیدا ہوئے اور موضع گیرو نواح غزنی میں رہے جو آپ کا اصل گاؤں ہے۔ آپ کے دادا اور پردادا کامل ولی تھے۔ گویا ولایت آپ کو ورثہ میں ملی۔ جب علم پڑھا اور کتاب و سنت سے شناسائی ہوئی۔ تو فوراً عامل بالحدیث ہو گئے۔ آمین اور رفع الیدین کھلم کھلا کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے آپ کو بڑی بڑی تکلیفیں پہنچیں۔ قیدیں کاٹیں۔ درے کھائے۔ جلاوطن ہوئے۔ اور بالآخر ہجرت کر کے امرتسر آ گئے۔ اور ربیع الاول ۱۲۹۸ھ میں واصل بحق ہو کر یہیں مدفون ہوئے۔ آپ سے ہزارہا لوگوں نے روحانی فیض پایا اور آپ کی اولاد سے ایسا علم کا چشمہ جاری ہوا جس کی نظیر اور کسی خاندان میں نہیں ملتی۔ آپ سے بے شمار کرامتیں صادر ہوئیں جو زبان زد خاص و عام ہیں۔ کیونکہ آپ کی ولایت و بزرگی میں کسی کو بھی شک نہیں۔ اس لیے ہم نے ان کی زیادہ کرامات درج نہیں کیں۔ صرف بطور نمونہ ایک دو لکھ دی ہیں۔ آپ کے صاحبزادوں میں مولانا امام عبدالجبار صاحب مرحوم بھی صاحب کشف و کرامات تھے۔ جن سے بیسیوں محیر العقول کرامتیں صادر ہوئیں۔ آپ مستجاب الدعوات بھی تھے۔ اور آپ کے شاگردوں میں سے بھی بیسیوں ولی اللہ تھے۔

تین آدمی یکے بعد دیگرے درے لگاتے تھے۔ جب ایک تھک جاتا تو دوسرا آجاتا۔ دیکھنے والوں کو ترس آرہا تھا مگر مارنے والوں کو ترس نہ آتا تھا۔ وہ سنگدل اپنی پوری قوت سے مارتے تھے۔ مگر مجھے یہ بھی پتہ نہ چلا کہ مجھے مار رہے ہیں یا کسی اور کو۔ یعنی اللہ نے ایسی قوت برداشت دے دی کہ مجھے ذرہ بھی تکلیف نہ ہوئی۔ پھر آپ نے یہ حدیث پڑھی مَا يَجِدُ الشَّهِيْدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ اِلَّا كَمَا يَجِدُ اَحَدُكُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَةِ "یعنی شہید کو شہادت کے وقت اتنا درد بھی نہیں ہوتا جتنا تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے پر ہوتا ہے"۔

(۲) آپ کی مجلّی روحانیت

مولانا غلام رسول صاحب قلعہ میہاں سنگھ کا بیان ہے۔ کہ ایک بار کسی امیر نے آپکے پاس کچھ میوے بطور تحفہ بھیجے۔ تو آپ کو دور ہی سے بدبو آنے لگی۔ بظاہر چونکہ تحفہ کا رد کرنا جائز نہ تھا اسلیے آپ نے واپس نہ کیے اور گھر میں گڑھا کھود کر دفن کر دیئے۔ راوی کہتا ہے کہ آپکی روحانی قوت اور باطن کی صفائی کا یہ حال تھا کہ آپ کو حلال اور حرام مال میں فوراً تمیز ہو جاتی تھی۔ اور آپ حرام مال سے بچ جایا کرتے تھے۔ یہ منزل بہت اونچی ہے' یہ خواص میں بھی کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

(۳) آپ کی لاثانی کرامت

مولانا عبداللہ المعروف غلام نبی الربانی سوہدروی (۱) کا بیان ہے کہ ایک بار ایک

---

(۱) صاحب ممدوح راقم عبدالمجید خادم کے جد امجد (دادا) ہیں۔ جو مئی ۱۹۳۰ء کو واصل بحق ہو چکے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَهٗ۔ سوہدرہ میں آپ ہی نے توحید و سنت کا بیج بویا اور ہزارہا لوگوں کو فیض یاب کیا۔ حضرت پیر میر حیدر صاحب وزیر آبادی اور حضرت مولانا عبداللہ صاحب غزنوی سے روحانی فیض پایا' اور بہت ہی جلد ترقی کی۔ (آپ کے حالات کے لیے "تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ" کا مطالعہ فرمایئے۔ جس میں آپ کی چھ پشتوں کا بڑا معلومات افزا تذکرہ ہے۔ یہ کتاب بڑی خوبصورت چھپی ہے اور پڑھنے کی چیز ہے۔ (فاروقی)

شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ حضور! میں نے مجاہدین کو ایک چٹھی بھیجی تھی۔ جو راستہ میں پکڑی گئی۔ چونکہ میں سرکاری ملازم ہوں۔ اور وہ چٹھی میرے افسروں کے پاس پہنچ گئی ہے۔ اس لیے اب مجھ پر مقدمہ چلے گا۔ اور نہ صرف مجھے ملازمت ہی سے برطرف کر دیا جائے گا بلکہ سخت سزا دی جائے گی۔ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے اس مصیبت سے بچالے۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ میرے سامنے حضرت مولانا عبداللہ غزنوی نے مراقبہ کیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد سر اٹھایا۔ اور اپنی بغل سے وہ چٹھی نکال کر اس شخص کو دی۔ اور پوچھا کہ کیا یہی ہے؟ اس نے چونک کر کہا۔ ہاں حضور یہی ہے' جس کی بناء پر مقدمہ چل سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا' اسے جلا دو۔ اب مقدمہ نہیں چل سکے گا۔ چنانچہ جب مقدمہ پیش ہوا' اور وہ افسر میری چٹھی پیش نہ کر سکا۔ تو مجھے باعزت بری کر دیا گیا۔

(۴) درودیوار سے ذکر کی آواز

آپ بڑے عابد و ذاکر تھے۔ آپ جب کبھی گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر یاد الٰہی کرتے۔ تو آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ جب آپ ذکر کرتے تو آپ کے ساتھ کمرے کے درودیوار بھی ذکر کرتے۔ اور ایسا دو ایک بار نہیں ہوا۔ اکثر ہوا۔

(۵) نماز کی کیفیت

آپ جب نماز ادا کرتے تو دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے اور آپ خشوع و خضوع کی انتہائی منزل پر ہوتے۔ اور یوں لگتا جیسے آپ رب سے باتیں کر رہے ہوں۔ ایک مرتبہ آپ کے پاؤں میں کوئی پھوڑا ہو گیا۔ جس کا آپریشن ہونا تھا مگر وہ نہیں کرواتے تھے' ایک مرتبہ جب آپ نماز نفل میں تھے تو آپ کا آپریشن کروا دیا

گیا۔ مواد نکال کر اوپر پٹی باندھ دی گئی' اور اس پوری کاروائی کی آپ کو مطلق خبر نہ ہوئی۔[1]

(1) یہ دونوں کرامات نمبر ۴، ۵ ہمیں معلوم تھیں' اس لیے یہ بھی ہم نے کتاب میں آپ کے بیان میں شامل کر دی ہیں۔ (فاروقی)



کراماتِ حضرت مولانا محمد سلیمان روڑوی[1]

(ا) آپ کی روحانی تاثیر

آپ کے ایک دوست کا لڑکا نظام الدین نامی بدچلن ہو گیا۔ اور سارا وقت گانے

(1) آپ حضرت مولانا امام عبدالجبار صاحب غزنوی بن حضرت مولانا عبداللہ صاحب غزنوی کے مریدین میں سے تھے۔ روڑی ضلع حصار میں رہتے تھے۔ اسی (۸۰) سال سے زائد عمر پائی۔ نہایت رقیق القلب' پارسا' شب زندہ دار' متبع سنت بزرگ تھے۔ پاس بیٹھنے والوں پر اتنا اثر ہوتا تھا کہ خشیت الٰہی طاری ہو جاتی تھی۔ راقم الحروف کو جب زیارت کا موقعہ ملا تو جماعت کے موجودہ بزرگوں میں سے بس آپ ہی پہ نگاہ ٹھہری تھی۔ بڑے مسکین طبع' محب خدا' عاشق رسول ﷺ واقع ہوئے تھے۔ پہلے پہل جب بدعات کی تردید اور سنت کی اشاعت شروع کی تو بہت کام کیا۔ اور آخر عمر میں بجز ذکر الٰہی کے اور کوئی تبلیغی کام نہیں کر سکے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ کے صاحبزادے مولوی حکیم عبداللہ صاحب جو بجائے خود طبی لائن میں شہرہ آفاق ہیں' تبلیغی میدان میں بھی آپ کے بہترین جانشین ثابت ہوئے ہیں۔ مولوی حکیم عبداللہ صاحب بھی صوفی منش بزرگ ہیں۔ خدا کرے کہ جماعت کو آپ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کا موقع مل سکے۔ آپ نے پنجابی نظم میں کئی ایک کتابیں لکھی ہیں جو نہایت پر سوز ہیں۔ آپ ہمارے بڑے اچھے دوست ہیں (خادم)۔

(لیکن عرصہ ہوا آپ بھی اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ آپ لائق' ذہین' سلفی العقیدہ اور اعلیٰ پائے کے حکیم تھے۔ ملک و قوم نے آپ سے بہت استفادہ کیا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ۔

(فاروقی)

بجانے' ناچنے کودنے میں گزارنے لگا۔ ماں باپ اور سارے رشتہ دار سمجھا بجھا کر تھک گئے۔ مگر وہ نہ مانا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ عیاش طبع انسانوں کی اصلاح بہت مشکل ہوتی ہے۔ اس کا باپ آپ کے پاس آیا۔ اور بیٹے کی حالت بیان کر کے رو دیا۔ آپ نے فرمایا۔ فکر نہ کرو۔ اللہ نے چاہا تو ٹھیک ہو جائے گا۔ ایک دن نظام الدین اتفاقاً مولوی صاحب کے پاس سے گزرا۔ آپ نے اسے پکڑ لیا۔ بس پکڑنا ہی تھا کہ اس کی کیفیت بدل گئی۔ وہ زار و قطار روتا تھا۔ اور اپنے گناہوں سے تائب ہو رہا تھا۔ چنانچہ وہی نظام الدین بہت بڑا متقی اور پارسا بن گیا۔

(۲) آپ کا رویائے صادقہ

ایک روز علی الصبح آپ فرمانے لگے کہ لو بھائی آج ہمارے پیر مرشد (مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی) بہشت میں پہنچ گئے ہیں۔ میں نے رات ان کو بہشت میں دیکھا ہے۔ اور یہ مصرعہ سنا ہے' جو میری زبان پر جاری ہو گیا ہے۔ اور آپ وہ شعر بار بار پڑھنے لگے۔ ع

لے او یلی' اللہ بیلی' ساڈے ہوئے چلانے

(یعنی اے دوست! خدا حافظ' ہم تو جا رہے ہیں"۔ سب حیران تھے۔ کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ چنانچہ بعد میں جو اطلاعات آئیں۔ ان سے معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی وقت اور اسی دن امام عبدالجبار صاحبؒ کا انتقال ہوا تھا جس دن مولوی صاحب نے علی الصبح ہم سے یہ کہا تھا۔"[1]

---

(۱) دیکھا آپ نے؟ کس قدر صحیح خواب ہے۔ لیکن یہ سچے خواب اسی کو آتے ہیں جس کی روح مجلی و مصفی ہو۔ حدیث میں آتا ہے سچا خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہے۔ (فاروقی)

(۳) آپ کا کشف

تحصیل سرسہ میں ایک بڑے بڑے رئیس اور نواب تھے ان کی صاحبزادی بیمار ہو گئی۔ کئی علاج کیے' مگر افاقہ نہ ہوا۔ انہوں نے چاہا کہ مولوی صاحب کو بلایا جائے۔ وہ دم کریں گے تو شفا ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ کی طرف آدمی بھیجا گیا۔ آپ جانے کے لیے تیار ہوئے۔ سواری منگائی گئی کہ معاً آپ نے فرمایا' اب جانا فضول ہے۔ لڑکی کا تو انتقال ہو گیا ہے۔ چنانچہ آدمی واپس گیا۔ تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی وقت جب مولوی صاحب نے فرمایا تھا۔ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تھی۔"[1]

(۴) آپ کا ایک اور کشف

مولوی عبداللہ صاحب کا بیان ہے کہ ایک دن میرے دل میں ایک بزرگ کے ملنے کا خیال پیدا ہوا۔ اور جی چاہا کہ کچھ دن ان کے پاس جا کر ٹھہروں اور فیض حاصل کروں۔ ابھی یہ میرے جی ہی میں تھا۔ اور میں نے کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ کہ مولوی صاحب سامنے سے آ گئے۔ اور آتے ہی فرمایا' کہ ذرا سوچ سمجھ کر جانا۔ آج کل دوکاندار زیادہ ہیں۔ اللہ والے بہت کم ہیں۔ چنانچہ بعد میں معلوم ہوا کہ واقعی وہ دکان دار ہی تھا۔"[2]

---

(۱) یہ القاء تھا علم غیب نہیں تھا۔ القاء سے مراد کوئی ایسی بات ہے جو اللہ کی طرف سے دل میں ڈال دی گئی ہو۔ اس میں اپنا دخل اور اپنی کوشش کارفرما نہیں ہوتی۔ (فاروقی)

(۲) ہو سکتا ہے اس نے کسی تیسرے آدمی سے یہ ذکر کیا ہو' اور یہ بات براہ راست یا کسی کے ذریعے مولوی صاحب تک پہنچ گئی ہو۔ اور مولوی صاحب نے اس کے سوچنے کے انداز سے وہ بات کر دی ہو' یہ نہیں کہ مولوی صاحب عالم الغیب تھے۔ جب قرآنی فیصلے کے بموجب کائنات کے تاجدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی عالم الغیب نہیں تھے تو اولیاء عالم الغیب کیسے ہو سکتے ہیں؟ ایسے واقعات سن کر کبھی سے عقیدہ توحید کو متزلزل نہیں ہونے دینا چاہیے۔ کرامات و واقعات میں مختلف صورتیں اور احتمالات ہوتے ہیں اور ہو سکتے ہیں مگر قرآن و سنت کے نصوص قطعیہ میں' اور اس کے بیان کردہ عقائد میں کوئی احتمال یا لچک یا گنجائش نہیں ہو سکتی۔ (فاروقی)

حصہ دوم

۶

کرامات مولانا محی الدین لکھوی

(۱)ایک زندہ کرامت

اللہ تعالیٰ نے لکھوی خاندان کو بڑا رتبہ دیا۔ ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ان کی زندہ کرامت عظیم مدرسہ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ ہے جس سے ہزاروں طلبہ فیض یاب ہو کر دینی خدمات بجالا رہے ہیں۔ اس طرح وہ مذہب وملت اور مسلک توحید وسنت کا نام روشن کر رہے ہیں۔ جامعہ اوکاڑہ کا شمار ملک کے بہترین مدارس میں ہوتا ہے۔

(۲)دعا کی قبولیت

یہ سب بزرگ مستجاب الدعوات تھے خصوصاً حضرت مولانا حافظ محمدؒ، حضرت مولانا عبدالرحمن اور حضرت مولانا محی الدین (برادر اکبر مولانا معین الدین لکھوی) کا روحانی رتبہ کافی بلند تھا۔ فی الوقت مولانا معین الدین لکھوی بھی اپنا ایک مقام رکھتے ہیں۔ اور اپنے اسلاف کی عمدہ جانشینی کر رہے ہیں اللہ کرے یہ سلسلہ جاری رہے۔ آپ رب تعالیٰ سے جب عجز والحاح کے ساتھ دعا کرتے تو ایک اور ہی سماں ہوتا۔ آپ جو دعا کرتے اللہ تعالیٰ وہ پوری فرما دیتا۔ آپ کی دعا سے بہت سے بے اولاد

لوگوں کو رب نے اولاد دے دی۔ بہت سے مصیبت میں پھنسنے والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ساحل مراد تک پہنچا دیا۔ آپ سنت کے اس شدت سے پابند تھے کہ اس کی مثال کم ہی ملے گی۔

(۳)دم کی برکت

یہاں سوہدرے ہماری حویلی میں جنات کی شکایت تھی۔ آپ کو بلایا گیا۔ آپ نے دو دن سوہدرے ہمارے ہاں قیام فرمایا، دم کیا۔ پانی دم کرکے چھڑکا۔ اس کے بعد کوئی شکایت نہ رہی۔ لوگوں نے بھی مختلف تکالیف کے لیے دم کروایا، بفضلہ سب کو آرام آگیا۔

فرائض تو فرائض رہے آپ نے زندگی میں کوئی نفلی نماز تہجد، اشراق تک نہ جانے دی۔ ہر دم ذکر الٰہی میں مگن رہتے تھے۔ قرآن بہت سوز سے پڑھتے تھے۔ تقریر کا ایک خاص انداز تھا۔ جس کا الگ ہی سماں ہوتا تھا۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ

۷

کرامات حافظ عبداللہ محدث روپڑی

(۱)آپ میں کشش وجاذبیت

آپ روپڑ (ہندوستان) میں تھے تو وہاں آپ کے ہزاروں شاگرد تھے۔ اور جب تقسیم ملک پر پاکستان تشریف لائے تو پھر بھی ہزاروں شاگرد تھے۔ آپ کی خدمت میں علماء اور طلباء کا جمگھٹا رہتا۔ آپ بے سروسامانی کے عالم میں پاکستان تشریف لائے۔ مگر رب تعالیٰ نے آپ کی وہ دستگیری فرمائی کہ مرکز کے طور پر آپ کو چوک دالگراں جیسی بہترین اور کشادہ ترین جگہ عطا فرمائی۔ آپ کی مسجد میں جمعہ اور نمازوں میں اتنا رش ہوتا کہ حیرت ہوتی تھی۔ اور آپ کے فیض تربیت نے آپ

کے بھتیجوں حافظ محمد اسماعیل روپڑی اور حافظ عبدالقادر روپڑی کو وہ مقام بخشا کہ سبحان اللہ! برصغیر پاک و ہند میں ان کا طوطی بولتا تھا۔ آپ کی اعجاز آفریں' پر تاثیر نگاہ نے بہت سے لوگوں کو شرک و بدعت کے خارستان سے نکال کر توحید و سنت کے چمنستان میں لاکھڑا کیا۔ ہندو' سکھ' عیسائی سب آپ کی تکریم کرتے اور آپ کے علم و فضل کا لوہا مانتے تھے۔ آپ کا فتاویٰ بہت مقبول ہے اور عام ملتا ہے جو آپ کی وسعت اور رسوخ فی العلم کا پتہ دیتا ہے۔

(۲) آپ کا تقویٰ وللہیت

آپ ہر وقت اللہ سے ڈرتے تھے۔ آپ کی زبان ہمہ وقت ذکر الٰہی سے تر رہتی تھی۔ آپ زندگی بھر قرآن و حدیث پڑھتے اور پڑھاتے رہے۔ ہر بات میں ہمیشہ سنت کا خیال رکھتے۔ ہر وقت باوضوء رہتے۔ پوری زندگی بغیر تکبیر تحریمہ کے نماز ادا نہیں کی اور یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ باقاعدگی سے تہجد' اشراق اور عام نوافل ادا کرتے۔ روزانہ کئی کئی پارے تلاوت قرآن کرتے۔ چوبیس گھنٹے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے محبت میں سرشار رہتے۔ مشکوک کھانا نہ کھاتے۔ لوگوں کے پاس نہ جاتے۔ لوگوں کو ہمیشہ قرآن و سنت کی تلقین فرماتے تھے۔ قرآن و سنت سے باہر جاتے نہ کسی کو جانے دیتے۔ اکثر دوسروں کو بھی تقویٰ وللہیت کی تلقین کرتے۔ غرض تقویٰ اور پرہیزگاری آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اَعلَی اللّٰہُ تعالیٰ مقامَہٗ

(۳) قرآن سے شغف

حضرت محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے علم و تقویٰ اور شغف بالقرآن والحدیث کا آپ کے خاندان پر بڑا اثر ہوا۔ اتنا ہوا کہ آپ کے خاندان میں دو چار نہیں بیسیوں لڑکے اور لڑکیاں حافظ قرآن ہوئے۔ بلکہ یوں کہنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ شاید ہی

کوئی لڑکا یا لڑکی ایسی ہو جو حافظ قرآن نہ ہو۔ جسے دیکھو وہی قرآن کا حافظ ہے۔ برصغیر میں شاید ہی کوئی خاندان ایسا ہو جس میں اتنی تعداد میں قرآن کے حافظ ہوں۔ وَذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ



کرامات امام سید عبدالجبار غزنوی

(۱) روحانی قوت

آپ کا علمی و روحانی پایہ بہت بلند تھا۔ بڑے گداز سے قرآن مجید پڑھتے تھے۔ دور دور سے لوگ نماز فجر آپ کی اقتداء میں ادا کرنے کو اپنی روحانی تسکین کا باعث سمجھتے تھے۔ لوگ آپ کی زیارت کرنے اور مجلس اختیار کرنے کو بڑی خوش نصیبی جانتے تھے۔ آپ کے بیان میں بلا کی تاثیر ہوتی تھی۔ جسے سن کر سامعین کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور آنکھیں پرنم ہو جاتیں۔ آپ کی نگاہ میں بے پناہ روحانی جلال تھا۔ بقول حضرت محدث گوندلوی جب آپ پر روحانی کیف طاری ہوتا تو سامنے سے گزرنا آسان نہ ہوتا...... آپ سے متعدد کرامات منسوب ہیں۔ یہاں نمونتاً دو ایک کرامتوں کا ذکر کیا جاتا ہے:-

(۲) دم اور دعا کی تاثیر

شیخوپورہ ضلع کا ایک مشہور بڑا گاؤں فیروز وٹواں ہے وہاں کے ایک شخص کی ٹانگیں بوجہ پولیو ناکارہ ہو گئیں۔ جس کی بناپر وہ چلنے پھرنے سے رہ گیا۔ گھر والے بہت متفکر اور پریشان ہوئے۔ ایک مرتبہ حضرت المحترم مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ ان لوگوں نے آپ کی خدمت میں دم اور دعا کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ نے دم کیا۔ اور ٹانگوں پر ہاتھ پھیرتے گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

میں بڑے الحاح سے دعا کی۔ گاؤں والوں کا بیان ہے کہ اگلے ہی روز سے وہ مریض صحت مند ہونا شروع ہوگیا۔ اور چند ہی دنوں میں بالکل بھلا چنگا ہوگیا۔ اور کافی عرصہ زندہ رہا۔ اور معمول کے مطابق سارے کام کرتا رہا۔ یہ واقعہ پورے علاقے میں مشہور ہوگیا۔

(۳) دیدارِ پیغمبر علیہ السلام

مولوی عبدالکریم فیروز آبادی کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار حضرت امام عبدالجبار غزنوی صاحب سے پوچھا۔ حضرت! کیا آپ کو خواب میں کبھی آنحضرت ﷺ کی زیارت بھی ہوئی ہے؟ فرمایا۔ کیا پوچھتے ہو؟ واللہ! اگر کسی ہفتے یہ نعمت عظمیٰ نصیب نہ ہو تو میں بے قرار ہو جاتا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ مجھے ہفتہ میں ایک بار ضرور خواب میں آنحضرت فداہ ابی وامی ﷺ کی زیارت نصیب ہو جاتی ہے۔ فَالْحَمْدُلِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ

{۹}

کرامات مولانا سید داؤد غزنوی

(۱) آپ کی بابرکت مجلس

آپ کے مقام و مرتبہ سے کون آگاہ نہیں؟ آپ جس مجلس میں ہوتے اس کو چار چاند لگ جاتے۔ آپ کی مجلس بڑے ادب واحترام اور وقار کی آئینہ دار ہوتی اور اس میں یاوہ گوئی کی کسی کو جرأت نہ ہوتی۔ آپ کی مجلس اقبال مرحوم کے اس شعر کی آئینہ دار ہوتی ؎

خموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

اور وہاں بیٹھے لوگوں کو ایک روحانی کیف و سرور حاصل ہوتا۔ آپ کی مجلس بابرکت سے اٹھ کر وہ کیفیت پیدا نہ ہوتی۔

(۲) دودمانِ غزنوی کا روشن ستارا

آپ دودمان غزنوی کے روشن ستارے تھے۔ آپ جس محفل یا جلسہ میں تشریف لے جاتے اس کی شان و شوکت بڑھ جاتی۔ لوگ آپ کو ایک نظر دیکھنے کے لیے بے تاب ہوتے اور آپ کی زیارت کرنے کو اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے۔ آپ کو یہ جاہ و جلال اور روحانی عزت و عظمت ورثہ میں ملی تھی۔ امام الاتقیاء حضرت مولانا عبداللہ غزنوی جن کا بیان گزر چکا ہے کہ توحید و سنت پر استقامت کے "جرم" میں حکومت کابل نے آپ کی پشت پر کوڑے برسائے مگر وہ کوڑے آپ کو روئی کے گالے محسوس ہوتے تھے۔ حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سنت نبوی كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ فِي كُلِّ أَحْيَانِهِ کے مطابق ہر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہتے۔ اور جب کبھی گوشۂ تنہائی میں وجد میں آکر ذکر الٰہی کرتے تو آپ کے ساتھ در و دیوار بھی ذکر میں مصروف ہو جاتے۔ آگے ان کے صاحبزادہ مولانا عبدالجبار غزنوی کی تلاوت قرآن سننے کے لئے کئی کئی میل دور سے لوگ آپ کے پیچھے نماز فجر ادا کرنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ یہ باپ دادا کا اثر اور خاندانی پرتو حضرت مولانا داؤد غزنوی پر بھی پڑا۔ آپ کی محفل میں جلال اس قدر ہوتا تھا کہ اس میں گفتگو کرنے سے بڑے بڑے ہچکچاتے تھے۔ آپ کے سامنے بات کرنا بڑے حوصلے کا کام تھا۔ آپ غیر معیاری، پھس پھسی اور رقیق گفتگو پسند نہیں کرتے تھے۔

(۳) گاڑی بال بال بچ گئی

میاں فضل حق علیہ الرحمۃ سابق ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان

بہت نیک' شریف' خدا ترس اور علماء کے قدر دان انسان تھے۔ آپ حضرت جد محترم مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمتہ اللہ علیہ کی وجہ سے بندہ سے بہت شفقت فرمایا کرتے تھے' ایک ملاقات پر آپ نے مجھ سے باتیں کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ مولانا داؤد غزنوی موسم گرما میں تقریباً ہر سال خوشاب میرے ہاں تشریف لایا کرتے تھے' میں نے پہاڑیوں کے اوپر صحت افزاء جگہ پر ان کے قیام کے لئے الگ رہائش گاہ بنا رکھی تھی۔ ان کے آمد اور ان کے یہاں قیام سے ہمیں دلی سکون ملتا تھا۔ میاں صاحب نے بتایا' آپ بڑے ذاکر و شاکر تھے۔ ایک روز دوران سفر ہماری گاڑی ان بیلنسڈ (غیر متوازن) ہو کر پھسلنے لگی۔ میں بھی اسی گاڑی میں تھا۔ ہم گھبرا گئے' کیونکہ گاڑی خطرے کی حالت میں تھی۔ مگر مولانا غزنوی نہایت پر سکون حالت میں ذکر الٰہی میں مصروف تھے اور اللہ سے استمداد و استعانت کر رہے تھے۔ تاآنکہ گاڑی قابو میں آکر سیدھی ہو گئی۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حضرت مولانا کی طبیعت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔ اور میاں صاحب نے یہ بھی بتایا کہ میں مولانا پر جتنا مال خرچ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے بہت جلد اس سے کئی گناہ زیادہ عطا فرما دیتا ہے۔ میاں صاحب نے لیز پر کوئلہ کے پہاڑ لئے ہوئے تھے ان میں بہت فائدہ ہوتا تھا' آپ نے یہ بھی بتایا کہ جس قدر مساجد' مدارس اور غرباء وغیرہ پر روپیہ صرف کرتا ہوں اس سے بہت زیادہ اللہ تعالیٰ مجھے برکت دے دیتا ہے میں مٹی کو ہاتھ ڈالتا ہوں تو رب تعالیٰ اسے سونا بنا دیتا ہے۔

(۴) ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ

ولی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ تنگ دست ہو اور پھٹا پرانا لباس رکھتا ہو۔ کاروبار سے دور اور دنیا سے الگ تھلگ پہاڑوں اور جنگلوں میں بسیرا کرتا ہو۔ بلکہ ولی دولت مند' صاحب جائیداد' اچھے کاروبار کا حامل اور خوش لباس بھی ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ مولانا داؤد غزنوی مولانا ثناء اللہ امرتسری' مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی' مولانا قاضی سلیمان منصور پوری' مولانا عبدالمجید سوہدروی مولانا محمد صدیق کرپالوی و غیرھم تھے۔ فیاض ازل نے انہیں دین و دنیا کی ہر نعمت سے نوازا تھا۔ زمانہ حال اور ماضی میں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ پہلے بزرگوں میں صحابہ کے بعد ائمہ دین میں امام ابو حنیفہؒ بڑے کاروباری تھے۔ امام نسائی کے تمول اور خوش خوراکی کا یہ عالم تھا کہ روزانہ ایک مرغ کھاتے تھے "كَانَ يَأْكُلُ دِيكًا فِي كُلِّ يَوْمٍ" دیکھو مقدمہ سنن نسائی' اسی طرح حضرت قیس اور حضرت خواجہ حسن بصری (انہیں حسن لولوئی بھی کہتے ہیں کیونکہ آپ موتیوں کی تجارت کرتے تھے) حضرت حماد' ہر سال ماہ رمضان المبارک میں پانچ سو (۵۰۰) آدمی ان کے دستر خوان پر روزہ افطار کرتے تھے۔ مصر کے امام لیث ان کی سالانہ آمدنی اسی (۸۰) ہزار پونڈ تھی۔ ربیعہ بن فروخ رائی بڑے امام اور بزرگ ہو گزرے ہیں آپ ایک متمول آدمی تھے آپ کے والد فروخ نے آپ کی تعلیم پر تیس (۳۰) ہزار اشرفیاں خرچ کیں۔ شیخ شہاب الدین سروردی جنہیں لوگ سید الاتقاء کہتے ہیں ان کے تمول و تجمل کا یہ عالم تھا کہ ان کے گھوڑے طلائی اور نقرئی میخوں سے بندھا کرتے تھے۔ حضرت یحیٰ برمکی بڑے دولت مند تھے۔ ہزاروں لاکھوں روپے خیرات کرتے تھے۔ آپ علماء کو چھپ چھپ کر روپے بھیج دیا کرتے تھے۔ حضرت فضل برمکی کا بھی یہ حال تھا (رحمہم اللہ) بطور نمونہ چند بزرگوں کی دولت مندی اور خوش حالی و خوش خوراکی کا ذکر کرنے سے مقصد یہ بتانا ہے کہ دولت اور ولایت میں کوئی تناقض یا ضد نہیں۔ اولیائے کرام' ارباب دول اور مخیر بھی ہو سکتے ہیں۔ بعض ناہنجار قسم کے لوگ جیسے ہی کسی بزرگ کو خوشحال دیکھتے ہیں جھٹ اسے دنیادار کہہ دیتے ہیں۔ کیا متعدد صحابہ و ائمہ اولیاء مالدار اور دولتمند نہیں تھے؟ ان میں بڑے بڑے دولت مند تھے مثلاً حضرت عبدالرحمٰن بن

عوف، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت عثمان، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت سعید، حضرت عباس، حضرت حسن، حضرت امیر معاویہ، حضرت عدی، حضرت ابوعبیدہ، حضرت سعد، حضرت ارقم[1] (رضی اللہ عنہم اجمعین) یہ سب عظیم لوگ مالدار بھی تھے اور رب کے پیارے بھی۔



کرامات شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری

(۱) عظیم کرامت

اللہ تعالیٰ نے کشمیری پنڈت خاندان کے اس فرد کو دنیائے اسلام میں وہ مقام بلند عطا کیا کہ باید و شاید۔ یہ رجل عظیم اپنے عہد کا منفرد مفسر قرآن ہونے کے علاوہ مناظر اسلام بنا۔ ایسا مفسر اور مناظر کہ جس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔ یہ اپنے عہد کا عظیم و صاحب طرز خطیب اور یکتائے روزگار عالم تھا۔ آپ کو بے پناہ مقبولیت حاصل تھی۔ تمام فرقے آپ کو بنگاہ احترام دیکھتے تھے۔

(۲) ایک اور کرامت و فضیلت

آپ نے زندگی میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے علاوہ بہت سے غیر مسلموں کے ساتھ مناظرے کئے۔ اور اللہ کے فضل سے ہر مناظرے میں اعلیٰ کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور زندگی بھر کسی ایک مناظرے میں بھی مغلوب نہیں ہوئے۔ کیا یہ بات آپ کی عزت و کرامت کے لئے کم تھی کہ آپ کے مخالفین نے بھی آپ کو داد دی۔ اور باوجود آپ کا مخالف ہونے کے آپ کا لوہا مانتے تھے۔ آپ

---

[1] ان کے تفصیلی حالات دیکھئے ہماری کتاب "دولت مند صحابہ" میں۔

نے مرزا قادیانی سے مباہلہ کیا۔ مرزے نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کو مباہلہ کا چیلنج دے دیا۔ جسے مولانا امرتسری نے بلا توقف قبول کیا۔ اس سے ایک سال بارہ دن بعد مرزا ذلت کی موت مر گیا۔ اور حضرت مولانا اللہ کے فضل سے چالیس (۴۰) برس بعد تک بخیر و خوبی اور بصحت و سلامتی رہے۔ اسلام کا پرچم لہراتے رہے اور مرزائیت کی عمارت میں شگاف ڈالتے رہے اور بنیادیں ہلاتے بلکہ ڈھاتے رہے۔ سید سلیمان ندوی نے آپ کے بارے میں کہا۔ اسلام کی مدافعت میں جو سپاہی سب سے آگے بڑھتا وہ آپ ہی ہوتے تھے۔

خالد افغانی لکھتے ہیں ؎

شیر دل انسان، فاتح قادیاں، ابو الوفاء
ملت مرحوم میں اب کون ہے ہمسر ترا؟

مولانا نور حسین گھرجاکھی فرماتے ہیں ؎

وہ عالم تھا، مجاہد تھا، محدث تھا زمانے کا
وہ عالم تھا، مجاہد تھا، مجدد تھا زمانے کا

ہندوستان کے بہت بڑے عالم مولانا داؤد راز کیا خوب لکھتے ہیں ؎

خرمن بدعت کے حق میں آپ تھے برق تپاں
اہل سنت کے لیے آپ تھے بوئے عنبری!

حجاز اعظمی آپ کو شہ پنجاب (پنجاب کا بادشاہ) کہتے ہیں ؎

تکتے ہیں تارے شبانہ ماہ عالمتاب کو
ڈھونڈتا پھرتا ہے ہندوستان شہ پنجاب کو

(۳) آپ کا تقویٰ اور استغناء

جب آپ تقسیم ملک کے وقت پاکستان تشریف لائے تو کل پچاس روپے

آپ کے پاس تھے۔ بہت سے احباب نے امداد کی کوشش کی مگر آپ نے معذرت چاہی۔ ایک صاحب نے ارادہ کیا کہ سال بھر کا غلہ بھجوا دیا جائے۔ مگر جب معلوم ہوا کہ ملاوٹ کا ہے تو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ چنیوٹ کی جماعت اہل حدیث نے رقم جمع کر کے آپ کے پاس بھیجی مگر آپ نے اس اعانت کو مناسب نہ سمجھا اور ساری رقم واپس لوٹا دی۔

اس توکل، تقویٰ اور استغناء سے آپ کی شان کس قدر بلند ہوئی آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔[1] اگر ہمارے علماء بھی یہ مقام بلند چاہتے ہوں تو انہیں بھی یہ اوصاف اختیار کرنے ہوں گے۔ ان کے بغیر شان بلند ہو سکتی ہے نہ قدر بڑھ سکتی ہے۔



کرامات حضرت مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی

آپ جماعت اہلحدیث کے بڑے بلند پایہ محقق اور اعلیٰ پائے کے عالم تھے۔ ایک خلق کثیر نے آپ سے فائدہ اٹھایا۔

(۱) آپ کی ایک کرامت

ماہ رمضان المبارک سر پر تھا۔ والدہ نے آہ سرد بھر کر کہا۔ کتنی خوش نصیب ہیں وہ مائیں کہ جن کے بچے تراویح میں قرآن سنائیں گے۔ میر سیالکوٹی کا زمانہ بچپن تھا۔ آپ نے ماں کی یہ بات سن لی۔ رمضان کی پہلی تاریخ تھی آپ نے قرآن مجید حفظ

(۱) آپ "سیرت ثنائی" "مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ گوجرانوالہ" کا مطالعہ فرمائیں آپ کو وہاں بہت کچھ ملے گا آپ کے بہت سے مناظرے اور کارنامے کتاب مذکور میں یکجا کر دیے گئے ہیں (فاروقی)

کرنا شروع کر دیا۔ دن کو جو پارہ حفظ کرتے رات کو وہ تراویح میں سنا دیتے۔ دوسری تاریخ کو دوسرا اور تیسری تاریخ کو تیسرا پارہ سنا دیا۔ ادھر رمضان کی آخری تاریخ تھی ادھر قرآن کا تیسواں پارہ تھا۔ یعنی رمضان ہی میں قرآن یاد کر کے رمضان ہی میں سنا دیا۔ ایسی مثالیں آپ کو بہت ہی کم نظر آئیں گی۔

(۲) ایک اور کرامت

دوسری طرف آپ کو علم دین کا شوق پیدا ہوا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ چھوٹے موٹے عالم نہیں، بحرالعلوم بن گئے۔ اور علمی پایہ اتنا بلند ہو گیا کہ معاصرین میں چند گنے چنے علماء ہی آپ کے ہم پلہ ہوں گے۔ آپ قرآن کے مفسر بن گئے۔ درس میں قرآن کی تفسیر کرتے اور طلباء کو علمی انداز سے پڑھاتے تھے۔ اور ان میں علم کے وہ وہ لؤلؤ و لالہ بکھیرتے کہ علماء دھنگ رہ جاتے۔ آپ نے قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھنا شروع کی مگر پوری نہ ہو سکی، مگر جو لکھی خوب لکھی۔ آپ نے تفسیر سورہ فاتحہ، تفسیر پارہ اول، دوم، سوم، سورہ کہف، سورہ النجم وغیرہ تفاسیر لکھیں۔ آپ کی تفسیر میں عالمانہ شان نظر آتی ہے۔[1] اس طرح آپ خداداد صلاحیت کی بدولت حافظ قرآن ہونے کے علاوہ مفسر قرآن بھی بن گئے۔ بڑے بڑے علماء نے آپ کے سامنے زانوائے تلمذ تہ کیا۔ ان میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی، حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی اور حضرت مولانا احمد دین گکھڑوی جیسے عبقری اور نابغہ روزگار علماء کا نام لیا جا سکتا ہے۔

(۱) تفسیر پر ادارہ مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ گوجرانوالہ عنقریب کام شروع کرنا چاہتا ہے۔ ویسے حضرت میر سیالکوٹی کے پہلے مطبوع تین پارے ہمارے ادارے سے مل سکتے ہیں۔ (فاروقی)

(۳) قرآن کی برکت

آپ کے ایمان کی پختگی کا یہ عالم تھا کہ مرتبہ آپ کی پنڈلی میں کوئی تکلیف ہو گئی جس کے لئے آپریشن ناگزیر ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے آپریشن سے قبل ٹیکہ لگانا چاہا مگر آپ نے ٹیکہ لگانے سے منع کر دیا۔ اور فرمایا اسی طرح آپریشن کر دو۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی اجازت پر چیر پھاڑ شروع کر دی' ادھر حضرت میر سیالکوٹی نے تلاوت قرآن شروع کر دی۔ جب آپریشن مکمل ہو گیا تو آپ کو بتایا گیا' آپریشن ہو چکا ہے۔ آپ جب تک اس کتاب شفا کی تلاوت کرتے رہے آپ کو ذرا تکلیف نہ ہوئی۔

(۴) ایک بہت بڑی کرامت

آپ نے موصوف کے ایمان کا واقعہ پڑھا۔ اس کے بعد اب آپ کے تقویٰ کا بھی ایک واقعہ سن لیجئے' جماعت اہلحدیث کے ممتاز اور بزرگ عالم و خطیب حضرت مولانا عبداللہ گورداسپوری کا بیان ہے۔ ایک جلسہ میں آپ نے تقریر کرنا تھی۔ اسٹیج کافی اونچا تھا۔ وہاں سے اوپر سامنے بیٹھی ہوئی خواتین نظر آتی تھیں جس کا منتظمین کو علم نہیں تھا۔ اس وقت اسٹیج کی ترتیب بدلنا سخت دشوار تھا۔ آپ نے اپنی پگڑی کا شملہ آنکھوں پر ڈال کر تقریر شروع کر دی تاکہ نامحرم عورتوں پر نگاہ نہ پڑے۔ اور اسی طرح آپ نے دو گھنٹے تقریر فرمائی۔ اور اختتام تقریر پر آپ نے آنکھوں پر شملہ ڈالنے کی وجہ بیان کی۔ اور منتظمین کو سمجھایا کہ اسٹیج صحیح طرح بنایا کریں۔ اس میں ایسی خامی نہیں ہونی چاہیے۔

خود بتایئے اس دور میں تقویٰ کی اس سے بہتر کوئی مثال ہو سکتی ہے؟ یہ ہیں ولایت کی اصلی شرائط ایمان اور تقویٰ۔ ایمان ایسا کہ جس میں شرک کی مطلق آمیزش نہ ہو۔ جیسا کہ قرآن نے کہا (اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ)

"یعنی ان کا ایسا ایمان ہو کہ جس میں شرک کی کوئی ملاوٹ نہ ہو"۔ نیز فرمایا: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ ("اے ایمان والو! اللہ سے یوں ڈرو کہ جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے۔") اصل چیز اللہ کا ڈر ہی ہے جو تقویٰ کا محرک ہے۔ بھلا اللہ کے ڈر کے بغیر آدمی گناہ سے کیونکر بچ سکتا ہے؟ اور صحیح تقویٰ یہ ہے کہ ایک ایک ادا سے اس کی جھلک نظر آئے۔ صحیح ایمان اور تقویٰ ہونا ہی اصل کرامت ہے۔ (اگر یہ نہ ہو تو پھر باقی سب شعبدے اور تماشے ہیں۔ ان کا ہونا نہ ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ الحمد للہ ایمان اور تقویٰ یہ دونوں خوبیاں مولانا موصوف میں بتمام و کمال پائی جاتی تھیں۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْفَعْ دَرَجَاتَهٗ

﴿۱۴﴾

کرامات مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی

(۱) تقویٰ کی معراج

آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم تھا۔ علم و تقویٰ میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ بڑھاپے میں بھی کھڑے ہو کر ہاتھ میں قرآن مجید پکڑ کر تقریر کرتے تھے۔ آپ کا ایک ایک لفظ سامعین کے دلوں میں اترتا جاتا تھا۔ سب لوگ آپ کے بہت گرویدہ تھے۔ ہر وقت نگاہ نیچے رکھتے اور اگر خواتین آپ کے پاس آتیں تو آپ اپنی آنکھیں بند کر لیتے اور جب تک وہ پاس رہتیں آنکھیں بند رکھتے۔ بعض خواتین آپ کو نابینا سمجھتیں۔ چوہدری عبدالحکیم و حافظ عبدالحی صاحب سپرا آف راجن پور کی والدہ مرحومہ سے خود میں نے سنا۔ فرماتی ہیں کہ ہم آپ کو نابینا سمجھتی تھیں۔ ایک روز ایک بچہ یکدم بھاگتا ہوا آیا۔ جس پر آپ نے آنکھیں کھولیں۔ اس وقت ہمیں علم ہوا کہ ماشاء اللہ آپ نابینا نہیں بلکہ بینا ہیں اور

اللہ کے فضل سے خوبصورت آنکھیں رکھتے تھے۔ اکثر مرد و خواتین آپ کی خدمت میں دم اور دعا کروانے کے لئے آتے تھے۔ اللہ انہیں شفا عطا فرما دیتا۔ اور ان کی حاجات پوری کر دیتا۔

(۲) آئین جوانمرداں....

موضع رام گڑھ نزد سوہدرہ کے مولوی فیض احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ہماری درخواست پر رام گڑھ تشریف لائے۔ آپ جب ہمارے گھر میں داخل ہوئے تو طاقچہ کے اوپر کسی جانور کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ آپ نے بیٹھنے سے قبل ہاتھ کی چھڑی سے تھوڑا زور دے کر طاقچے کا تصویر والا حصہ نیچے گرا دیا۔ یعنی آپ خلاف شرع اتنا کام بھی برداشت نہ کر سکے۔ اور طاقچہ توڑنے کے لیے گھر والوں کو پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اور اس سلسلے میں نہ کسی فرد کو ان سے بات کرنے کی جرأت ہوئی۔

یہ ہے اولیاء کا شیوہ' کہ وہ خلاف شرع کام کو گوارا نہیں کر سکتے۔ اور ان کی سیرت و کردار کی مضبوطی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ کسی کو ان کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں ہوتی۔

(۳) بے نماز سے نفرت

جناب چوہدری عبدالحکیم سپرا کی والدہ محترمہ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتی ہیں کہ آپ کے پاس ہی ایک مٹکا پڑا تھا۔ اس پر پیالہ رکھا تھا۔ اس میں پہلے باری باری دو خواتین نے پانی پیا۔ آخر میں ایک اور عورت نے پانی پیا۔ جب اس عورت نے پانی پیا تو آپ اٹھے اور وہ پیالہ توڑ دیا۔ ہمارے پوچھنے پر فرمایا۔ یہ خاتون بے نماز تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح امراض متعدی ہوتے ہیں اسی طرح گناہ بھی متعدی ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک بہت بڑا گناہ نماز نہ پڑھنا بھی ہے۔ افسوس! آج ۹۸

فیصد مسلمان نماز سے بے نیاز ہیں۔ مگر اولیائے کرام ان کے برتن استعمال کرنا' ان کے گھر کھانا کھانا اور ان کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی یا سالن استعمال کرنا ممنوع جانتے ہیں۔

جس طرح ہم خوشبو یا بدبو سونگھتے ہیں اس طرح اہل اللہ کی روحانیت اس قدر تیز ہوتی ہے کہ وہ نیکی کی خوشبو اور برائی کی بدبو سونگھ لیتے ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ کوئی عالم الغیب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ بعض جہلاء سمجھتے ہیں۔ اور کچھ علماء بمنزل جہلاء ہو کر ایسی باتیں کر جاتے ہیں۔ اور اولیاء کو پتہ نہیں کیا کیا بنا دیتے ہیں۔

(۴) گائے نے دودھ دینا شروع کر دیا

میاں سلطان علی چوہدووال ضلع گجرات کا بیان ہے کہ آپ ایک بار ہمارے ہاں چوہدووال تشریف لائے۔ اور رات کو کچھ دودھ طلب کیا۔ ہم نے عرض کیا حضرت! اس وقت دودھ ختم ہو چکا ہے۔ ہمارے پاس نہیں ہے۔ البتہ ہمسائے نمبردار ہیں ان کے ہاں سے منگوا لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں' مجھے نمبردار کے ہاں کا دودھ مطلوب نہیں۔ اگر آپ کے ہاں ہوتا تو میں لے لیتا۔ میں نے مزاحاً کہا۔ ہماری تو ایک ہی گائے ہے جو چھ ماہ سے سوکھ چکی ہے یعنی اس نے اتنے عرصہ سے دودھ دینا بند کر رکھا ہے۔ اگر آپ اس سے دودھ لے سکتے ہیں تو لے لیں۔ آپ اٹھے' گائے کو پیار کیا۔ اور فرمایا' برتن لے کر نیچے بیٹھ جاؤ۔ اور دودھ نکالو۔ انشاء اللہ دودھ دے دے گی۔ چنانچہ میں نے تعمیل ارشاد کی اور نیچے بیٹھ گیا۔ میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ سچ مچ گائے کا دودھ اتر آیا۔ میں نے سیر کے قریب نکالا اور آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ چار یوم ہمارے پاس رہے اور چار دن گائے دودھ دیتی رہی۔ مگر جب آپ تشریف لے گئے تو گائے پھر اسی طرح ہو گئی۔ جس طرح پہلے تھی۔

دراصل آپ نے انتہائی انابت، توجہ اور پورے اعتماد و توکل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی وہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی۔ ورنہ یہ بات نہیں جیسا کہ جہلا میں مشہور ہے کہ اہل اللہ کے قدرت و اختیار میں ہر چیز ہوتی ہے وہ جو چاہیں کر لیتے ہیں۔ ورنہ کئی مرتبہ حال یہ ہوتا ہے کہ انہیں اپنے جسم اور اپنے اعضاء پر بھی اختیار نہیں ہوتا۔ ہر چیز پر ہر وقت صرف اللہ تعالیٰ کا اختیار ہوتا ہے۔

(۵) آپ کے دم کی تاثیر

سوہدرہ میں آپ کے مکان کے قریب ہی آپ کے داماد میاں عبدالعزیز رحمہ اللہ کی حویلی بن رہی تھی۔ جب بنیادیں کھودی جارہی تھیں تو نیچے سے آواز آنے لگی جیسے کوئی گاڑی یا مشین چل رہی ہو۔ کہتے ہیں وہ جنات کا مسکن تھا۔ لوگ آپ کے پاس آئے اور ماجراء بیان کیا۔ آپ تشریف لے گئے۔ اور پانی دم کر کے چھڑکنے کے لئے دیا۔ پانی چھڑکتے ہی آواز بند ہو گئی۔ آپ نے فرمایا اور کھدائی نہ کرو۔ یہیں سے تعمیر شروع کر دو۔

آپ کی دعا اور دم میں بہت تاثیر تھی۔ سینکڑوں ہزاروں لوگوں نے آپ کی دعا اور دم کی تاثیر دیکھی۔

(۶) جنات آپ کی شاگردی میں

انسانوں کے علاوہ جن بھی آپ کا ادب کرتے تھے۔ بہت سے جنات آپ کے شاگرد تھے۔ اور کچھ آپ کی مسجد سوہدرہ میں اب تک موجود ہیں لیکن انہوں نے آج تک کسی کو گزند نہیں پہنچایا۔

یہی مذکور الصدر میاں عبدالعزیز آپ کے شاگرد بھی تھے۔ دیہاتوں میں لڑکے چاندنی راتوں میں عموماً آنکھ مچولی کھیلتے تھے۔ شاید دن یا رات کے وقت آج کل بھی

میاں عبدالعزیز مرحوم کا دوست جن تھا جس کا میاں عبدالعزیز کو مطلق علم نہیں تھا۔ رات کو جب کھیلتے کھیلتے دیر ہو گئی تو وہ بھی رات گزارنے کے لیے میاں صاحب کے گھر آ گیا۔ غلطی سے باہر کا دروازہ کھلا رہ گیا۔ تیز ہوا کا جھونکا آیا۔ دروازہ چوپٹ کھل گیا۔ میاں صاحب اور دوست دونوں ایک دوسرے سے دروازہ بند کرنے کے لئے کہنے لگے۔ مگر کوئی نہ اٹھتا تھا۔ دوست نے کہا، اچھا بھئی عبدالعزیز! تم آنکھیں بند کرو۔ میں دروازہ بند کر دیتا ہوں۔ میاں عبدالعزیز صاحب کو زیادہ تجسس ہوا کہ ماجرا کیا ہے۔ یہ کنکھیوں سے دیکھنے لگے کہ اس نے آنکھیں کیوں بند کروائی ہیں۔ بہر حال اس دوست نے چارپائی سے بازو باہر نکال کر اسے لمبا کرنا شروع کیا اور لمبا کرتا گیا۔ تا آنکہ دروازے کی کنڈی لگا دی۔ دروازہ ان کی چارپائی سے کوئی پندرہ بیس فٹ کے فاصلے پر تھا۔ اگلے دن صبح عبدالعزیز جو کلاس میں نہ پہنچے۔ تو استاذ محترم حضرت مولانا غلام نبی الربانی کو واقعہ کا پتہ چلا۔ آپ بعد میں پتہ کرنے کے لیے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ دیکھا تو عبدالعزیز کی حالت یوں تھی جیسے چنے بھن رہے ہوں۔ یعنی شدید بخار تھا۔ حضرت نے پوری بات سنی اور ساتھی کو بلایا۔ اور اس سے کہا جب تک تمہارا پتہ نہ چلا اور بات تھی۔ لیکن اب تمہارا چل گیا ہے۔ یہ لڑکے پڑھ نہیں سکیں گے۔ چنانچہ سمجھا بجھا کر اسے فارغ کر دیا۔ وہ جاتے ہوئے اپنے دوست عبدالعزیز کو چاقو کا تحفہ دے گیا۔ خبر نہیں اس میں کیا خوبی تھی مگر اتفاق سے وہ موصوف سے گم ہو گیا۔ جس کا میاں عبدالعزیز صاحب کو قلق رہا۔

(۷) پادری کا انجام

(۵) بندہ ایک مرتبہ گجرات جانے کے لئے بس کے انتظار میں سوہدرہ موڑ پر کھڑا تھا۔ وہیں چوہدری عبداللہ نمبردار تلواڑہ بھی بس کے انتظار میں کھڑے تھے۔ ان کی عمر نہ [illegible] تھی، البتہ چاق و چوبند تھے اور صحت اچھی تھی۔ حافظہ مضبوط تھا۔ وہ مجھے

دیکھ کر میرے قریب آگئے اور بڑے احترام و محبت سے ملے۔ اور انھوں نے ہمارے بزرگوں کا سلسلہ چھیڑ دیا۔ اور ایک کرامت حضرت مولانا غلام نبی الربانی کی بیان کی۔ اور یوں بات شروع کی کہ ایک مرتبہ وزیر آباد میں ایک عیسائی پادری آگیا۔ وہ لوگوں کو عجیب باتیں بتاتا اور عجیب و غریب شعبدے دکھاتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ میرا مقابلہ مسلمانوں میں کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی ہے تو سامنے آئے اور جیسے میں کام کرتا ہوں کر کے دکھائے۔ اسلام کمزور مذہب ہے عیسائیت طاقتور مذہب ہے اسلام کے پرستاروں کو عیسائیوں کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں ہے۔ اگر ہے تو میرے مدمقابل آئے۔ وہ کئی روز وزیر آباد ٹھہرا رہا۔ مگر کوئی شخص اس کے مدمقابل آنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔ لوگ سوہدرے حضرت موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قصہ بیان کیا۔ آپ تشریف لے آئے اور اس سے ملے۔ اس نے اپنا رعب جمانے کے لئے آپ کے سامنے ہوا میں اڑنا شروع کر دیا۔ حضرت صاحب نے اپنا جوتا اتار کر اس کے پیچھے پھینک دیا۔ اب جوتا پہنچ کر اس کے سر پر برسنا شروع ہو گیا۔ جوتا تڑ تڑ برسنے لگا مگر وہ نیچے نہیں آرہا تھا کیونکہ حضرت نے اسے فضا ہی میں باندھ رکھا تھا۔ لگا منتیں سماجتیں کرنے۔ یہ منظر دیکھ کر حاضرین کا دل ٹھنڈا ہو گیا۔ آخر حضرت نے اسے واپس بلا لیا۔ اس طرح اسلام کو غلبہ نصیب ہوا۔ اور عیسائی دم دبا کر وہاں سے نکل کھڑا ہوا۔ اور یوں حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ کی عظمت و بزرگی کا سکہ پورے علاقے میں دور دور تک بیٹھ گیا۔

(۸) آپ کی سرزنش کی تاثیر

حضرت والد گرامی سے پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی مرحوم نے یہ بات کئی بار فخریہ بیان کی کہ حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ کے جوتوں نے مجھے سیدھا کر دیا۔ یعنی میری زندگی سنوار دی۔

حکیم نسیم صاحب مرحوم نے بیان کیا۔ ہمیں زمانہ بچپن میں والدین کی جانب سے یہ حکم تھا کہ سکول جاتے ہوئے راستے میں حضرت مولانا ربانی المعروف حضرت جی صاحب کو سلام کر کے جایا کرو۔ ایک دن میں سلام کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوا۔ اس دن میں نے انگریزی حجامت بنوائی تھی آپ نے مجھے دیکھ کر بالوں سے پکڑ کر دو تین جوتے جڑ دیئے کہ انگریز بن گئے ہو؟ حکیم صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت صاحب کی اس سختی نے میری کایا پلٹ دی۔ اور میری زندگی بنادی۔

سوہدرہ کی گگے زئی قوم آپ کی بہت گرویدہ تھی۔ مگر ان میں جاہلانہ اور مشرکانہ رسومات ابھی باقی تھیں۔ ملک رضا کے والد ماجد ملک محمد عارف مرحوم نے خود مجھے بتایا کہ وارہ گگے زئیاں میں پیپل کے درختوں کے نیچے دو قبریں تھیں۔ لوگ ان سے استمداد کرتے تھے۔ آپ نے وہ قبریں تڑوادیں۔ اور ان کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ یعنی اپنے جد اعلیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنت کو زندہ کر دیا۔ اور آپ کے اس جرأت مندانہ اقدام کے سامنے کسی کو "چوں" کرنے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ جس کے نتیجے میں شرک و بدعت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ساری قوم اللہ کی رحمت سے موحد بن گئی۔ اور وہ لوگ آج تک حضرت مرحوم اور ان کی اولاد کے احسان مند ہیں۔ کیونکہ توحید کا مشن ان کے بعد ان کی اولاد نے جاری رکھا۔ جو بحمد اللہ اولاد در اولاد آج تک جاری ہے۔[1] لوگ اس خاندان کو عزت و

---

(1) اسی گگے برادری کے ایک سوانح نگار ملک عبدالرشید عراقی صاحب نے اس خاندان کے تعارف و خدمات پر ایک بہترین اور معلومات افزاء کتاب بنام "تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ" لکھی ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کتاب میں حضرت مولانا غلام نبی الربانی سے لے کر چھ پشتوں تک کی خدمات اور کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ کتاب حال ہی میں ادارہ مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ کی طرف سے چھپ کر ملک و قوم سے داد تحسین حاصل کر چکی ہے۔ (فاروقی)

قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

(۹) بارش نے جل تھل کر دیا

ملک محمد یوسف ٹھیکیدار بیان کرتے ہیں۔ ایک دفعہ کی بات ہے سوہدرہ میں بارش نہیں ہو رہی تھی۔ لوگوں نے حضرت مولانا غلام نبی الربانی سے استدعا کی کہ حضرت! بہت تکلیف و پریشانی ہے براہ کرم بارش کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ لوگوں کو لے کر باہر چلے گئے اور بطریق مسنون نماز استسقیٰ ادا کی۔ اللہ کی قدرت! اسی دوران بادل امڈ آئے۔ بارش برسنا شروع ہو گئی۔ اور نمازی بھیگتے ہوئے گھروں تک پہنچے۔

زندہ بزرگ سے دعا کروانا کوئی منع نہیں اور اللہ تعالیٰ اکثر ان کی دعا کو جلد ہی قبول کر لیتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات فوراً قبول ہو جاتی ہے۔ وہ مالک ہے اور ذرے ذرے پر قادر مطلق ہے۔ وہ چاہے تو اسی وقت قبول کر لے۔ نہ چاہے تو دس دس بیس بیس سال، بلکہ زندگی بھر قبول نہ کرے۔ اس کے لئے کوئی کام مشکل نہیں۔ ہاں، البتہ فوت شدگان سے مدد مانگنا اور دعا کروانا درست نہیں۔ کیونکہ دور نبوی و دور صحابہ میں ایسا نہیں ہوتا تھا۔ یہ شرکیہ کام ہوتے تھے۔ ہمارے مولوی صاحبان نے غلط استدلال کر کے لوگوں کو غلط راستے پر ڈال دیتا ہے۔ اللہ کے ہاں یہ دونوں مجرم ہیں۔



کرامات حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمہ اللہ

(۱) دعا کی برکت

حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ہونہار بیٹا عطا فرمایا۔ جس کا

نام عبدالحمید تھا۔ بیٹا جب سن شعور کو پہنچا تو اس نے بحکم والد گرامی، استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ کے مدرسہ میں داخلہ لے لیا۔ مولانا عبدالحمید صاحب نے خوب محنت سے دل لگا کر اکتساب علم کیا۔ حضرت الاستاذ نے آپ کا تقویٰ اور ذوق علم دیکھ کر آپ کو اپنی دامادی میں لے لیا۔ آپ کے علم و تقویٰ کا دور دور تک شہرہ تھا۔ آپ کی دعا اور دم میں کافی تاثیر تھی۔ اور آپ کی علمی قابلیت مسلم تھی۔ ماشاء اللہ حضرت حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی کی بیٹی سے آپ کی شادی ہوئی۔ آپ جوان ہی تھے کہ بیمار ہو گئے۔۔۔ اور بیمار رہنے لگے۔ بہت علاج کروایا۔ مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

آپ خود بھی صحت کے لئے دعائیں کرنے لگے اور والد گرامی بھی کرنے لگے اب اللہ کی قدرت دیکھئے دونوں اہل اللہ تھے۔ مستجاب الدعوات تھے مگر دعا قبول نہیں ہو رہی۔ بات وہی ہے کہ ولی کا کام دعا کرنا ہے آگے اللہ کی مرضی ہے وہ قبول کرے یا نہ کرے، اس پر کسی کا زور نہیں۔

اب دونوں نے یہ دعا کی۔

"بار الٰہا! یہ زندگی ہم دنیا کے لئے نہیں مانگ رہے، دین کی خدمت و اشاعت کے لئے مانگ رہے ہیں۔ اگر تیرا فیصلہ بلانے کا ہے تو کوئی مار نہیں سکتا۔ اے اللہ! نیک بیٹا عطا فرما۔ جو کھل کر توحید و سنت کی تبلیغ و اشاعت کرے۔ اے اللہ! تو دعاؤں کو سننے والا ہے"۔

رب تعالیٰ نے مولانا عبدالحمید سوہدروی کو ایک بیٹا عطا فرمایا۔ جس کا نام عبدالحکیم رکھا۔ پھر دوسرا بیٹا عطا فرمایا۔ اس کا نام عبدالمجید رکھا۔ پھر جوانی میں ہی بوڑھے باپ کے سامنے جوان بیٹا اس دنیائے دنی کو چھوڑ کر جنت الفردوس کو سدھار گیا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

اللہ کی قدرت دیکھیے کچھ عرصے بعد عبدالحکیم بھی چل بسا۔ یہ حافظ قرآن تھے۔ اور ٹھیک ٹھاک جوان تھے۔ اب مولانا غلام نبی الربانی نے اپنے پوتے عبدالمجید کی تعلیم و تربیت کا خود انتظام کیا۔ پہلے وزیر آباد پھر سیالکوٹ بھیجا اور یہ قلیل مدت میں زیور علم سے آراستہ ہو کر لوٹے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا عبدالمجید صاحب کو جن کی وجہ سے سوہدرہ پاک و ہند میں مشہور ہوا بڑی صلاحیتوں سے نوازا۔ اور انہوں نے کم عمری میں خداداد صلاحیتوں کی بدولت بہت ترقی کی ایسی ترقی کی کہ جس کی مثالیں بہت کمیاب ہیں۔ بڑا قوی حافظہ پایا۔ آپ نے جگہ جگہ توحید و سنت کے ڈنکے بجائے۔ خدمت اسلام اور خدمت عوام کر کے اپنا نام پیدا کیا۔ ''مسلمان'' ''جریدہ اہلحدیث'' اور ''طبی میگزین'' تین رسائل جاری کیے۔ اسلامی و طبی پچاس کے لگ بھگ کتابیں لکھیں۔ اور ملک و قوم کی بیش از بیش خدمت کی۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی کی سوانح حیات الگ مرتب ہو رہی ہے تفصیل وہاں بیان ہو گی۔ فی الحال یہ بتانا ہے کہ اللہ نے اپنے ولی حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی کی دعا کو قبول فرمایا اور عبدالمجید جیسا صالح، متقی اور بلند بخت بیٹا عطا فرمایا۔ جس نے آگے چل کر پورے علاقے کا نام ہی نہیں پورے ملک کا نام روشن کر دیا۔



کرامات حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی

حضرت مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی کا خاندان اپنی علمی، دینی، ادبی، تاریخی، سوانحی، تبلیغی، طبی اور روحانی خدمات کے لحاظ سے ایک مقام رکھتا ہے۔ آپ نسبی تعلق سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ کتاب ''تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ'' میں اس کی تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں۔ اس خاندان کے اور زیادہ تفصیلی حالات جاننے کے

لیے ''تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء'' و ''دودمان علوی کا درخشندہ ستارا'' کا مطالعہ فرمائیں۔ وہاں آپ کو بہت سے معلوماتی، حقیقت افروز اور چشم کشا حالات ملیں گے۔ حضرت مولانا غلام نبی الربانی کا ذکر ''نزہۃ الخواطر'' اور ایسی دو ایک اور کتب میں بھی ہے۔ فی الحال موضوع کی مناسبت سے حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کی چند کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ آپ کی چند کرامات ملاحظہ فرمائیے:

(ا) پودوں سے ذکر الٰہی کی آواز

ایک مرتبہ موضع نمالو چک تحصیل ڈسکہ میں چند احباب سے بغرض ملاقات جانا ہوا۔ وہاں محمد صدیق صاحب سے میری ملاقات ہوئی۔ محمد صدیق صاحب کی تلواڑہ میں بھی رشتہ داری ہے۔

ایک مرتبہ جماعت کی دعوت پر میں اور دو ایک اور علماء مثلاً مولانا حافظ عبدالستار حامد، مولانا عبدالرحمٰن سلفی اور مولانا محمد الیاس ثانی ان کے گاؤں میں بغرض تبلیغ گئے۔ اس وقت پورے گاؤں میں ایک ہی مسجد تھی۔ بہرحال وہاں اہلحدیث، بریلوی، شیعہ سبھی آئے ہوئے تھے۔ اچھی رونق تھی۔ خوب جلسہ ہوا جس کا گاؤں پر اچھا اثر پڑا۔ کسی نیک دل خاتون نے مسجد اہلحدیث کے لئے زمین دے دی۔ الحمدللہ اس گاؤں میں اب اہلحدیث مسجد بن چکی ہے جو ماشاء اللہ انہیں محمد صدیق اور مولوی ریاض صاحب اور ان کے مخلص ساتھیوں کی مساعی سے آباد ہے۔ ہم پچھلے دنوں وہاں جلسہ بھی کر آئے ہیں۔ میں بھی حاضر ہوا تھا مولانا حافظ عبدالستار حامد صاحب بھی تشریف لائے تھے۔ ماشاء اللہ امید افزاء رونق تھی۔ اور جلسہ کامیاب رہا۔ انہی محمد صدیق صاحب کا بیان ہے کہ مجھے حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کی عام مجلس اختیار کرنے کا شرف حاصل رہا۔ حضرت سوہدروی کی زرعی اراضی جو تقریباً ایک مربع پر مشتمل تھی سوہدرہ سے جانب شمال تقریباً نصف

میل کے فاصلے پر تھی اس میں خوبصورت اور سر سبز باغ تھا۔ میں وہاں عصر کے بعد کئی مرتبہ آپ کے ساتھ گیا۔ آپ جاتے اور آتے بڑی عالمانہ اور حکیمانہ باتیں بتایا کرتے تھے۔ ایک دن ذکر الٰہی کی بات ہو رہی تھی۔ آپ فرمانے لگے ہر چیز اللہ کا ذکر کرتی ہے۔ میں نے کہا' کیا یہ گھاس اور پودے بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں' یہ بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ میں کچھ حیران ہوا۔ ساتھ ہی مکئی کا کھیت تھا۔ فرمانے لگے' کانوں پر ہاتھ رکھو۔ اب ہٹا دو۔ محمد صدیق صاحب کا بیان ہے۔ جب میں نے ادھر دھیان کیا۔ تو ہر پودے سے ذکر الٰہی کی آواز آ رہی تھی۔ جو خود میں نے اپنے کانوں سے سنی۔

(۲) حیران کن واقعہ

ایک مرتبہ دلاور سے ہمارے کچھ عزیز سوہدرے آئے۔ ہم اپنے باغ میں سیر کے لئے گئے۔ اعزہ کی ایک بچی اصرار کرنے لگی میں نے امرود لینا ہے۔ مگر امرود کا پھل ختم ہو چکا تھا۔ کیونکہ باغ آوٹ آف سیزن ہو چکا تھا۔ بچی یعنی اپنی نواسی کو بضد دیکھ کر انہوں نے اپنا دست مبارک درخت کی طرف کر کے جیسے کوئی پھل توڑتا ہے' پیچھے کیا۔ تو ان کے بابرکت ہاتھ میں موٹا تازہ پکا ہوا امرود تھا۔ یہ ماجرا میں نے خود دیکھا۔ اور حیران تھا اور اب بھی حیران ہوں کہ وہ امرود کہاں سے آ گیا؟

(۳) وظائف کی تاثیر

ملک محمد اشرف صاحب سوہدروی' انسپکٹر پولیس حیدر آباد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے ایک مہوکا نما پھنسی نکل آئی جس سے آرام نہ آتا تھا۔ میں نے اپنے استاد محترم حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے ایک وظیفہ بتایا۔ وہ پڑھ کر پھونک مار کر ہاتھ کو اس پر مل دیتا تھا۔ اللہ کی قدرت دو مہینوں کی پھنسی دنوں میں غائب ہو گئی۔

ملک صاحب موصوف نے دو تین اور وظائف بتائے جو مختلف مقاصد کے لئے حضرت نے ارشاد فرمائے تھے۔ آپ نے جس مقصد کے لئے جو وظیفہ بتایا الحمدللہ اس کے پڑھنے سے وہ مقصد پورا ہو جاتا۔ اور موصوف کہتے ہیں میں آج تک وہ وظائف کر رہا ہوں۔ اور آج تک میرے مقاصد پورے ہو رہے ہیں۔ ان وظائف کا بفضلہ "دودمان علوی کا درخشندہ ستارا" میں ذکر کریں گے۔

(۴) اولاد کی بہار

آپ کے علم و فضل اور روحانیت کے نزدیک و دور عام چرچے تھے۔ محمد اقبال علوی سوہدروی کے والد محمد حسین کا بیان ہے کہ میرے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ اگر پیدا ہوتی تو فوت ہو جاتی تھی۔ بہتیرا علاج کروایا مگر فائدہ نہ ہوا۔ ایک بار میں نے حضرت مولانا عبدالمجید سے ذکر کیا۔ آپ نے اہلیہ کے کھانے کے لیے گولیاں دیں۔ اور کچھ دم کر کے دیا۔ اللہ کی شان اسی سال بیٹی پیدا ہوئی۔ اگلے سال پھر بیٹی پیدا ہوئی۔ اس کے بعد پھر بیٹا ہوا۔ اب ماشاء اللہ تینوں جوان اور شادی شدہ ہیں۔

(۵) روح پرور محفل

ملک محمد یوسف صاحب ٹھیکیدار (آف سوہدرہ) کا بیان ہے۔ میں ملتان میں ٹھیکیداری کرتا تھا کہ حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی ملتان اہلحدیث کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ میں ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوا۔ آپ علماء کے جھرمٹ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ متعدد علماء و فضلاء آپ کے پاس باادب بیٹھے ہوئے مختلف مسائل اور موضوعات پر تبادلہ خیال کر رہے تھے' میں آپ سے ملا۔ آپ بڑی محبت سے پیش آئے۔ میں نے آپ کو اگلے روز صبح ناشتے کی دعوت دی۔ آپ تشریف لے آئے۔ میرے پاس تیس چالیس مزدور کام کرتے تھے وہ سبھی اوڈ قوم کے اہلحدیث تھے۔ مولانا کو تشریف فرما دیکھ کر وہ سب آپ کی زیارت کے لئے

آپ کے قریب جمع ہو گئے۔ ان میں کوئی دم کروانے لگا۔ کوئی وظیفہ پوچھنے لگا۔ کوئی پانی لے کر آگیا کہ اس میں پھونک مار دیں۔ حضرت مولانا ہرگز پریشان نہ ہوئے۔ آپ ہر ایک کا مطالبہ پورا فرماتے رہے۔ ہم سب لوگوں کو حضرت مولانا کی تشریف آوری سے بہت خوشی ہوئی۔ اور آپ کی مجلس میں بیٹھ کر بہت سکون ملا۔ اور جی چاہتا تھا کہ آپ دیر تک ہمارے درمیان بیٹھے رہیں۔ مگر آپ پھر زیادہ دیر نہ بیٹھے اور میرے کام کا حرج دیکھ کر اجازت لے کر جلدی ہی تشریف لے گئے۔

یہ ہے اولیاء کی مجلس کی برکت۔ کہ اس میں بیٹھ کر خوشی ہوتی ہے۔ سکون ملتا ہے۔ اگر آج بھی ایسی مجالس کہیں مل جائیں تو انہیں بہت بڑی سعادت سمجھنا چاہیے۔

(۶) دم کی برکت

میاں محمد اکبر صاحب مہاجر کو کمر اور ٹانگ میں درد رہتا تھا' کہیں سے آرام نہ آیا۔ موصوف چند ہی روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دم کیا۔ اللہ نے شفا دے دی۔ یہ خاندان دیوبندی تھا مگر مولانا کا گرویدہ تھا۔ اور نماز پنجگانہ اور جمعہ یہیں ادا کرتا تھا۔

(۷) آسیب کا کھوج لگالیا

ایک مرتبہ یہی محمد اکبر صاحب کسی عزیز کو حضرت کی خدمت میں لے آئے کہ یہ شخص بیمار رہتا ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں اسے کوئی مرض نہیں۔ شبہ ہے کہ اسے آسیب ہے۔ بہت سے عاملوں کے پاس گئے ہیں لیکن حقیقت حال کا پتہ نہیں چل رہا۔ اور اس کے مرض کا انکشاف نہیں ہو رہا۔ میں چشم دید گواہ ہوں۔ حضرت المحترم نے کاپی سے ایک کاغذ کا پرزہ نکالا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ کہا اسے پڑھتے جاؤ۔ اس نے کہا' مجھے پڑھنا نہیں آتا۔ فرمایا' اسے دیکھتے رہو۔ وہ دیکھنے لگا۔ دو منٹ بھی

نہیں گزرے تھے کہ جن حاضر ہو گیا فرمایا۔ "لے جاؤ اسے آسیب کی شکایت ہے"۔ جس بیماری یا عارضے کا ڈاکٹروں اور عاملوں کو پتہ نہیں چل سکا آپ نے اس کا چند منٹوں میں کھوج لگالیا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ پر بڑی مہربانی فرما رکھی تھی۔

(۸) آپ کو دست شفا ملا تھا

آپ کا قیام جب لاہور اچھرہ میں تھا۔ اور وہاں مسجد شاہ چراغ میں خطیب تھے۔ تو وہیں بریلوی مکتب فکر کے مشہور مبلغ و مناظر مولانا محمد عمر اچھروی رہتے تھے۔ یہ مولانا اچھروی اپنے مسلک کے قد آور عالم تھے۔ دوسری جانب حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی اہلحدیث مسلک کے شہرہ آفاق خطیب اور اپنے مذہب کے مشہور عالم اور واعظ تھے۔ دونوں میں نوک جھونک ہونے کے باوجود اچھے روابط تھے۔ ایک مرتبہ مولانا اچھروی' حضرت سوہدروی کے پاس تشریف لائے۔ حضرت سوہدروی نے فرمایا۔ بھائی! بتاؤ یہاں کتنا اچھا ملتے ہو مگر اسٹیج پر ہمیں گالیاں دیتے ہو' ہم نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟ مولانا اچھروی کھسیانے سے ہو کر مسکرا دیئے۔ کہنے لگے وہ باتیں پھر کسی وقت کر لیں گے۔ اب آپ کے پاس آنے کا ایک مقصد ہے کہ طبیعت میں کچھ گھٹن گھٹن سی رہتی ہے۔ کوئی جسمانی تکلیف بھی نہیں ہے۔ بعض نے کہا ہے۔ شاید آسیب ہی نہ ہو۔ بس جو کچھ بھی ہو کھوج لگا کر میرا علاج کریں۔ حضرت سوہدروی کی طبیعت میں طنز و ظرافت پائی جاتی تھی۔ کہنے لگے بھائی اچھروی صاحب! آسیب کا علاج نرمی سے بھی ہوتا ہے اور سختی سے بھی۔ بتائیے آپ کے لئے کون سا طریقہ' کار اختیار کیا جائے؟ مولانا اچھروی صاحب مسکرا کر کہنے لگے۔ حضرت صاحب! ایک مریض حاضر ہو گیا ہے' اب آپ جس طرح چاہتے ہوں علاج کریں۔ بس علاج ہونا چاہیے۔

یہاں بتانا یہ مقصود ہے کہ آپ کو رب کی جانب سے دست شفا نصیب ہوا تھا۔

آپ جس مریض کو ہاتھ ڈالتے وہ جسمانی ہو یا روحانی اللہ کے فضل سے اکثر شفایاب ہو جاتا۔ اور بغرض علاج آپ کے پاس ہر فرقے اور ہر لائن کے آدمی آتے۔ آپ نے چہرے پر کبھی شکن نہ ڈالی اور ہر ایک کا بڑے خلوص اور خندہ پیشانی سے علاج کرتے۔

ایک دن آیا کہ آپ خود بیمار ہو گئے اور اس بیماری کی صحیح تشخیص نہ ہو سکی، نہ صحیح علاج ہو سکا۔ یہ واقعہ زندگی کے آخری سال پیش آیا۔ بالآخر آپ اس ناپائیدار زندگی کو چھوڑ کر عالم باقی کو سدھار گئے۔

(۹) جنات مقتدی اور شاگرد

میں ایک بار حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کے منجھلے صاحبزادے حافظ عبدالوحید صاحب کے ساتھ موضع نہالو چک تحصیل وزیر آباد گیا۔ محترم حافظ عبدالوحید صاحب[1] کو وہاں بلایا گیا تھا۔ کسی خاتون کو جنات کی شکایت تھی گھر والوں

---

(۱) حافظ عبدالوحید صاحب بندہ کے چچا ہیں۔ عمر میں بندہ سے تقریباً ایک سال بڑے ہیں۔ قرآن مجید کے بہترین حافظ اور قاری اور فاضل درس نظامی ہیں۔ علاوہ ازیں ایل ایل بی ہیں۔ بڑے خوش خصال' بلند اطوار' با اصول' ایثار پیشہ' مخلص اور سنت کے پابند ہیں۔ اگر پیدائشی ولی کی اصطلاح صحیح ہے تو آپ پیدائشی ولی ہیں۔ نام و نمود غیبت' چغلی' حسد' عناد' خود غرضی' تکبر' فخر ایسی مکروہ عادات سے کوسوں دور ہیں۔ امریکہ جیسے ملک میں بیٹھ کر انتہائی درجے کے عابد اور زاہد ہیں۔ آپ کے اخلاق جمیلہ میں بعض عادات ایسی ہیں کہ ان کی مثال کم ہی کہیں نظر آئے گی۔ اگر بندہ کو آپ کی ناراضگی کا خدشہ نہ ہوتا تو الگ آپ کی کرامات کا ذکر کرتا۔ آپ کا مختصر خاکہ تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ میں موجود ہے۔ ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عبادت و انابت' خدمت و محبت' زہد و استغناء اور اخلاص و ایثار کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ اور آپ کو تا دیر سلامت رکھے۔ آمین اللھم آمین۔ (فاروقی)

کے مطابق آسیب زدہ خاتون کے جن نے حافظ صاحب موصوف کو یاد کیا کہ انہیں لائیں۔ پھر میں اس خاتون کو چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ میں بھی موصوف کے ساتھ گیا۔ ہم وہاں پہنچے۔ اس خاتون میں جن تھا اس کے جن سے بڑی باتیں ہوئیں۔ اس نے باتوں میں یہ بھی بتایا کہ ہمارے چھوٹے بڑے سب آپ کو جانتے ہیں۔ اور وہاں آپ کی مسجد میں جمعہ ادا کرتے ہیں۔ اور کچھ وہاں قرآن بھی پڑھتے ہیں۔ ہمارے افراد حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی سے بہت مرعوب ہیں۔ اور ان کا بہت احترام کرتے ہیں۔

(۱۰) پانچ ہزار جنات

ایک بار آپ نے بر سر منبر کہا۔ کہ جن بھی انسان کی طرح ایک مخلوق ہے۔ جس میں انسانوں کی طرح اچھے برے دونوں قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ میں اس جمعہ میں موجود تھا۔ ایک پڑھے لکھے آدمی نے جنات کے وجود میں تذبذب کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ جب قرآن و حدیث میں جنات کا تذکرہ موجود ہے تو ان کا انکار کیونکر کیا جا سکتا ہے؟ اگر آپ جنات کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہوں تو میں ایک پتہ میں اپنا رقعہ دے کر آپ کو بھیجتا ہوں وہاں پانچ ہزار اہلحدیث جنات آپ کی ضیافت اور خاطر مدارات کریں گے۔ پھر جب آپ انہیں آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو آپ کو جنات کے وجود میں کوئی شبہ نہیں رہے گا۔ یہ بات کرنے کے بعد حضرت مرحوم نے اس آدمی سے فرمایا! کیا خیال ہے؟ جنات کی ملاقات کے لیے تیار ہیں؟ وہ کہنے لگا۔ رہنے دیجئے' اسی طرح ہی مانتا ہوں۔

(۱۱) زبان کی تاثیر

اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہ صرف زبان و بیان پر قدرت عطا فرما رکھی تھی بلکہ زبان کو بلا کی تاثیر ودیعت فرما رکھی تھی۔

سوہدرہ کے میاں غلام محمد ہرکارہ بہت نیک طینت بزرگ تھے آپ اکثر بتایا کرتے تھے۔ کہ میں کٹر بریلوی تھا۔ اہلحدیث کا نام سننا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔ میں نے جامع مسجد گگے زئیاں میں حضرت مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ہی خطاب سنا کہ اہلحدیث ہو گیا۔ اور میرے اہلحدیث ہونے سے میرا پورا خاندان اہلحدیث ہو گیا۔ اس تقریر میں آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور فضائل بیان فرمائے تھے۔ اور بقول میاں غلام محمد مرحوم کے اتنے بہترین انداز میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات میں نے کسی سے نہیں سنے تھے۔

میاں غلام محمد ہرکارہ کو میں نے دیکھا ہوا ہے۔ بہت مخلص اور قرآن و سنت کے دالہ و شیدا اور حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی کے نہایت گرویدہ تھے۔ آپ نے آپ کے بڑے صاحبزادے یعنی بندہ کے والد گرامی حضرت مولانا حافظ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن مجید اور مشکوۃ المصابیح پڑھی۔ اور علم آنے سے پوری طرح آنکھیں کھل گئیں۔ آپ والد گرامی کا بہت ادب کرتے تھے۔ بلکہ آپ حضرت سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے ایک ایک بچے کا احترام کرتے تھے۔ کچھ عرصہ ہوا وفات پا چکے ہیں۔ لوگ انہیں بہت یاد کرتے ہیں۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

(۱۲) دو جملوں سے کایا پلٹ گئی

ملک محمد بشیر (پان بوتل والے) بیان کرتے ہیں۔ میں زمانہ جوانی میں دین سے دور اور پرلے درجے کا بے نماز تھا۔ اور میرے والد حضرت مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کے حد درجہ ارادت کیش تھے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب سے کہنے لگے۔ بشیر نماز نہیں پڑھتا' براہ کرم اسے نماز کی تلقین فرمائیں۔ آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ "بشیر! نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ پڑھا کرو۔ نماز تو سردار جہاں کو بھی معاف نہیں تم

کس کے بیچارے ہو؟" ملک محمد بشیر اس وقت ۶۵ - ۷۰ کے پیٹے میں ہوں گے ان کا اپنا بیان ہے۔ میں نے حضرت مولانا کی بات کا اتنا اثر لیا کہ اسی دن سے نماز شروع کر دی۔ وہ دن اور یہ دن میں نے آج تک ایک بھی نماز نہیں چھوڑی۔ فَالْحَمْدُلِلّٰهِ عَلٰی ذَالِكَ۔

یہی بات ملک محمد یوسف ٹھیکیدار اور دیگر سب لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی زبان میں جادو کی تاثیر تھی۔ صاحب جلال و جبروت ہونے کے باوصف آپ کے گرد لوگوں کا جمگھٹا لگا رہتا تھا وہ آپ کی ذات کی کشش اور زبان کی تاثیر ہی کی وجہ سے تھا۔

(۱۳) زبان و بیان کی اعجاز آفرینی

سوہدرہ کے ایک بزرگ حاجی لال دین کشمیری مرحوم تھے بہت نیک اور شریعت کے پابند تھے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ آپ حضرت مولانا احمد علی لاہوری کا مرید ہونے کے ناتے سے حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی کا بے حد احترام کرتے تھے۔ حاجی صاحب موصوف کے بڑے صاحبزادے ماسٹر محمد یونس بٹ صاحب کا بیان ہے کہ موضع تابو کے چیمہ تحصیل ڈسکہ میں چوہدری سلطان صاحب کے بیٹے عبدالعزیز کے عقیقہ پر اباجی کے ساتھ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو بھی دعوت تھی۔ چوہدری صاحب جنہوں نے حضرت سوہدروی کو بلایا تھا وہ چونکہ حضرت لاہوری کے مرید تھے اس لئے انہوں نے حاجی لال دین صاحب کو پیر بھائی اور حضرت سوہدروی کو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے داماد ہونے کے ناطے سے دعوت دی۔ سارا گاؤں حنفی دیوبندی احباب پر مشتمل تھا مگر وہاں مقرر و واعظ حضرت سوہدروی تھے۔ آپ منجھے ہوئے اور متبحر اہلحدیث عالم تھے۔ آپ نے بعد از نماز عشاء توحید و سنت' مسلک اہلحدیث اور اصلاح معاشرہ پر ایسا شاندار' جاندار اور پر تاثیر خطاب فرمایا۔ کہ ایک فرد بھی تاثر لیے بغیر نہ رہ سکا۔ آپ نے لوگوں کے اصرار پر صبح درس قرآن

بھی دیا۔ جسے سب نے بڑے شوق اور انہماک سے سنا۔ اور ہر عقیدہ و خیال کا شخص آپ سے بہت متاثر ہوا۔ اور ہر شخص آپ کو آئندہ تشریف لانے کا کہہ رہا تھا۔

یقیناً یہ آپ کی کرامت تھی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے زبان و بیان پر وہ قدرت عطا کر رکھی تھی کہ جسے سن کر دشمن بھی دوست بن جاتا تھا۔ سچ ہے اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا (کہ بیشک بعض بیان جادوئی اثر رکھتے ہیں۔) آپ نے برصغیر پاک و ہند میں ہزاروں تقریریں کیں۔ برصغیر کا شاید ہی کوئی جلسہ ایسا ہو جس میں آپ شریک نہ ہوئے ہوں۔ ان میں ایک ۵۳ء کی ختم نبوت پر تقریر بھی ہے جسے سن کر مسلمان تڑپ اٹھے۔ [1] وہ روح پرور منظر بندہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ سبحان اللہ۔

(۱۴) نگاہ کی حیرت انگیز تاثیر

تقسیم ملک کے وقت بہت سے مہاجرین سوہدرہ بھی آئے۔ ان میں پہلوان لال دین بھی تھے۔ انہوں نے مین بازار چوک سوہدرہ میں پان شاپ بنائی۔ یہ صاحب آزاد منش اور ہر درجہ دین سے دور تھے۔ نماز' روزہ کی خبر ہی نہیں تھی۔ ایک روز کی بات ہے ماہ رمضان المبارک میں صبح دوکان میں بیٹھے تربوز کاٹنے لگے۔ کہ ان "سمجھانے والوں" کو دکھا کر ابھی کھاتا ہوں۔ آس پاس والے سمجھاتے رہتے تھے اب بھی انہوں نے سمجھایا۔ مگر ڈھاک کے وہی تین پات' پہلوان صاحب نے مطلق اثر نہ لیا۔ تربوز پکڑا اور چاقو اس میں پیوست کر دیا۔ اسی اثنا میں سوہدرے کا بے تاج بادشاہ عقیدت مندوں کے جھرمٹ میں سامنے سے آ رہا۔ پہلوان لال دین کی نظر سامنے تھی 'حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی محلہ ککے زئیاں میں معمول کے مطابق

---

[1] آپ کے جوہر نطق و بیان کی اعجاز آفرینیوں کا مطالعہ کرنے کے لیے کتاب "دودمان علوی کا درخشندہ ستارہ" کا انتظار کیجئے۔ (فاروقی)

درس قرآن دے کر واپس تشریف لا رہے تھے۔ آپ نے بس ایک نظر ادھر دیکھا۔ نظریں چار ہوئیں۔ بس کام ہو چکا تھا۔ چاقو تربوز پر چلنے کی بجائے لال دین کے نفس امارہ پر چل چکا تھا۔ ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا۔ تربوز وہی پڑا رہ گیا۔ لال دین کے دل و دماغ کے عروق و شرائین میں ایمان و عقیدہ کی برقی رو جاری ہو گئی۔ وہ ہر شئے چھوڑ کر دیوانہ وار حضرت کے پیچھے ہو لیا۔ مسجد پہنچ کر آپ کے قدموں میں گر پڑا۔ اور کانپتے ہاتھوں کو جوڑ کر کہنے لگا' للہ! مجھے معاف کر دیجئے۔ میں ہر گناہ سے توبہ کرتا ہوں۔ آئندہ میں پوری زندگی آپ کے ارشاد کے مطابق گزاروں گا۔ چنانچہ آپ نے اتباع کتاب و سنت اور ادائیگی نماز کی تلقین کی۔ اس دن سے لال دین واقعی لال دین یعنی دین کا لال بن گیا۔ حضرت کا دست راست بن گیا۔ اور زندگی بھر کوئی نماز نہیں چھوڑی۔ بلکہ نماز تہجد بھی شروع کر دی۔ حضرت سوہدروی کی مسجد کا دبنگ نمازی' بلند آواز مؤذن اور حضرت موصوف کا سچا اور باوفا خادم بن گیا۔ اس کی اذان میں ایک کشش ہوتی تھی۔ اس کے بعد اسی چچا لال دین کو اللہ نے بیٹا دیا۔ اس نے حضرت کی محبت و شیفتگی کی وجہ سے اس کا نام "عبدالمجید" رکھا۔ ماشاء اللہ عبدالمجید سوہدروی بہت دین پسند' علم دوست اور پیکر شرافت و اخلاص ہے۔ اور حضرت سوہدروی کے پورے خاندان سے اسی طرح عقیدت رکھتا ہے' جس طرح اس کے والد گرامی چچا لال دین عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ چچا لال دین کو رب نے بہت عزت و عظمت اور کاروبار میں برکت دی۔ آج بھی موصوف کی دوکان کا مین بازار سوہدرہ کی بہترین اور بارونق دوکانوں میں شمار ہوتا ہے۔ یقیناً یہ حضرت سوہدروی مرحوم کی خدمت اور دعا کا نتیجہ ہے۔ چچا لال دین آپ ہی سے نہیں آپ کے پورے خاندان کی حد درجہ عزت کرتا تھا۔ اور آپ کے خلاف کسی کی بات گوارا نہ کرتا تھا۔ اس کو منہ توڑ جواب دیتا تھا۔

ایک مرتبہ کسی نے آپ کے صاحبزادے حضرت حافظ محمد یوسف رحمہ اللہ کی شان میں کوئی غلط بات کی۔ اور ناروا طریقہ اپنایا۔ یہی لال دین حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے قتل نہ کر دوں؟ ایسے ہی دو اور آدمی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور یہی پیشکش کی۔ ان میں ایک امیر آدمی تھا اور ایک تانگے والا تھا۔ مگر حضرت حافظ صاحب نے تینوں کو اس ناروا اقدام سے حکماً روک دیا۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْفَعْ دَرَجَاتَهٗ آمین یَا رَبَّ الْعَالَمِین

(۱۵) احسان عظیم

ایک مرتبہ ہمارے ایک ہم جماعت اور دوست صوفی محمد شریف صاحب اپنی مسجد غربی سوہدرہ کی کھوئی (چھوٹا کنواں' جو چرخی کے ساتھ ہوتا ہے) سے چرخی کی مدد سے ڈول نکال رہے تھے کہ اچانک پاؤں پھسلا اور کھوئی میں جا گرے۔ پانی گہرا تھا۔ اس وقت مسجد میں کوئی آدمی نہیں۔ حضرت مولانا عبدالمجید اَعْلَى اللّٰهُ مَقَامَهٗ ساتھ دفتر میں کام کر رہے تھے۔ آپ کو جیسے کوئی اشارہ ہوا ہو' باہر نکلے تو ڈول کو کھوئی میں لٹکا ہوا پایا۔ آگے ہو کر دیکھا تو صوفی صاحب اس میں گرے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا ڈول پر بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے۔ آپ نے چرخی گھمانی شروع کی۔ چنانچہ صوفی صاحب دیکھتے ہی دیکھتے باہر آ گئے۔ حضرت صاحب کی اس نیکی سے صوفی صاحب کی جان بچ گئی۔ یہ کوئی ۴۲ سال پہلے کی بات ہے مگر صوفی صاحب اب تک مرحوم کا یہ احسان عظیم یاد کر کے انہیں دعائیں دیتے ہیں۔ کہ شکر ہے حضرت صاحب بروقت تشریف لے آئے اور مجھ غریب کی جان بچ گئی۔

﴿۱۵﴾

کرامات مولانا حافظ محمد یوسف سوہدروی

(۱) آپ کی انسانوں میں قدر

آپ حضرت مولانا عبدالمجید علیہ الرحمۃ کے سب سے بڑے بیٹے جو علم و حلم' اخلاص و وفا' زہد و تقویٰ' استقلال و استقامت' سادگی و متانت' وارفتگی قرآن و سنت اور حب رسول میں اپنی مثال آپ تھے۔ حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم تھا کہ آپ کا کوئی بھی قدم سنت نبوی کے منافی نہیں ہوتا تھا اور آپ کے عقائد و اعمال میں اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ نام و نمود اور دکھلاوے کا کوئی پتہ ہی نہیں تھا۔ اہل اللہ کے اوصاف اکل حلال' صدق مقال' دنیا سے بے رغبتی' عقبیٰ سے پیار' بے نفسی' اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰهِ کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ زندگی بھر قرآن و حدیث کی لوجہ اللہ تعلیم دیتے رہے۔ ہر مکتب فکر آپ کو احترام و عقیدت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ بعض لوگ آپ کو حجۃ اللہ سمجھتے تھے۔ بریلوی مکتب کے لوگ آپ کو ولی کامل جانتے تھے۔ اور بعض لوگ آپ کے روکنے کے باوجود آپ کے ہاتھ پاؤں چومتے۔ اور آپ کی ہر طرح سے خدمت بجالاتے تھے۔ کوئی پھل پیش کرتا' کوئی چائے' کوئی بوتل اور کوئی پاؤں دباتا۔ میں نے یہ سب مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے ہوئے ہیں۔ کبھی مستان شاہ کی طرف چلے جاتے تو اہل تشیع آپ کو آنکھوں پر بٹھاتے۔ مگر آپ ان باتوں سے دور رہتے۔ اور زیادہ میل جول اور عزت افزائی کو پسند نہ کرتے۔ سوہدرہ اور بیلہ کے سب چوہدری' سب علماء' سب لوگ آپ کا احترام بجالاتے۔ چوہدری غلام قادر صاحب کو جب کبھی کہیں جانا ہوتا تو آپ کے پاؤں دبا کر جاتے۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح کام بن جاتا ہے۔ پتہ چلا ہے کہ آج

کل یہ چوہدری صاحب آپ کی قبر کو مٹھی چاپی کر کے جاتے ہیں، لیکن یہ غلو ہے۔ بعض دیگر فرقوں کے لوگ وصیت کرتے کہ ہماری نماز جنازہ حضرت حافظ صاحب پڑھائیں۔ سوہدرہ اور تلواڑہ میں آپ کے سینکڑوں ہزاروں شاگرد ہیں۔ جو آپ کی بے حد قدر کرتے ہیں۔

بیلہ کے مولوی فیض احمد صاحب کا خیال تھا کہ آپ جب دعا کرتے تھے تو کام بن جاتا تھا چنانچہ یہ ان سے دعا کروا کے باہر جایا کرتے تھے۔ ایسے اور بھی کافی لوگ ہیں یہ عزت و کرامت ہر کسی کو نہیں ملتی۔ اسی کو ملتی ہے جو رب کا ہو جاتا ہے۔

(۲) آپ کا جنوں میں احترام

جن بھی آپ کی عزت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ملک غلام باری کی بیٹی کو جنوں کی شکایت ہو گئی۔ مولوی علم الدین صاحب، حکیم علی اصغر صاحب وغیرہ آئے مگر فرق نہ پڑا۔ جن نے بول کر کہا کہ حافظ محمد یوسف صاحب کو بلاؤ میں چلا جاؤں گا۔ چنانچہ اس نے آپ سے قرآن مجید کا کچھ حصہ پڑھنے کی فرمائش کی۔ اس نے آپ سے قرآن مجید سنا، پھر وہ نکل گیا۔

ایک مرتبہ لاہور ملکہ نور جہاں کے مزار کے قریب رہنے والا جن حضرت حافظ صاحب کی ملاقات و زیارت کے لئے آیا۔ اور تقریباً وہ آدھا گھنٹہ تک موصوف سے بات چیت کرتا رہا۔ یہ تقسیم ملک کے وقت کی بات ہے یہ واقعہ آپ نے خود مجھے سنایا، اور پوری گفتگو سنائی۔ یہ گفتگو دوسری کتاب میں احاطہ تحریر میں آئے گی۔ (انشاء اللہ)

آپ سے کئی مرتبہ سیر کے دوران جنات ملاقات کرتے اور باقاعدہ السلام علیکم کہتے۔ یہ تینوں باتیں خود والد صاحب سے میں نے سنی ہیں۔ ایک مرتبہ آپ نے مجھ سے نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا کہ فلاں فلاں جگہ جنات رہتے ہیں اور اتنے اتنے

رہتے ہیں۔ لیکن وہ جنات آپ کا احترام بجالاتے تھے۔ اور آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچاتے تھے۔

(۳) ایک عجیب واقعہ

ایک مرتبہ منگو کی ضلع شیخوپورہ سے محمد اسلم ولد مولوی امان اللہ سوہدرے آیا۔ اور کہا مجھے دو ایک سال سے جنات کا عارضہ ہے۔ تین جنات ہیں جو میرے ساتھ رہتے ہیں۔ اگرچہ وہ مجھے تکلیف نہیں دیتے مگر پھر بھی وہ دوسری مخلوق ہے آخر طبیعت پر بوجھ تو رہتا ہے۔ میں بہت گھوما پھرا ہوں مگر وہ مجھے نہیں چھوڑتے۔ اب آپ کے پاس آیا ہوں کیونکہ انہوں نے خود کہا ہے کہ سوہدرے کے حافظ محمد یوسف صاحب سے ملو۔ وہ جس طرح فرمائیں گے ہم اسی طرح کر لیں گے۔ صبح کے وقت جب وہ آدمی آیا اس وقت میں بھی حضرت والد گرامی کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ نے اپنی معذرت کی اور مجھے جانے کا کہا۔ چنانچہ میں وہاں گیا۔ لیکن الحمد للہ تین روز وہاں رہا تین روز اسے مطلق شکایت نہ ہوئی۔ "وہاں کے لوگوں نے اسلم کی تصدیق کی اور بڑے بڑے عجیب اور حیران کن واقعات بتائے۔[1]

(۴) دعا کی قبولیت

ایسے متعدد افراد ہیں کہ حضرت حافظ صاحب کی دعا کی برکت سے ان کے مسائل حل ہو گئے۔ بعض کو اولاد مل گئی، بعض کو دولت، بعض کو عزت، بعض کو ملازمت۔ علی ھذا القیاس۔ بہت سے لوگ نزدیک و دور سے اب ہمارے پاس آتے ہیں۔ ہم وہی حضرت حافظ صاحب مرحوم کے بتائے اور سکھائے ہوئے وظائف استعمال میں لاتے ہیں۔ رب تعالیٰ اکثر شفا عطا فرما دیتا ہے۔

---

(۱) یہ واقعہ بھی مفصل ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں۔ یہ کسی اور جگہ بیان کیا جائے گا۔

سوہدرے کے ملک محمد یوسف ٹھیکیدار کی والدہ کا کہنا تھا جب بھی میں نے آپ سے دعا کروائی میرا مسئلہ حل ہو گیا۔

کراچی کے ملک ظفر صاحب کی والدہ مرحومہ کا بھی یہی خیال تھا کہ آپ کی دعا اثر رکھتی ہے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی غربت ایسی ختم کر دی کہ لاکھوں کروڑوں میں کھیلنے لگے۔ اور اللہ نے ان پر اپنے رزق کے دروازے کھول دیئے۔

(۵) آپ کی ایک کرامت

جب کبھی بارش نہ ہوتی اور قحط کا سماں ہوتا تو آپ نماز استسقاء ادا فرماتے۔ اللہ تعالیٰ اکثر اسی روز بارش نازل فرما دیتے۔ بہت دفعہ آپ کی دعا سے ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگتیں۔ بہت سے لوگ آپ کی والہانہ دعا کو دیکھ کر کہتے۔ اب دعا عرش پر پہنچ چکی ہے۔ آپ کو بکثرت مسنون دعائیں یاد تھیں۔ اتنی دعائیں کم ہی کسی کو یاد ہوں گی۔ آپ بڑے سوز و گداز سے ان کو پڑھا کرتے تھے۔ آپ اکثر قنوت نازلہ پڑھتے تھے۔ آپ آخر عمر میں نحیف ہو چکے تھے مگر باوجود کمزوری کے جب آپ دعاؤں میں مصروف ہو جاتے تھے تو ذرا نہیں تھکتے تھے۔ لیکن آفرین آپ کے مقتدیوں پر وہ بھی آپ کی لمبی دعاؤں سے نہیں اکتاتے تھے۔ اور شوق سے پیچھے کھڑے رہتے تھے۔

(۶) نگاہ کی پاکیزگی

آپ کی نظر کافی کمزور تھی مگر پھر بھی آپ ہمیشہ نظر جھکا کر رکھتے۔ آپ نے کبھی امرد (بغیر داڑھی کے بچے) اور عورت کو آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا۔ اور اس بات کا ہر فرد شاہد ہے۔ آپ کی اسی (۸۰) برس عمر تھی پوری زندگی آپ نے اس کی پابندی فرمائی۔ جس طرح آپ بڑھاپے میں تھے جوانی میں بھی اسی طرح پاکباز تھے۔ اس بات کا پورا علاقہ شاہد ہے۔ ایسی مثالیں آپ کو شاید ہی کہیں نظر آئیں۔

(۷) دعا میں تاثیر کے بنیادی اسباب

ایک مرتبہ کوئی عورت آپ کے مطب پر آپ سے دوا لینے آئی۔ اور ساتھ ساتھ باتیں بھی کرتی جاتی۔ آپ خاموش رہے۔ بالآخر عورت نے کہا' شاید آپ نے مجھے نہیں پہچانا۔ آپ نے کہا۔ "بی بی! جس شریعت کو ہم مانتے ہیں اس میں مرد کے لیے غیر محرم عورت کو دیکھنا حرام ہے' جب میں تجھے دیکھتا ہی نہیں تو پہچان کیسے ہو سکتی ہے؟ تم نہ میرا وقت ضائع کرو نہ اپنا۔ دوا لو اور جا کر مریض کو کھلاؤ' اللہ شفا دینے والا ہے۔ اور یہاں بیٹھ کر اپنا وقت ضائع نہ کرو۔ اور زیادہ بولنے سے احتیاط کیا کرو۔ کیونکہ انسان جو بولتا ہے فرشتے لکھ لیتے ہیں۔"

ایک ولی اللہ کے لئے ایمان اور تقویٰ بنیادی شرائط ہیں۔ اور تقویٰ میں اکل حلال' صدق مقال' زہد' کم خوری' استغناء' دل و دماغ' نظر اور شہوت پر قابو پانا بنیادی اعمال ہیں۔ آپ کو حق تعالیٰ نے یہ سب اوصاف بدرجہ اتم ودیعت فرما رکھے تھے۔ یہی وجہ ہے جو آپ کی دعا اور دم جھاڑ میں اثر تھا۔

بندہ کو دو ایک بار جسمانی خارجی معمولی سی تکلیف کا احساس ہوا۔ میں نے حضرت والد گرامی سے دم کروایا اللہ نے اسی وقت شفا عطا فرما دی۔ اور کمال یہ کہ وہ تکلیف تا امروز دوبارہ نہیں ہوئی۔ دوسرے آپ کے دم کی جو ٹھنڈک پہنچی اور سکون نصیب ہوا اس کا تصور بھی سکون بہم پہنچا دیتا ہے۔

(۸) جانور بھی بات مانتے تھے

بہت سے لوگ جانوروں کے لئے چارہ' آٹا وغیرہ دم کروانے آتے آپ دم کر کے دیتے' اللہ تعالیٰ جانوروں کو شفا دے دیتا۔ تلواڑے کا ایک شخص میرے پاس آیا۔ وہ بیان کرنے لگا۔ کہ میری گائے دودھ نہیں دے رہی تھی۔ میں حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنی گذارش پیش کی۔ آپ نے فرمایا۔ "اس

کے کان میں میرا پیغام دینا کہ حافظ صاحب کہتے ہیں "اب دودھ دینا شروع کر دے"۔ اس آدمی نے خود مجھ سے کہا۔ کہ میں حضرت حافظ صاحب کی طرف سے گائے کے کان میں یہی پیغام دیا۔ چنانچہ اس نے دودھ دینا شروع کر دیا۔ میں نے کہا۔ سچ کہہ رہے ہو۔ اس نے کہا۔ اللہ جانتا ہے سچ کہہ رہا ہوں۔

(۹) چند عجوبات

آپ نے جو حج کیا وہ بہت مخفی کیا۔ یعنی اس کی کسی کو کانوں کان خبر نہیں۔ جاتے اور آتے سوائے آپ کی گرامی قدر اہلیہ صاحبہ کے کسی کو پتہ نہ تھا۔ میرا اندازہ ہے آپ ذی منزلت والد صاحب کو بھی پتہ نہیں تھا۔

جب ۵۱ء میں آپ حج پر گئے ان دنوں آب زمزم پر کوئی ٹیوب ویل نہیں تھا۔ کنویں کا پانی جلد ختم ہو جاتا تھا۔ بہت سے لوگوں کو پانی ملتا تھا اور بہت سے لوگ محروم رہ جاتے تھے۔ مگر آپ کبھی محروم نہ رہے روزانہ آپ کو وافر پانی ملتا رہا۔

آپ کی خواہش تھی کہ اللہ کرے کبھی خانہ کعبہ کے اندر نماز ادا کرنے کا موقع مل جائے' اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ خواہش بھی پوری فرمائی اور آپ کو خانہ کعبہ کے اندر نماز ادا کرنے کا موقع مل گیا۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ اندر جانے کا بادشاہوں اور شہزادوں اور بڑے خاص قسم کے لوگوں کو ہی موقع ملتا ہے۔ کوئی دوسرا اندر جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

ایک مرتبہ وہیں بیت اللہ میں آپ کا تھیلہ گم ہو گیا جس میں علاوہ اور چیزوں کے آپ کا چشمہ بھی تھا وہ چشمہ اسپیشل بنوانا پڑتا تھا' کیونکہ حد سے زیادہ نظر کا کام کر کر کے نظر کافی کمزور ہو چکی تھی۔ وہ دو نمبروں کے شیشے پگلا کر تیار ہوتا تھا۔ اس چشمے کے گم ہونے سے آپ کو بہت پریشانی لاحق ہوئی۔ تلاش بسیار کے باوجود وہ تھیلہ آپ کو نہ ملا۔ اور ایک طرف بیٹھ گئے۔ کیونکہ کام نہ چلتا تھا۔ آپ نے محزون و مجبور

حالت میں اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اے احکم الحاکمین! اگر آپ سچے ہیں' اور یہ بیت اللہ آپ کا گھر ہے تو میرا تھیلہ مجھے دلوا دیں"۔ اللہ تعالیٰ کی شان آپ نے بعد میں ادھر اُدھر ہاتھ پھیرا تو تھیلہ آپ کے ہاتھ میں تھا۔ کوئی اعتراض نہ کر دے' دراصل یہ ایک رب کے دوست کا اپنے رب سے ناز کا انداز ہے۔

(۱۰) رب آپ کی خواہش کا خیال فرماتا

آپ نے بیان کیا۔ ایک بار میں اللہ کی مخلوق کو دیکھنے چڑیا گھر گیا۔ جب مور کو دیکھا تو میرے دل میں خیال آیا۔ کہ کبھی یہ اپنے پر کھول کر چلے۔ تاکہ میں اسے اس حالت میں دیکھوں۔ اللہ کی قدرت اسی وقت اس نے اپنے پر کھول دیئے۔

کئی بار ایسا ہوا ادھر خواہش کی' ادھر اللہ تعالیٰ نے پوری فرما دی۔

اس طرح آپ کی دعا تھی۔ "اے اللہ! مجھے مقروض اور کسی کا محتاج نہ رکھنا"۔ چنانچہ آپ کی یہ دعا حرف بحرف پوری ہوئی اور آپ کو پوری زندگی کسی سے ایک روپے تک کا قرض نہ لینا پڑا۔ نہ مالی طور پر کسی کے محتاج ہوئے۔

(۱۱) آپ اور قرآن

ملک بشیر صاحب کا بیان ہے' مسجد میں کوئی حافظ نہ تھا' آپ کے والد گرامی تراویح میں ہاتھ میں قرآن مجید پکڑ کر سنایا کرتے تھے۔ ایک بار ماہ رمضان المبارک سے چھ ماہ قبل آپ کے والد گرامی نے فرمایا۔ اگر تم حافظ قرآن ہو جاتے تو کتنی اچھی بات تھی۔ یہ سن کر آپ نے قرآن حفظ کرنا شروع کر دیا۔ اللہ کے فضل سے چھ ماہ میں قرآن مجید حفظ کر کے رمضان المبارک میں مصلی سنا دیا۔

(۱۲) نماز سے محبت

ملک محمد بشیر صاحب پان والے کہتے ہیں۔ میں میو ہسپتال لاہور میں زیر علاج تھا۔ میرا بھگندر کا آپریشن تھا۔ آپ بھی اسی ہسپتال میں داخل تھے اور دوسرے بستر

پر صاحب فراش تھے آپ کو گردوں کی تکلیف تھی۔ میں دل میں نماز کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ کیا کروں۔ میرا رجحان یہ ہو رہا تھا کہ ہسپتال سے فارغ ہونے کے بعد میں ساری نمازیں اکٹھی پڑھ لوں گا وغیرہ۔ یہ میں سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت حافظ صاحب فرمانے لگے۔ بشیر بھائی! دیکھو' نماز ہرگز ترک نہ کرنا' نہ مؤخر کرنا' جس طرح بھی ہو سکے ساتھ ساتھ یہ فریضہ ادا کرتے جانا' خواہ لیٹ کر پڑھ لو' خواہ اشارے سے پڑھ لو۔ بس پڑھ ضرور لو۔ میں نے کہا۔ "بہت بہتر"۔ چنانچہ میں ان کی ہدایت کے مطابق الحمدللہ سب نمازیں ادا کرتا رہا۔

آپ کو چند باتوں سے بہت پیار تھا۔ بروقت اذان دینا' باجماعت نماز ادا کرنا' قرآن وحدیث کی تدریس اور اسلام کی دعوت و تبلیغ کرنا۔ آپ سب شاگردوں کو ان کی حفاظت کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے جس مسجد میں یہ امور سرانجام دیئے جاتے ہوں سمجھ لو وہ صحیح طور پر آباد ہے۔ الحمدللہ یہ کام آپ کی بابرکت زندگی میں بھی ہوتے رہے اور آپ کے بعد بھی ہو رہے ہیں۔ اللہ استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔

(۱۳) علاقے کا سب سے بہتر اور نیک انسان

ملک نواب خان نوشہروی مرحوم بہت نیک دل انسان تھے' ان کا بیان ہے کہ میں سوہدرہ کے سب سے بہتر اور سب سے نیک آدمی کا پتہ کرنا چاہتا تھا کہ کون ہے۔ تاکہ اس نیک ترین انسان (یعنی ولی اللہ) سے گہرا رابطہ رکھوں اور اس کی مجلس اختیار کروں۔ لیکن کیسے پتہ کرو۔ کیونکہ یہاں بڑے بڑے اچھے لوگ بستے تھے۔ مگر ہر ایک کے باطن اور صحیح مرتبہ کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ کہتے ہیں میں اسی فکر میں تھا کہ ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ وسیع و عریض میدان ہے۔ بے شمار لوگ ہیں۔ ایک جانب بہت بڑا اور اونچا سٹیج لگا ہوا ہے۔ اس پر سب سے نمایاں اور

سب سے اونچی جگہ پر حضرۃ المحترم حافظ محمد یوسف صاحب سوہدروی نظر آئے باقی سب نیچے اور اسٹیج کے آس پاس کھڑے تھے۔ یہ پیارا خواب دیکھ کر میرے دل و دماغ کو سکون حاصل ہوا کیونکہ میرے سوال کا مجھے جواب مل چکا تھا۔ کہ شکر ہے اللہ تعالیٰ نے سب سے بہتر انسان مجھے بتا اور دکھا دیا۔ چنانچہ ملک نواب دین صاحب نوشہروی مرحوم نے خوشی خوشی اپنا یہ خواب نہ صرف حضرت والد گرامی حضرت حافظ محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا بلکہ اپنے گھر میں بھی افراد خانہ سے اس کا ذکر کیا۔ ملک نواب دین صاحب نوشہروی کا یہ خواب مجھے محترمہ والدہ صاحبہ نے بھی بتایا۔ اور موصوف کے بیٹے ملک محمد یوسف نوشہروی مرحوم نے بھی بتایا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ نوشہروی خاندان کو حضرت حافظ محمد یوسف صاحب سوہدروی سے والہانہ عقیدت تھی۔

آپ نے تکبیر تحریمہ کبھی ضائع نہ ہونے دی۔ ہمیشہ باجماعت نماز کا اہتمام کرتے۔ بہت سے لوگوں کے کام آتے۔ مگر آپ نے کسی سے نہ کوئی کام لیا نہ قرض۔ آپ نے متعدد افراد کو قرض دیا۔ مگر آپ کا ریکارڈ ہے آپ نے پوری زندگی کسی سے قرض نہیں لیا۔ ایک نوجوان کو تعلیم کے لیے رقم کی ضرورت پڑ گئی۔ تھا وہ بہت غریب۔ آپ نے اس کا مالی ہاتھ بٹایا۔ آپ کی اعانت سے اس نے ایف۔ اے کیا۔ پھر بی اے اور ایم اے کیا۔ پہلے لیکچرر ہوا۔ پھر پروفیسر بن گیا۔ اس نے دین و دنیا میں بہت ترقی کی۔

ایک اور شخص آیا کہ میں بہت غریب آدمی ہوں۔ اگر مجھے آٹھ ہزار روپے مل جائیں تو میں فلاں قطعہ زمین خرید کر اس میں اپنا کام کر سکتا ہوں۔ آپ نے اسے یکمشت ۔/8000 آٹھ ہزار روپے دے دیے اور کہا تم مجھے ہر ماہ ایک سو روپیہ واپس کرتے جانا۔ اس وقت کا سو (۱۰۰) آج کل کے ایک ہزار روپے سے زیادہ تھا اس

کی یہ جگہ اس وقت ۳ لاکھ سے کم نہ ہو گی۔ پھر یہ کہ جن سے تعاون فرمایا' ان سے آپ کو کوئی غرض نہ تھی۔ اسے کہتے ہیں بے لوث تعاون۔ اس آدمی نے یہ بات مجھ سے کی۔ اور کہا آپ نے تاکید کی تھی کہ اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ اندازہ لگائیں یہ کتنا بڑا ایثار ہے۔ دور حاضر میں ایسی مثالیں آپ کو بہت کم نظر آئیں گی۔

پوری زندگی تدریس اور امامت و خطابت بلا معاوضہ کرتے رہے۔ اس سلسلے میں آپ نے نہ کبھی پیسے کا مطالبہ کیا' نہ کبھی کسی سے امید رکھی۔

آپ اپنے والدین کے بہت خدمتگزار تھے۔ روزانہ بعد از نماز مغرب والد صاحب کو دبایا کرتے تھے۔ لکھائی پڑھائی ہو یا کچھ اور' ان کا ہر کام تا آخر خوشی سے کرتے رہے۔

ایفائے عہد کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔ آپ نے شہر وزیر آباد میں کسی شخص سے کسی کام کے لیے ملاقات کی۔ دن اور وقت طے کیا۔ مگر اللہ کی قدرت اس روز تیز بارش شروع ہو گئی۔ جوانی کا وقت تھا آپ نے بائیسکل لی اور تیز برستی بارش میں عین وقت پر اس کے پاس پہنچ گئے۔ وہ منتظر شخص حیران رہ گیا' کیونکہ ایسی مثال اس نے دیکھی ہی نہیں تھی۔

اگر آپ چاہتے تو آپ کے ارد گرد دولت کی ریل پیل ہوتی۔ رہنے کے لیے بنگلہ ہوتا' سواری کے لیے گاڑی ہوتی' بازار میں دوکانیں' شہروں میں پلاٹ اور بیسیوں ایکڑ زرعی اراضی ہوتی۔ اور آگے پیچھے خادم و ملازم بھاگتے نظر آتے' رئیسانہ ٹھاٹھ باٹھ ہوتی' مگر آپ نے کسی ایک چیز کو بھی پسند نہ کیا۔ اور اگر پسند کیا تو فقر و انکسار کو پسند فرمایا۔ کیونکہ یہی سنت شہ کونین ﷺ ہے۔

آپ نے رزق حلال کا بہت خیال رکھا۔ ہمیشہ حلال رزق کمایا۔ اور اپنے اہل و عیال کو بھی حلال ہی کھلایا۔ آپ بڑے اچھے طبیب تھے اور اپنے ہاتھوں سے

دوائیں کوٹ پیس کر مریضوں کو دیتے تھے۔ میں نے آپ کو کام کرتے کرتے پسینہ چھوٹتے دیکھا ہے۔ میں نے کسی طبیب کو اتنی محنت کرتے نہیں دیکھا۔

یہ باتیں اللہ تعالیٰ کو بے حد پسند ہیں۔ اسی لیے تو آپ کو مرتبہ قبولیت اور منزل قرب حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے خواص و عوام کو بھی ایسا ہی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(۱۴) آپ کو خراش تک نہ آئی

ایک دفعہ آپ بغرض علاج اسلام آباد تشریف لے گئے۔ بہت سادہ لباس اور بڑے کمزور تھے اور بینائی بھی کمزور تھی۔ ٹرین میں رش کی وجہ سے سیٹ نہ ملی۔ وہیں دروازے میں بیٹھ گئے۔ آپ کا جسمانی بیلنس صحیح نہ رہا۔ اور اچانک گاڑی سے نیچے گر گئے۔ کسی نے زنجیر کھینچ دی۔ کچھ آگے جا کر گاڑی رک گئی۔ لوگوں نے یقین کر لیا کہ گرنے والا بزرگ آدمی مارا گیا۔ لیکن اللہ کی قدرت آپ صحیح سالم رہے' اور آپ کو خراش تک نہ آئی۔ آپ نے بتایا' میں اٹھنا چاہتا تھا۔ مگر اوپر سے جیسے مجھے کسی نے دبا رکھا تھا۔ اور نیچے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے بستر بچھا رکھا ہو۔

آپ نے یہ واقعہ کسی کو نہ بتایا۔ جب غالباً ۸۸ء میں میرے پاس کوئٹہ تشریف لئے تو مجھے بتایا۔ ایک روز اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہنے لگے مجھے یوں لگتا تھا جیسے مجھے کسی نے لٹا کر اوپر سے دبا رکھا ہو جب گاڑی پوری گزر گئی تو وہ دباؤ اور گرفت دور ہو گئی۔ اور میں اللہ کی توفیق سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

(۱۵) آپ کی وظیفے کی برکت

مولوی عطاء اللہ صاحب ٹیچر مشن ہائی سکول وزیر آباد کا بیان ہے۔ ایک مرتبہ اچانک مجھ پر مقدمات کی ابتلاء گئی۔ جس سے میں کافی پریشان تھا۔ دن رات ادھری دھیان رہتا تھا۔ کہ کسی طرح ان ناگہانی مصیبتوں سے میری جان چھوٹ جائے۔

مولوی صاحب کہنے لگے ایک روز میں حضرت حافظ محمد یوسف صاحب سوہدروی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنا دکھڑا بیان کیا کیونکہ میری نظر میں دور دور تک آپ سے بہتر کوئی شخص نہ تھا۔ آپ نے مجھے یہ وظیفہ بکثرت پڑھنے کے لئے بتایا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ چنانچہ میں نے یہ وظیفہ کثرت سے پڑھنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کچھ ایسا کرم کر دیا۔ اور دونوں میں مقدمات کی پریشانیوں سے جان چھوٹ گئی۔ اور میرا جسم پھول کی طرح ہلکا ہو گیا۔

(۱۶) انتہائی سادگی

آپ نے پوری زندگی کبھی قیمتی لباس، قیمتی ٹوپی، قیمتی جوتا اور قیمتی چھڑی استعمال نہیں کی۔ آپ کا کھانا تکلفات سے مبراء ہوتا تھا۔ کبھی ہاتھ والی گھڑی نہیں لگائی۔ کبھی پگڑی استعمال نہیں کی۔ کیونکہ اس میں شملہ اور طرہ (کلغی) ہوتی ہے۔ اور مائع لگانی پڑتی ہے غسل کے لیے کبھی ولایتی صابن استعمال نہیں کیا۔ شیمپو یا پرفیوم کا آپ کو پتہ ہی نہیں تھا کہ کیا ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ والدۂ محترمہ نے آپ کے کپڑے استری کروئے۔ جس پر آپ سخت ناراض ہوئے۔ اور کپڑے کچل کر چڑ مڑ کر کے یعنی ان کی اچھی طرح استری توڑ کر پھر پہنے۔ میں نے کبھی انہیں اچھی اور قیمتی چیزیں کھاتے نہیں دیکھا۔ آپ نے پوری زندگی مسند کے پیچھے تکیہ نہیں رکھا۔ کبھی چلتے وقت جوتے بدل جاتے یعنی دایاں جوتا بائیں پاؤں میں اور بایاں جوتا دائیں پاؤں میں۔ اسی طرح سینے کے بٹن کھلے ہیں تو کھلے ہیں۔ سر پر گاہے کپڑے کی معمولی ٹوپی۔ گاہے ننگوں کی۔ اور آخری عمر میں عموماً ننگے سر رہتے۔ باہر نکلے ہوئے جب تھک جاتے تو گھروں کے تھڑے پر بیٹھ جاتے۔ کبھی کھیل تماشا نہیں دیکھا۔ سونے کی چارپائی عموماً کھری ہوتی۔ کبھی چارپائی پر کبھی زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے۔

پوری زندگی گھر میں میک اپ کا سامان نہیں لائے۔ آپ اپنے اہل و عیال کے لیے بھی سادگی کو پسند کرتے۔ آپ نے کبھی انگوٹھی نہیں پہنی۔ آپ کی آنے جانے کے لیے ایک بائیسکل تھی وہ بھی سادہ تھی۔ غرض آپ میں انتہائی سادگی تھی۔ لیکن زیرک اور دانا، لائق اور صاحب فضل و کمال اتنے کہ جس کی کوئی انتہا ہی نہیں۔

(۱۷) عبادت و ریاضت

آپ ہر وقت ذکر الٰہی کرتے رہتے تھے۔ درود شریف کے بہت قائل تھے۔ بکثرت درود پڑھتے اور دوسروں کو بھی اکثر درود شریف پڑھنے کا کہتے رہتے تھے۔ اور جو وقت ملتا تو قرآن مجید تلاوت کرتے۔ اور دن رات کثیر نوافل پڑھتے۔ نماز تہجد اشراق اور نماز تسبیح تقریباً روزانہ پڑھتے۔ روزے بکثرت رکھتے۔ ان کے روزوں کا کوئی اندازہ ہی نہیں۔ آپ ہمیشہ اعتکاف بیٹھتے۔ آپ زندگی میں ۴۳ مرتبہ اعتکاف بیٹھے۔ اور اعتکاف میں آپ کا ایک خاص ٹائم ٹیبل ہوتا تھا۔ جس پر آپ بڑی پابندی سے عمل کرتے تھے۔ آپ گھر اہل و عیال سے مل کر مسجد آجاتے اور عید کی رات ہمیشہ مسجد میں گزارتے حالانکہ یہ رات معتکفین (یعنی اعتکاف بیٹھنے والوں) کے لیے مسجد میں گزارنا بہت مشکل ہوتا ہے اور صبح عید کے روز گھر تشریف لے جاتے۔ آپ نماز نفل میں کافی لمبا قیام فرماتے۔ اور نہایت سکون سے نماز پڑھتے۔ آخری عمر میں زیادہ کھڑے نہیں ہو سکتے تھے تو بیٹھ کر نفل پڑھتے۔ اور نفل کبھی ترک نہیں کیے۔ ہمیشہ پاک صاف رہتے آپ کی زندگی دیکھ کر ہی کافی لوگوں کی کایا پلٹ گئی۔

(۱۸) زہد و استغناء

آپ کا مکان بے حد بوسیدہ اور تنگ و تاریک تھا۔ حضرت دادا جان علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد ان کے ملحق مکان سے کچھ حصہ ملا۔ بندہ اور والدہ محترمہ کے اصرار پر تھوڑی ادھیڑ بن کرنا پڑی۔ آپ مزدوروں کو روزانہ پیسے دیتے تھے۔

تاکہ بمطابق حدیث نبوی ﷺ ان کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے انہیں مزدوری مل جائے۔ مزدور کوئی چور قسم کے تھے۔ ایک روز انہوں نے نظر بچا کر چوبیس ہزار روپے کی خطیر رقم چوری کرلی۔ خیر کمرے تو تعمیر ہو گئے۔ مگر اس بات کا کسی طرح باہر بھی پتہ چل گیا۔ ایک چوہدری صاحب جو اس وقت بڑے اثر والے تھے اور حضرت حافظ صاحب سے بڑی عقیدت رکھتے تھے' انہوں نے بذریعہ پولیس چوروں سے پوری رقم نکلوا کر حضرت والد صاحب کو بھجوادی۔ جب یہ رقم حضرت والد گرامی کی خدمت عالیہ میں پیش کی گئی تو آپ بہت برہم ہوئے "کہ یہ رقم کیوں لائے ہو؟ میں نے تو یہ آخرت کے لیے رکھی تھی"۔

اس وقت مذکورہ رقم آج کل کے حساب سے کے ایک لاکھ روپے سے کم نہ ہوگی۔ یہ واقعہ بتا رہا ہے کہ آپ میں حد درجہ زہد' حد درجہ استغناء اور حد درجہ ہمدردی اور حد درجہ آخرت پر یقین تھا۔ اس دور میں ایسی مثالیں تلاش کرنا آسان نہیں۔

(۱۹) ایثار و قربانی

آپ کے قویٰ اور خصوصاً نظر جب زیادہ کمزور ہو گئی تو آپ نے مین بازار میں مطب کرنا چھوڑ دیا۔ اور اپنے والد گرامی حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کے دفتر میں منتقل ہو گئے۔ جہاں مرحوم اخبار' کتب' رسائل اور ادویات کا کام کرتے تھے' ان کی نشست کرسی پر تھی۔ مگر آپ نے بازار و مطب کی طرح یہاں بھی فرش کی نشست گاہ ہی کو پسند کیا۔ مین بازار میں آپ کی اپنی ذاتی دوکان تھی۔ جو آپ نے نیلامی میں خریدی تھی۔ لیکن وہ دوکان آپ نے اپنے کمزور اور غریب بہنوئی صاحب کو اصل قیمت خرید پر دے دی تھی۔ اور کافی سال ان کے کرایہ دار بن کر دوکان کرتے رہے۔ جب آپ کے بہنوئی صاحب کا موڈ کام کرنے کا ہوا تو والد گرامی نے

فوراً دوکان ان کے حوالے کر دی۔ اور اپنا مطب بازار میں دوسری جگہ منتقل کر لیا۔ جس کا کرایہ آپ کے عقیدت مند ملک نواب خان نوشہروی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ملک محمد یونس مرحوم ادا کر دیتے تھے۔ اور یہ بات بھی انہوں نے حضرت والد صاحب سے منت کر کے منوائی۔ اس نیکی کا صلہ اللہ تعالیٰ نے ملک محمد یونس صاحب کو یہاں بھی دیا اور اس قدر خوشحال کر دیا کہ سبحان اللہ۔ اور وہاں بھی دے گا۔ انشاء اللہ۔

اب والد صاحب یہاں آبائی دفتر میں کام کرنے لگے۔ کچھ آپ کو پیسوں سے محبت نہیں تھی اور کچھ آپ کی نظر کمزور تھی جو پیسے سنبھالتے' گاہے نوٹ زمین پر ادھر ادھر بکھرے پڑے رہتے۔ آپ کے ایک شاگرد صوفی محمد بشیر ساکن تلواڑہ جب آپ سے قرآن مجید پڑھنے کے لیے آتے تو وہ نوٹ آپ کو اکٹھے کر کے دیتے۔ یہ بات صوفی صاحب نے مجھے خود بتائی۔ کسی طرح اس بات کا چند شریر لڑکوں کو پتہ چل گیا۔ ایک روز انہوں نے نظر بچا کر رقم چوری کرلی۔ کتنی رقم تھی۔ اس کا علم نہیں۔ انہوں نے وہ رقم اڑانے کے لیے بازار کا رخ کیا۔ مگر جب جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہ پیسے سنپولیے (چھوٹے سانپ) بن چکے تھے۔ دوسرے نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو اس کے پیسے بھی سنپولیے بن گئے تھے۔ تیسرے کے ساتھ بھی اسی طرح ہوا۔ وہ گھبرا گئے مگر انہیں سمجھ آگئی کہ ہم نے حضرت حافظ صاحب کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ واپس آکر وہ سنپولیے اسی کمرے میں رکھنا چاہے تو وہ دوبارہ پیسے بن گئے۔ اور وہ انہیں وہیں پھینک کر بھاگ گئے۔ یہ بات ایک چور نے اپنے ایک دوست کو بتائی۔ اس نے اپنی والدہ کو بتائی۔ وہ ہمارے ملنے والی تھی۔ اس کا نام سرداراں تھا۔ سرداراں نے یہ بات مجھے بتائی۔ اس وقت میرے ساتھ دو ایک اور بھی عزیز تھے۔ ان کو بھی اس واقعے کا علم ہے۔ والد صاحب بھی زندہ تھے۔ اس بات کو ہم نے نہیں پھیلایا کیونکہ حضرت والد گرامی اس بات کو پھیلانا ہرگز پسند نہیں کرتے تھے۔

(۲۰) آپریشن کے دوران تلاوت قرآن

آخری ایام میں آپ کو مختلف جسمانی عوارضات نے درجہ وار اپنی لپیٹ میں لینا شروع کر دیا۔ ان عوارضات میں ایک پیشاب کا عارضہ تھا۔ آپ کو میو ہسپتال لاہور میں لے جایا گیا۔ ڈاکٹروں نے مثانے کا آپریشن کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ایک روز آپ کو آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا۔ جب آپ کو آپریشن کے بعد واپس بیڈ پر لایا گیا تو ہم نے آپ کا حال پوچھا۔ تو فرمایا عین آپریشن کے وقت میری زبان پر قرآن مجید کی یہ آیت جاری ہو گئی: حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (توبہ: ۲۹) اور الحمد اللہ، مجھے آپریشن کے دوران ذرا خوف یا گھبراہٹ یا کوئی تکلیف لاحق نہ ہوئی۔

(۲۱) اوراد و وظائف

آپ ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ اور ہمیشہ اللہ کا شکر ادا کرتے۔ آپ زبان اقدس پر اکثر یہ جملہ رہتا "اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ" یعنی دکھ سکھ، تنگی ترشی، صحت اور بیماری ہر حالت میں اللہ کا شکر ہے۔

آپ ہمیشہ دوسروں کو بھی تلقین فرماتے کہ فضول بولنے سے چپ رہنا بہتر ہے۔ اور چپ رہنے سے ذکر الٰہی کرنا بہتر ہے۔ آپ فرمایا کرتے کہ کثرت سے ذکر الٰہی کرو، اس سے سکون بھی ملے گا اور الجھے ہوئے مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔ ایک مرتبہ آپ کی سوہدرہ والی ہمشیرہ صاحبہ نے پوچھا مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ فرمایا کثرت سے "اللہ اللہ" پڑھو۔ آپ کا کوئی وقت ذکر الٰہی کے بغیر نہیں ہونا چاہیے۔ آپ جس قدر زیادہ ذکر کریں گی اسی قدر آپ کے حق میں بہتر ہو گا۔

آپ کی دلاور والی ہمشیرہ صاحبہ نے بتایا۔ (شروع شروع میں ہمارے گھر میں تنگ دستی تھی، میں پریشان رہتی تھی۔ ایک روز میں نے کہا۔ بھائی جان! ہاتھ تنگ

رہتا ہے۔ ایسا کوئی وظیفہ بتائیں۔ جس سے یہ مسائل حل ہو جائیں۔ آپ نے کہا۔ یہ پڑھا کرو: یَا اللّٰہُ، یَا اَحَدُ، یَا صَمَدُ، یَا بَاسِطُ اور اول آخر ۱۱، ۱۱ بار درود ابراہیمی پڑھ لیا کرو۔ آپ کہتی ہیں۔ جب سے میں نے یہ وظیفہ شروع کیا، اللہ تعالیٰ نے رزق کی فراوانی کر دی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے دن پھر گئے۔ آپ کی یہی ہمشیرہ صاحبہ بتاتی ہیں۔ مجھے جسم میں درد رہنے لگا تھا۔ میں نے کہا۔ بھائی جان! مجھے اس کا کوئی علاج بتائیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ دعا پڑھتی جاؤ اور درد والی جگہ پر ہاتھ پھیرتی جاؤ۔ دعا یہ ہے اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَ قُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَ اُحَاذِرُ آپ فرماتی ہیں۔ الحمد للہ اس دعا سے مجھے کافی فائدہ ہوا۔

(۲۲) رات کی تاریکی میں نور کی شعاع

سوہدرہ کے حاجی عبدالغنی زرگر مرحوم کی بڑی بیٹی نواب بیگم مرحومہ کا بیان ہے کہ میں ایک رات اپنے مکان کی چھت پر چڑھی تو حضرت حافظ صاحب کے گھر سے ایک نورانی شعاع آسمان کی طرف دور تک جاری تھی۔ میں حیران تھی کہ یہ شعاع کیسی ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا میں نے ذرا اوپر ہو کر دیکھا تو محترم حافظ صاحب نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ سے لے کر بہت بلندی تک وہ شعاع اوپر کی طرف جاری تھی۔ نواب بیگم مرحومہ نے یہ ذکر ہمارے گھر کیا۔

(۲۳) ایک مقدمہ کا فیصلہ

ہمشیرہ کے مکان کی نچلی منزل میں ایک خاندان رہتا تھا۔ وہ شروع میں منت سماجت کر کے اجازت لے کر وقت گزاری کے لیے بیٹھ گیا تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ اس نے قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ اور بالآخر وہ لوگ مالک بن بیٹھے۔ ظاہر ہے یہ ان کی زیادتی تھی۔ مقدمہ شروع ہو گیا۔ جو کافی عرصہ تک رہا۔ جب فیصلہ انکے حق میں ہوتا وہ اوپر کی عدالت میں چلے جاتے۔ ایک روز والد صاحب نے فرمایا کبھی جج ایسا

فیصلہ کر دے کہ قابض گروپ کو اوپر کی عدالت میں جانے کی گنجائش ہی نہ رہے۔ اور اگر یہ دو ماہ کے اندر اندر مکان خالی نہ کرے تو جرمانہ کر دے۔ چنانچہ جج نے جو فیصلہ سنایا وہ ٹھیک اسی طرح سنایا جس طرح والد گرامی نے فرمایا تھا۔ لیکن نوید کے وقت حضرت والد صاحب اَعْلَى اللّٰہُ مَقَامَهٗ وفات پا چکے تھے۔ ہمشیرہ نے اس بات کا مجھ سے ذکر کیا۔

(۲۴) وفات پر عجیب اشارے

مسجد گکے زئیاں اہلحدیث سوہدرہ کے خطیب مجسمہ شرافت و حلم مولانا عبدالرحمٰن سلفی نے خواب دیکھا کہ ایک بہت اونچا پہاڑ ہے جو گر گیا ہے۔ اور اس کے گرنے کی بڑی زوردار آواز آئی ہے۔ فرمایا یکدم میری آنکھ کھل گئی۔ اس وقت لاؤڈ سپیکروں پر حضرت حافظ محمد یوسف صاحب کی وفات کا اعلان ہو رہا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ملک نصیر صاحب کی اہلیہ نے خواب دیکھا۔ بہت اونچے سرسبز و شاداب درخت ہیں اور ان کے سامنے عالی شان باغات اور نیچے صاف پانی کی نہر بہہ رہی ہے اور انتہائی خوبصورت اور تیز روشنی کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس منظر میں حسن کا انتہائی دلکش جلوہ بھر دیا گیا ہے۔ اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے یہ سب کچھ کسی کی آمد اور استقبال میں سجایا گیا ہو۔ صبح اٹھی تو پتہ چلا کہ سب کے استاد اور روحانی باپ حضرت حافظ صاحب وفات پا چکے ہیں۔ موصوفہ کہتی ہیں کہ میں مطلب سمجھ گئی کہ یہ سب حضرت مرحوم کی جنت میں آمد کے لیے استقبال کی تیاریاں تھیں۔

ہماری ملنے والی ایک بزرگ خاتون نے خواب دیکھا کہ بہت خوبصورت خوشرنگ اونٹوں کی قطار ہے جنہیں بہت سجایا گیا ہے اور ان کے مونہوں پر پھولوں کی جھالریں لٹک رہی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے اس عجیب خواب کا ذکر اہل سنت

کے بریلوی مولوی اللہ دتہ سے کیا۔ انہوں نے کہا حضرت حافظ محمد یوسف صاحب ولی اللہ تھے۔ اونٹ سے مراد فرشتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حافظ صاحب کی روح کو لینے اللہ کے بہت سے فرشتے آئے تھے۔

آپ کی وفات سے ٹھیک دو روز قبل میں نے خواب دیکھا کہ جامع مسجد غربی اہل حدیث کے نو مینار ہیں وہ پتہ نہیں کدھر گئے ہیں یعنی مسجد کی پیشانی میناروں کے بغیر ہے۔ میں والد گرامی کے مکان کے باہر گیلری میں سیڑھیوں پر کھڑا تھا۔ اسے دیکھا تو وہ عمارت سے پھٹ کر الگ ہو چکی تھی۔ جب گھر کی طرف دیکھا تو اس کی سب چھتیں گر چکی تھیں۔ میں خواب ہی میں حیران پریشان کھڑا سوچ رہا تھا کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کہ ماجرا کیا ہے۔ چنانچہ فجر کے وقت جب میری آنکھ کھلی۔ تو میں نے خواب ایک رجسٹر پر لکھ لیا۔ اور اس کی تعبیر بھی لکھ لی۔ تاکہ بھول نہ جاؤں چنانچہ اس کے دو روز بعد حضرت والد گرامی داغ مفارقت دے گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

(۲۵) تبسم برلب اوست

سب لوگ جانتے ہیں کہ بوجہ بڑھاپا اور مرض آپ کی صحت بہت کمزور ہو چکی تھی۔ چہرہ بھی نحیف اور پیلا سا تھا۔ مگر جب آپ نے انتقال فرمایا تو آپ کا چہرہ اس قدر سرخ و سفید، خوبصورت، کھلا ہوا اور تر و تازہ تھا کہ جیسے گلاب کا پھول کھلا ہوا ہو۔ اور بوقت وفات آپ پر جو جوبن تھا وہ جوانی میں بھی نہ تھا۔ اس بات کا عام لوگوں نے مشاہدہ کیا۔ اور ایک دوسرے سے اظہار کیا۔ تدفین کے وقت آپ کی قبر سے خوشبو آئی۔ جو لوگوں نے صاف محسوس کی۔

(۱۶)

کرامات حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی

(۱) کرامات ہی کرامات

آپ نابینا تھے لیکن اپنے عہد کے محدث کبیر تھے۔ خلق کثیر نے آپ سے علم حدیث سیکھا۔ آپ کی زندگی بڑی آزمائشوں سے گزری۔ آپ نے علم حدیث شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی سے سیکھا۔ آپ کو علوم عالیہ و آلیہ میں کمال حاصل تھا۔ آپ کو قرآن و حدیث کے علاوہ دیگر کتب بھی قریب قریب زبانی یاد تھیں۔ اتنی دعائیں یاد تھیں کہ کم ہی کسی کو یاد ہوں گی۔ آپ کو عبارات کے حوالہ جات ازبر تھے۔ آپ کی قوت حافظہ ضرب المثل تھی۔ آپ کو فیاض ازل نے برجستگی واستحضار اور بیکراں علم کی نعمتوں سے مالا مال کیا تھا۔ آپ زہد وورع میں بھی اپنی مثال آپ تھے آپ کے عظیم تلامذہ کی بہت بڑی کھیپ جس کا ذکر کتاب "استاد پنجاب" میں کیا گیا ہے۔(۱) آپ کی عظیم جامع مسجد جہاں تقریباً ایک صدی سے توحید و سنت کے زمزمے بلند ہو رہے ہیں اور مدرسہ جہاں علم و عرفان کا چشمہ ابل رہا ہے' یہ سب آپ کی زندہ و تابندہ کرامات ہیں۔ انشاء اللہ ان کے جلوے اور تجلیات تانور نیرین رہیں گی۔ آپ کی متعدد کرامات ہیں۔ چند ایک کو نموناً پیش کیا جاتا ہے۔

(۲) سحاب رحمت اللہ آیا

پہلی کرامت یہ تھی کہ آپ نابینا ہو کر بیناؤں کے استاد تھے۔ آپ کی ظاہر

(۱) یہ کتاب نئی ترتیب و تزئین کے ساتھ بڑے شایان شان انداز میں طبع ہو چکی ہے۔ بڑی معلوماتی کتاب ہے۔ (فاروقی)

آنکھیں بند تھیں لیکن دل کی آنکھیں کھلی تھیں۔ آپ صاحب نظر' صاحب بصیرت اور صاحب دل تھے۔ آپ روکھی سوکھی کھا لیتے تھے مگر کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا گوارا نہ کرتے تھے۔ توحید و توکل میں بہت آگے تھے۔ آپ کا شمار مستجاب الدعوات لوگوں میں ہوتا تھا۔ آپ کا ایک واقعہ حضرت مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی علیہ الرحمۃ سے بہت ملتا جلتا ہے۔ ایک دفعہ بارش رک گئی۔ قحط کا سماں ہو گیا۔ لوگوں نے دعا کی درخواست کی۔ آپ لوگوں کو لے کر نماز استسقاء کے لئے شہر سے باہر تشریف لے گئے۔ بریلوی آپ کی بہت مخالفت کرتے تھے۔ وہ طنزیہ کہنے لگے۔ "دیکھو! اندھا رب سے بارش لینے کے لئے جا رہا ہے"۔ لیکن حافظ صاحب کے گھر واپس پہنچنے سے قبل مالک ارض و سماء نے بارش کا انتظام کر دیا۔ اور ایسی بارش برسی کہ جل تھل ہو گیا' سب لوگ بھیگتے ہوئے گھروں کو واپس لوٹے۔ اور وہ لوگ جو مذاق کر رہے تھے آپ کی عظمت کے قائل ہو گئے۔

(۳) دریا نے حفاظت کی

ایک دفعہ کی بات ہے کہ آپ دریائے جہلم کے کنارے وضوء فرما رہے تھے' ان دنوں دریائے جہلم میں طغیانی آئی ہوئی تھی۔ آپ کا پاؤں پھسلا اور دریا کی خوفناک لہروں کے حوالے ہو گئے۔ فجر کا وقت تھا۔ کوئی آدمی مدد کو بھی نہ پہنچ سکا۔ کافی دیر آپ دریا میں رہے۔ دریا نے آپ کو اپنے سینے پر اٹھا کر آگے جا کر بریتے پر ڈال دیا۔ اور یوں آپ دن کے اجالے میں بخیر و عافیت کنارے پر پہنچ گئے۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی خاص حمایت

ایک مرتبہ آپ کسی جنگل سے گزر رہے تھے۔ آپ کے ساتھ ایک سفر کا ساتھی بھی تھا۔ اثنائے سفر آپ کو پیشاب کی حاجت ہوئی آپ راستے سے ہٹ کر ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ وہ درندوں کا جنگل تھا۔ آپ کو خبر نہیں تھی۔ ادھر کوئی

شیر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے آپ پر حملہ کر دیا۔ وہ دوڑتا ہوا آیا۔ اور اس زور سے چھلانگ لگائی کہ آپ کے اوپر سے ہوتا ہوا ساتھ والی کھائی میں دھاڑتا چنگاڑتا ہوا جا گرا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت کو اس کے خوفناک حملے سے بال بال بچالیا۔

(۵) حیرت انگیز اور محیر العقول واقعہ

آپ کو مطالعہ کتب کا بہت شوق تھا۔ اور یہ ہر ذی علم کو ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے آہ سرد بھری، اور کہا۔ "کاش! فلاں کتاب مجھے مل جاتی، میں اس کا مطالعہ کرنا چاہتا تھا"۔

اس وقت آپ حلقہ طلبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کلاس ختم ہونے کے بعد ایک طالب علم حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا۔ استاذ محترم! کیا آپ مجھے اس کتاب کا پورا نام اور جس کے پاس وہ کتاب ہے اس کے نام سفارشی رقعہ لکھ دیں گے؟ ان دنوں ریل نہیں تھی۔ اور آنا جانا بہت مشکل تھا۔ اور کتاب دہلی میں ایک صاحب کے پاس تھی۔ پوچھا۔ تم کیسے لاؤ گے؟ شاگرد نے عرض کیا۔ بس آپ لکھ دیجئے۔ آگے جو خدا کا حکم ہوا۔ آپ نے رقعہ لکھوا دیا۔ وہ شاگرد تقریباً ایک گھنٹے کے بعد کتاب لے آیا۔ جسے دیکھ کر آپ بہت حیران بھی ہوئے اور خوش بھی ہو گئے۔ حیرت بجا تھی کہ اتنی لمبی مسافت طے کر کے اتنی جلدی کیونکر کتاب لے آیا؟

(۶) پانی کی ٹینکی خود بخود بھر جاتی

تقریباً ایک سو برس پہلے کی بات ہے اس وقت گھروں میں اور مسجدوں میں کھوئیوں کا رواج تھا۔ آپ کی مسجد میں کھوئی تھی جس کے اوپر پانی نکالنے کی چرخی لگی ہوئی تھی جس کے ذریعے پانی نکالا جاتا تھا۔ یہاں عجیب بات یہ تھی کہ جب بھی پانی کم ہو جاتا۔ وہ چرخی گھومتی اور پانی کا ڈول بھرا ہوا اوپر آجاتا۔ اور مٹن (یعنی پانی کی ٹینکی) میں گر جاتا تھا۔ خصوصاً ظہر اور جمعۃ المبارک کو وہ مٹن لبالب بھر جاتی۔ اس

طرح بہت سے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا۔ کہتے ہیں کہ یہ بھی آپ کے جنات شاگردوں کا کارنامہ تھا۔

جن بڑے بڑے کارنامے کرتے ہیں۔ جس طرح بڑیلے والے پیر صاحب شیر کی سواری کرتے تھے وہ در اصل جن تھا۔ یا میاں شیر محمد شرقپوری سے دریائے راوی کے کنارے حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ سے ملنے آتے تھے۔ یا مولانا غلام رسول صاحب نے ایک کنویں کی اندرونی دیوار سے درخت اکھاڑ کر باہر کر دیا تھا۔ اسی طرح جنات اپنی کاروائیاں کرتے ہیں۔ کسی کو فائدہ پہنچا دیتے ہیں اور کسی کو نقصان۔ جادو کے پیچھے بھی ایسی ہی مخلوق کا ہاتھ ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے واقعات سن کر بزرگوں کو قادر و مختار بنا دیتے ہیں۔ اور بہت سے کوتاہ عقل اس قسم کے واقعات لوگوں کو سنا سنا کر توحید و سنت کی تردید کرتے رہتے ہیں۔ جو واقعہ ہوا اس کو اسی طرح سنانا چاہیے پاس سے مرچ مسالہ نہیں لگانا چاہیے انصاف کا یہی تقاضا ہے۔ اور توحید و سنت کے منافی کوئی بات ہرگز منہ سے نہیں نکالنی چاہیے۔

(۷) باوفا جنات

اسی طرح کا واقعہ ہے کہ آپ کے گھر کے قریب تیلیوں کا مکان تھا ان سے حضرت حافظ صاحب کی شان میں کچھ گستاخی ہو گئی۔ حضرت حافظ صاحب نے تو انہیں کچھ نہ کہا۔ البتہ جنات ان کے گرد ہو گئے۔ ادھر کولہو اکھاڑ دیا۔ ادھر تیل کے مٹکے الٹ دیئے۔ کمروں میں گوبر اور گندگی ڈال دی۔ کبھی اچانک کپڑوں میں آگ بھڑک اٹھتی۔ جس سے چھت سلگنے لگتی۔ کبھی صحن میں اینٹیں اور پتھر پھینک دیتے۔ بے چارے تیلیوں کا ناک میں دم کر دیا۔ انہوں نے بہتیرے دم جھاڑ والے بلائے مگر وہ غریب پٹائی کروا کر چلے جاتے۔ شہر میں ایک کہرام سا مچ گیا۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا کہ کیا کیا جائے۔ لوگوں نے کہا اللہ کے بندو! ادھر ادھر جو جاتے ہو تو حضرت

حافظ صاحب کے پاؤں پکڑلو' ان سے معافی مانگ لو' یہ ساری مصیبت ٹل جائے گی۔ آخرانہوں نے ایسے ہی کیا۔ اور ان کی جان بخشی ہو گئی۔

اللہ کی مدد کے کئی طریقے ہیں جن کے ذریعے وہ اپنے خاص بندوں کی مدد فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بڑی مخلوق ہے وہ جس کے سبب سے چاہتا ہے مدد کروا دیتا ہے' کبھی انسانوں سے' کبھی جنوں سے' کبھی ملائکہ سے' کبھی درندوں سے' کبھی پرندوں سے' کبھی ہواؤں سے' کبھی فضاؤں سے' کبھی دریاؤں سے علیٰ ہٰذا القیاس۔ یہ رب کی چاہت پر مبنی ہے وہ جیسے چاہتا ہے ویسے کرتا ہے۔ اور اگر وہ مدد کرنا نہیں چاہتا تو نہیں کرتا۔ سب کام اس کی مرضی پر موقوف ہے۔ اگر وہ مدد کرنا نہیں چاہتا تو کوئی بھی مدد نہیں کر سکتا۔ یہی خلاصہ ہے قرآن و حدیث کا۔ اسی کے مطابق ہمارا ایمان ہونا چاہیے۔

(۸) آپ کا روحانی مرتبہ اور ایک واقعہ

آپ کا روحانی مرتبہ آپ کے علمی مرتبہ کی طرف بہت بلند تھا۔ آپ کو القاء اور الہام بھی ہوتا تھا۔ آپ صاحب مراقبہ بزرگ تھے۔

ایک مرتبہ آپ کی ایک گراں قدر کتاب "معالم التنزیل" گم ہو گئی۔ جس کا آپ کو بہت صدمہ تھا۔ ایک روز نماز فجر سے فارغ ہو کر فرمایا۔ کہ ابھی ابھی میرے مالک نے مجھے بتایا ہے کہ وہ کتاب برنے والی مسجد میں جو اینٹوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے اس میں دفن کی گئی ہے۔ چنانچہ ایک شخص گیا اور ڈھیر سے کتاب نکال کر لے آیا۔ جس پر آپ اللہ کا شکر بجالائے۔

ایک مرتبہ آپ کو خواب آیا کہ حضرت مولانا محمد عثمان ولاوری فوت ہو گئے ہیں' آپ رفقا کو لے کر دلاور پہنچے۔ وہاں پہنچے تو واقعی موصوف وفات پا چکے تھے۔

(۹) قبولیت دعا کا ایک نمونہ

حافظ عبدالکریم صاحب وزیر آبادی ایک نیک دل انسان تھے۔ عموماً آپ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ اللہ کی قدرت ان کا بیٹا چند روز بیمار رہ کر اچانک فوت ہو گیا۔ جس کا موصوف کو بہت صدمہ ہوا۔ اور یہ صدمہ پہنچنا قدرتی تھا آپ اکثر غمزدہ رہتے تھے۔ ایک روز آپ نے استاد پنجاب حضرت حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں دعا کی درخواست کی۔ عرض کیا۔ حضرت دعا فرمایئے کہ اللہ میرے دل کو سکون دے۔ اور بیٹے کا نعم البدل عطا فرمائے۔ حضرت المحترم نے سوز و گداز سے دعا کی۔ اور فرمایا۔ امید ہے اللہ تعالیٰ آپ کو تین بیٹے عطا فرمائے گا۔ حافظ عبدالکریم صاحب فرماتے ہیں۔ اس دن سے مجھے سکون سا ہو گیا۔ اور اولاد نرینہ کی امید بندھ گئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی اور یکے بعد دیگرے تین بیٹے عطا فرمائے۔ الحمد للہ میرا ہر طرح کا صدمہ دور ہو گیا۔ اس پر میں رب کی بارگاہ میں سجدۂ شکر بجالایا۔



کرامات صوفی عبداللہ صاحب ماموں کانجن

صوفی عبداللہ صاحب مجاہد تھے۔ انگریزی گورنمنٹ سے چھپ چھپ کر مجاہدین کی مدد فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا شمار اہل اللہ میں ہوتا ہے۔ آپ بے حد عابد و زاہد اور درویش صفت انسان تھے۔ آپ نے ایک بہت بڑا مدرسہ بنوایا تھا۔ جو عرصہ دراز تک اوڈانوالے رہا۔ پھر وہ ماموں کانجن ضلع فیصل آباد (لائل پور) منتقل ہو گیا یہ جامعہ ملکی سطح کا ہے۔ آپ مشہور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ آپ کے بہت سے واقعات اور کرامات زبان زد خاص و عام ہیں۔ چند ایک کرامات افادۂ عام کے لئے

یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) رب نے آپ کی خواہش پوری کر دی

آپ کو طالب علموں کا بہت خیال رہتا تھا۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے پہلے ایک عرصہ تک جامعہ تعلیم الاسلام موضع اوڈانوالہ میں رہا۔ طلبہ کو ریلوے اسٹیشن تک آنے میں دیر لگ جاتی تھی۔ اور بسا اوقات وزن اٹھا کر پیدل چلنا پڑتا تھا۔ ایک دن آپ نے دعا کی۔ یا اللہ! ہمیں ریلوے اسٹیشن کے اتنا قریب جامعہ عطا فرما کہ جب گاڑی "کوک" مارے (یعنی ہارن بجائے) اور چلنے کے لیے تیار ہو تو بچے پہنچ جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ماموں کانجن ریلوے اسٹیشن کے پاس مدرسہ بنوا دیا۔ بچے جب گاڑی کی آواز سنتے تو اس پر جا کر سوار ہو جاتے ہیں۔ سنا ہے یہ جگہ کسی نے بطور عطیہ جامعہ کو دی تھی۔

(۲) ایک مسئلہ فوراً حل ہو گیا

حضرت صوفی عبداللہ رحمتہ اللہ کی ایک رجسٹری کا مسئلہ لاینحل بنا ہوا تھا۔ آدمی رجسٹرار کے دفتر میں جاتا مگر وہ ٹرخا دیتا۔ دراصل ان افسروں کے منہ کو رشوت لگی ہوتی ہے۔ یہ رشوت کے بغیر کام نہیں کرتے۔ ان چکروں سے صوفی صاحب مرحوم اکتا گئے۔ ایک روز ساتھی سے فرمانے لگے۔ چلو' پتہ کرتے ہیں۔ کام کیوں مؤخر ہو رہا ہے۔

میاں صاحب جوں ہی رجسٹرار کے کمرے میں داخل ہوئے افسر خوفزدہ ہو گیا۔ حضرت صوفی صاحب کو دیکھتے ہی منت سماجت کرنے لگا۔ اور کہنے لگا آپ کیوں تشریف لائے ہیں؟ آپ نے کیوں زحمت کی ہے؟ آپ تشریف لے چلیے۔ میں ابھی' فوراً ابھی آپ کی رجسٹری بنا دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے منٹوں کا کام منٹوں میں کر دیا۔

[illegible] خوفزدہ ہو گیا اور

مجھ پر انجانا سا بوجھ پڑ گیا۔

(۳) آپ کی کرامت

جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کی جب تعمیر شروع ہوئی اور اس کثرت سے روپیہ آنا شروع ہوا کہ حیرت ہوتی تھی۔ اتفاق کی بات جب ہال کی نوبت آئی تو سارا پیسہ ختم ہو گیا۔ بمشکل ہال کی دیواریں پوری ہو سکیں۔ کارندے حضرت صوفی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماجرا بیان کیا۔ آپ نے اللہ کی بارگاہ میں بڑے الحاح سے دعا کی۔ اسی دن وہاں سے کسی بڑے آدمی کا گزر ہوا۔ اس نے ہال کے اس لنٹر کے لئے چھ لاکھ روپے کا ذمہ لے لیا۔ اس طرح یہ مسئلہ بآسانی حل ہو گیا۔ (کئی مرتبہ اساتذہ کی تنخواہوں کا مسئلہ پیش آ جاتا۔ آپ رب تعالیٰ سے دعا کرتے اور کثیر رقم کا بہت جلد انتظام ہو جاتا۔ کہ جس سے موجود مسائل حل ہو جاتے۔

(۴) کیڑوں نے تعمیل ارشاد کی

جامعہ تعلیم السلام میں گندم کا بڑا اسٹور تھا۔ اس میں کیڑا لگ گیا۔ اور کیڑے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں تھے جو گیہوں کے دانے اٹھا اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ لوگوں نے آپ سے ذکر کیا۔ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ اور کیڑوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"کیڑو! یہ دانے طلبہ کے ہیں۔ انہیں رہنے دو۔ وہ رازق تمہارا کہیں اور سے بندوبست کر دے گا"۔

دیکھنے والے کہتے ہیں کہ آپ کا یہ جملہ سنتے ہی کیڑوں نے دانے چھوڑ دیئے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں کیڑے کہیں اور چلے گئے اس طرح یہ خطرہ ٹل گیا۔

(۵)وذالک فضل اللہ...

نبی پور پیراں شیخوپورہ ضلع کا مشہور گاؤں ہے جو ننکانہ صاحب کے قریب واقع ہے۔ بندہ نے وہ دیکھا ہوا ہے۔ اس میں کچھ مخیر اہلحدیث تھے جو حضرت مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت غزنوی بسلسلہ اعانت جامعہ وہاں تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ اتفاق کیسے اوپر سے حضرت صوفی صاحب بھی وہاں پہنچ گئے۔ حضرت غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا' آپ دیر سے پہنچے ہیں۔ صوفی صاحب نے فرمایا۔ کوئی حرج نہیں' جو تعاون میرے جامعہ کے مقدر میں ہو گا مجھے مل جائے گا انشاء اللہ۔ حضرت صوفی صاحب نے مسجد میں سب کے سامنے جامعہ ماموں کانجن کے لئے اپیل فرمائی۔ اللہ کی شان حضرت صوفی صاحب کو فی الفور حضرت غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے ڈبل چندہ ہو گیا۔ اور کچھ لوگوں نے جامعہ کے لئے ماہانہ خطیر رقوم دینے کا الگ وعدہ کیا۔ اس طرح چندہ پر چندہ لینا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ جیسے گائے بھینس کا دودھ نکالنے کے بعد اور دودھ نکالنا مشکل ہوتا ہے اسی طرح کسی جگہ سے دوبارہ چندہ لینا کٹھن ہوتا ہے خصوصاً جہاں سید داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا عظیم انسان تشریف فرما ہو۔ مگر حضرت صوفی صاحب کو یہاں حیرت انگیز کامیابی حاصل ہوئی۔ وَذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤتِيهِ مَن يَشَآءُ

ایک مرتبہ میں زمانہ طالب علمی میں موضع جھوک دادو ضلع فیصل آباد گیا ہوا تھا۔ کہ حضرت صوفی عبداللہ صاحب علیہ الرحمتہ کے جامعہ کا سفیر وہاں آیا ایک شخص شاید نام نور صمد تھا۔ (لوگ نور سمند کہتے تھے)۔ اس نیک انسان نے صوفی عبداللہ صاحب کے جامعہ کے حوالے سے لاؤڈ سپیکر پر چندے کا اعلان کیا۔ اور ساتھ ہی مسجد کے صحن میں ایک جانب جھاڑو لگادی۔ میں نے دیکھا لوگ جوق در جوق بڑے شوق سے گندم لارہے ہیں۔ مرد بھی آرہے ہیں عورتیں بھی۔ بڑے بھی

چھوٹے بھی۔ کوئی عورت برقعے کے بغیر نہ تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے کوئی تیس چالیس من گندم کا ڈھیر لگ گیا۔ ان لوگوں کا جذبہ اور صوفی عبداللہ صاحب کی کشش دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ حالانکہ خود جھوک دادو میں طلبہ و طالبات کا الگ الگ جامعہ ہے۔ اور وہ لوگ کہہ سکتے تھے کہ ہمارے ہاں کوئی سفیر نہ آئے ہمارے اپنے مدارس ہیں جیسا کہ بعض مقامات پر لوگ بورڈ لگا دیتے ہیں۔ اور کوئی چندہ لینے آجائے تو اس کے گلے پڑجاتے ہیں۔

(۶)ایک تاجر کے لئے عجیب دعا

حضرت صوفی صاحب بہت مستجاب الدعوات تھے۔ آپ کی دعا اردو' عربی' پنجابی ہر زبان میں ہوتی تھی۔ اور جو دعا آپ فرماتے تھے عموماً قبول ہو جاتی تھی۔ اس سلسلے میں دو چار نہیں بیسیوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مولانا عتیق اللہ حفظہ اللہ ستیانہ بنگلہ کا بیان ہے 'فیصل آباد میں ایک تاجر تھا اس کے پاس فلالین کا بہت زیادہ کپڑا تھا' اس نے حاضر خدمت ہو کر درخواست کی۔ حضرت! میری فلالین فروخت نہیں ہو رہی۔ براہ کرم' دعا کیجئے وہ بک جائے۔ حضرت صوفی صاحب نے اس کے لئے درد بھرے انداز اور بڑے الحاح کے ساتھ دعا کی۔ اور اتنی زیادہ کی جس کی کوئی انتہاء نہیں۔ اس تاجر کا بیان ہے کہ الحمد للہ' دس بارہ دن کے اندر اندر میرا سارا کپڑا بک گیا۔ اور بڑے مناسب داموں میں بک گیا۔ تاآنکہ اس کا ایک گز کپڑا بھی نہ بچا۔ اسے لاکھوں کے نقصان کی بجائے لاکھوں کا نفع مل گیا۔

(۷)حضرت صوفی صاحب اور میاں شیر محمد شرقپوری

ڈاکٹر میجر عبدالغنی شاہ صاحب وفاقی کالونی لاہور کا بیان ہے۔ ایک روز حضرت صوفی صاحب شرقپور تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کی میاں شیر محمد شرقپوری سے ملاقات ہوئی۔ دونوں سیر پر نکل گئے۔ رات کا سماں تھے۔ دریائے راوی میں لہریں اٹھ

رہی تھیں۔ میاں صاحب نے کہا۔ آج جمعرات ہے۔ اس رات اس وقت حضرت داتا گنج بخش دریا کے اس پار تشریف لاکر مجھے شرف ملاقات و زیارت بخشتے ہیں۔ آج یہ نورانی منظر آپ بھی دیکھیں۔ صوفی صاحب نے کہا۔ "ایسی باتیں کرنا درست نہیں کیونکہ جو اگلے عالم میں چلا گیا وہ دنیا میں نہیں آتا۔ یہ قرآن و حدیث کا فیصلہ ہے۔ نیز اللہ کے علاوہ نہ کوئی داتا ہے نہ کوئی خزانہ بخشتا ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنا اور اس طرح کی سوچ رکھنا توحید کے منافی ہے"۔ یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ اتنے میں ایک نورانی بزرگ آ گئے۔ میاں شیر محمد صاحب ان سے انتہائی عقیدت و احترام سے ملے۔ یہ دیکھ کر حضرت صوفی صاحب سب معاملہ سمجھ گئے۔ اور آپ نے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم پڑھا۔ اعوذ باللہ کا پڑھنا تھا کہ اس "نورانی بزرگ" کا سب نور غائب ہو گیا۔ یعنی نور کی چادر چھن گئی اور وہ سیاہ کالے دھوئیں کی صورت اختیار کر کے غائب ہو گیا۔ حضرت صوفی عبداللہ صاحب نے میاں صاحب شرقپوری سے کہا۔ کدھر گئے آپ کے بزرگ؟ جنہیں آپ غلطی سے حضرت علی ہجویری قدس سرہ سمجھ رہے تھے۔ اب سمجھ گئے آپ یہ کون "بزرگ" تھے؟ صوفیاء کو قرآن و سنت کا علم رکھنا چاہیے۔ اور ابلیس اور اس کے چیلوں کی عیاریوں اور چال بازیوں سے آگاہ رہنا چاہیے۔ میاں صاحب نے صوفی صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ اور آئندہ آپ محتاط ہو گئے۔ اور صوفی صاحب کی اور زیادہ عزت کرنے لگے۔

بات کوئی پیچیدہ نہیں۔ آدمی کو اپنی ساٹھ سالہ زندگی میں زیادہ نہ سہی صرف ساٹھ منٹ نکال کر نکتہ توحید سمجھ لینا چاہیے۔ اور سمجھنا چاہیے کہ اصل بات کیا ہے۔ ورنہ اہلحدیث کے نزدیک اولیاء کرام کا احترام بجالانا ضروری ہے۔ وہ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگوں کی بے حد عزت و توقیر کرتے ہیں۔ لیکن نا سمجھ لوگ الٹ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اہلحدیث بزرگان دین اور اولیائے عظام کے

گستاخ ہیں۔ حالانکہ یہ سب جھوٹ اور جماعت اہلحدیث پر الزام ہے۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

قارئین "کرامات اہلحدیث" کی خدمت میں گذارش ہے۔ کرامت اور استدراج میں فرق کرنا بہت ضروری ہے۔ ورنہ لوگ شیطان کے فریب میں آکر اپنے دین و ایمان کا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔ اور دو ایک نہیں پھر ہزاروں لاکھوں لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ پاک و ہند میں لاکھوں کروڑوں ضعیف الاعتقاد اور کمزور ایمان لوگ اولیاء اللہ سے عقیدت و محبت کے نام پر لٹ رہے ہیں۔ اس طرح "بڑ بولے والے بزرگوں" کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ شیر کی سواری کرتے تھے جیسا کہ پیچھے بتایا جا چکا ہے۔ کہ وہ جن تھا جو یہ شکل اختیار کرتا تھا۔ اس طرح کے شعبدے اولیاء اللہ کے ہرگز شایان شان نہیں۔ ان کے بڑے لوگوں کو ایسی باتوں کی تردید کرنی چاہیے نہ کہ تائید۔ اور ہر جگہ قرآن و حدیث کی برتری قائم کرنی چاہیے۔ اور جو ارباب توحید ایسی خود ساختہ شرکیہ باتوں کو نہیں مانتے اور شرک و بدعت کی تردید کرتے ہیں' قبر پرست ذہنیت کے حامل لوگ انہیں مطعون اور بدنام کرتے اور ان کا نام "وہابی" مشہور کرتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ رویہ درست نہیں ہے۔ یہ نبوی مشن کے خلاف ہے۔ اور سراسر گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

(۸) بارش تھم گئی

ملک عبدالرشید عراقی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم صوفی عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میرے ساتھ مولانا عبدالرحمٰن عتیق' ملک حافظ محمد یعقوب' عبدالرحیم صاحبان بھی تھے۔ کافی تیز طوفان نما بارش شروع ہو گئی جو گھنٹہ بھر جاری رہی۔ اور رکنے کا نام نہ لیتی تھی۔ اتنے میں قاضی محمد اسلم سیف آ گئے۔ وہ صوفی صاحب محترم سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ باباجی! اب تو

بارش کی شدت سے درخت بھی اکھڑنے لگے ہیں' دعا کریں بارش رک جائے۔ حضرت صوفی صاحب نے بارگاہ خداوندی میں اس زاری اور عجز و نیاز سے دعا کی کہ اسی وقت بارش تھم گئی۔

(۹) جوڑے پیدا ہونے لگے

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا حضرت! میری کافی بیٹیاں ہیں' بیٹا کوئی نہیں۔ دعا کریں' اللہ تعالیٰ بیٹا عطا فرمائے۔ آپ نے دعا کی' خدا کی شان آئندہ دو دو بیٹے اکٹھے پیدا ہونے لگے۔ تین سالوں میں تین جوڑے پیدا ہوئے۔ اس طرح تین سالوں میں اللہ تعالیٰ نے اسے چھ بیٹے عطا فرما دیئے۔ جو سب کے سب صحت مند تھے۔

(۱۰) کٹیاں پیدا ہونے لگیں

ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضرت صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ میری ایک بھینس ہے اس نے دوسری مرتبہ کٹا (نر بچہ) دیا ہے آپ اللہ سے دعا کریں کہ آئندہ کٹی (مادہ بچہ) پیدا ہو (صوفی صاحب نے کبھی کسی کا انکار نہیں کیا تھا) آپ نے اس کی درخواست کے مطابق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی۔ چنانچہ آئندہ ہر سال اس کی بھینس کٹیاں دینے لگی۔ اور آئندہ اس نے ہمیشہ کٹیاں دیں۔

﴿۱۸﴾

کرامات میاں باقر صاحب جھوک دادو

(۱) زندہ کرامت

حضرۃ العلام مولانا میاں محمد باقر صاحب کا شمار بھی اہل اللہ میں ہوتا ہے۔ آپ

استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ علمی پایہ اونچا تھا۔ آپ نے اپنے گاؤں میں طلبہ اور طالبات کے الگ الگ مدارس قائم فرما رکھے تھے۔ جو بڑے کامیاب مدرسے تھے۔ یہ اب بھی جاری ہیں۔ آپ کے جامعات سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں لڑکے اور لڑکیاں فیضیاب ہوئے۔ اور وہ آگے بڑی خوش اسلوبی سے دینی و ملی خدمات بجا لا رہے ہیں۔ محترمہ اہلیہ مولانا عبدالمالک مجاہد صاحب مدیر ادارہ دارالسلام الریاض' محترمہ اہلیہ مولانا حافظ عبدالغفار صاحب اعوان' محترمہ اہلیہ حافظ عبدالاعلیٰ صاحب انگلینڈ یہیں سے فارغ ہو کر ملک اور بیرون ملک میں قرآن و سنت کی نشر و اشاعت اور توحید و سنت کے زمزمے بلند کر رہی ہیں۔ آپ کے یہ مدارس تا امروز جاری ہیں۔ اللہ انہیں ہمیشہ جاری رکھے۔ آمین۔

میاں صاحب کی بابرکت ذات گرامی میں اخلاص و انکسار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ کی زبان اقدس پر یہ جملہ عام رہتا تھا۔ "اللہ! ہم تیرے غلام' اللہ ہم تیرے غلام"۔ اور جو شخص آپ سے نصیحت کی درخواست کرتا۔ تو آپ یہ فرماتے "پڑھو تے پڑھاؤ"۔ غور کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جملے کتنے مختصر اور جامع ہیں:

"اللہ! ہم تیرے غلام"

"پڑھو تے پڑھاؤ"

لیکن ان میں پوری اسلامی تعلیمات کا خلاصہ سمٹ آتا ہے۔

میاں صاحب طلبہ پر اولاد کی طرح شفیق تھے۔ آپ ان کا ہر طرح سے خیال رکھتے تھے۔ رات کو جب بچے سو جاتے تو آپ ان کے برتن جگہ پر رکھتے۔ اور جن کے برتن صاف نہ ہوتے آپ ان کے برتن چپکے چپکے صاف کر دیتے۔ اور ایسا کرتے آپ کو کئی بار دیکھا گیا۔ ایسی مثالیں آپ کو کم ہی نظر آئیں گی۔

(۲)ولایت کی جلوہ آرائیاں

آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ آپ نے دیہات میں دو عظیم الشان مگر سادہ جامعات قائم فرمائے' علاقے میں قرآن و سنت کی شعائیں بکھیریں۔ اور لوگوں کو توحید آشنا فرمایا۔ عوام و خواص پر شرع محمدی کا رنگ چڑھایا۔ خواتین کو پردے کا پابند بنایا۔ تاآنکہ پورے گاؤں میں بلا پردہ ایک بھی خاتون نہ رہی۔ عورتیں اگر کھیتی باڑی کرتیں۔ چارہ کاٹتیں' دودھ دوہتیں' کپاس چنتیں تو برقعہ میں ہوتیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے وہ علاقہ دیکھا ہے۔ دور نبوی کی یاد تازہ ہو جاتی۔ پورا گاؤں نمازی' رمضان المبارک میں سب روزہ دار' زندگی سادہ' شادی بیاہ تکلفات سے مبراء' نوجوانوں کی آنکھوں میں حیا۔ خواتین سب کی سب باپردہ۔

ایک بار شیطان نے اپنا تیر چلانے کی کوشش کی۔ اور چند منچلوں نے گاؤں کے قریب ایک راگ و رنگ کی محفل برپا کی۔ میاں صاحب باہر تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ جب رات کو واپس تشریف لائے اور آپ کو ان کی محفل کا پتہ چلا تو آپ سیدھے ادھر گئے اور اس شیطانی محفل کو ویران کر دیا۔ کسی کو آگے سے بولنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس کے بعد آج تک وہاں ایسی کوئی محفل منعقد نہیں ہوئی۔ اگر آپ اس وقت نرم پڑ جاتے تو معاملہ ہاتھ سے جا چکا ہوتا۔ اور یہ شیطانی مجلس ہر سال جمنا شروع ہو جاتی۔

بے شک یہ ہیں وہ اولیاء' جو نبوی مسند کے وارث ہیں۔ اور لائق ہے کہ انہیں ائمہ سلف کا جانشین کہا جائے۔ شَکَرَ اللّٰہُ مَسَاعِیَھُمْ وَبَرَّدَ اللّٰہُ مَضَاجِعَھُمْ۔

(۳) آپ کی ایک کرامت

آپ زمیندار بھی تھے اور زمیندارہ کرتے تھے۔ رات گئے اپنے ڈیرے سے گھر آتے۔ اور صبح نماز اور درس قرآن سے فارغ ہو کر پھر وہاں جایا کرتے تھے۔

آپ جاتے ذکر' آتے ذکر' اٹھتے ذکر' بیٹھے ذکر کرتے رہتے تھے۔ اور بکثرت قرآن مجید پڑھتے رہتے تھے۔ گھر والوں کے پورے حقوق ادا فرماتے۔ اولاد کی بہترین تعلیم و تربیت کا انتظام فرما رکھا تھا۔ آپ کے بیٹے عالم' پوتے عالم اور ٹھیک آپ کی لائن پر جادہ پیما ہیں۔

آپ رات کو جب ڈیرے سے واپس تشریف لاتے تو آیۃ الکرسی پڑھ کر اپنے ڈیرے پر کھڑے ہو کر چاروں طرف پھونک مار کر تشریف لاتے۔ ایک روز جب صبح ڈیرے پر تشریف لے گئے تو پتہ چلا کہ آپ کی پانچ چھ بھینسیں چوری ہو گئی ہیں۔ آپ توکل کے اس بلند مقام پر فائز تھے جہاں کسی چیز کے آنے کی زیادہ خوشی ہوتی ہے نہ جانے کا زیادہ غم ہوتا ہے۔ آپ صابر و شاکر رہے اور بمطابق حکم قرآنی اناللہ پڑھنے پر اکتفا کیا۔ علاقے کے کھوجیوں نے بھینسوں کا کھوج لگانا شروع کر دیا۔ بھینسیں ایک حد تک جاتیں وہاں سے پھر واپس آجاتیں۔ تین چار جگہ اس طرح کے نشانات نظر آئے۔ آخر ایک جگہ سب بھینسیں کھڑی مل گئیں۔ کھوجی اور دیگر لوگ حیران تھے کہ بھینسیں دائرے سے باہر کیوں نہ گئیں؟ کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ جب میاں صاحب سے بات کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ رات کو میں آیۃ الکرسی پڑھ کر چاروں طرف پھونک مار دیتا تھا۔ لوگوں نے کہا ٹھیک ہے بس سمجھ آگئی۔ کہ آیۃ الکرسی آپ پڑھتے تھے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے بھینسوں کی حفاظت فرما دی۔

بے شک یہ قرآن مجید کی برکت تھی' مگر اس کے ساتھ حضرت میاں صاحب کی زبان کی تاثیر بھی کارفرما تھی۔ کہ اللہ نے چوروں اور بھینسوں کو اندھا کر دیا۔ ان کا آیۃ الکرسی کی رینج سے باہر جانا مشکل ہو گیا۔

{۱۹}

کرامات مولانا عتیق اللہ صاحب ستیانہ بنگلہ

(۱) قابل تقلید شخصیت

آپ سراپائے اخلاص و وفا' بلند اخلاق' بے داغ کردار کے مالک اور شب زندہ دار ہیں۔ جوانی میں زینۂ ولایت پر قدم' دین کے سچے خادم' زہد و قناعت کے پیکر' نالۂ نیم شبی میں رب کو منانے والے' توحید و توکل کے بلند مقام پر فائز' انکسار اتنا کہ بڑے جامعہ کا ناظم اور پورے علاقہ میں صاحب اثر ہونے کے باوجود بسا اوقات طلبہ کا سامان خورد و نوش خود کندھوں پر اٹھا کر لاتے اور یہ خدمت اور طلبہ کی موجودگی میں کرتے۔ دراصل یہ اپنے اندر کی "انا" کو کچلنے کے لئے کرتے۔ بے شک اپنی اندر کی "انا" کو کچلنا ولایت کا ایک زینہ ہے۔

ایک روز کندھے پر گھی کا ٹین اٹھا کر گھر لے جا رہے تھے کہ دل میں بڑائی کا ذرا سا خیال آیا۔ کہ میں اتنا بڑا ہو کر یہ کام کر رہا ہوں؟ چنانچہ آپ نے اپنے اندر کی "انا" کو کچلنے کے لئے اس ٹین کے ساتھ پورے ستیانے شہر کا چکر لگایا۔ تاکہ نفس امارہ کو مار کچل دیا جائے۔

آپ کے والدین نے دعا کی تھی۔ بار الٰہا! اگر تو ہمیں بیٹا عطا کرے تو اسے ہم تیری راہ میں وقف کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت' بیٹا مل گیا۔ اور والدین نے حسب وعدہ اسے اللہ کی راہ میں وقف کر دیا۔ آپ نے جب ہوش سنبھالا تو جامعہ دارالقرآن جناح کالونی فیصل آباد میں داخل ہوئے۔ اس جامعہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ ویروالوی ممتاز عالم دین اور بڑے روشن دل انسان تھے۔ مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف "اشرف لیبارٹریز فیصل آباد" کے بانی مرحوم نے بھی

آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ یعنی شیخ الحدیث مولانا عبداللہ' حکیم اشرف صاحب کے استاد تھے۔ کہتے ہیں شاگرد استاد کا آئینہ ہوتا ہے۔ مولانا عتیق اللہ اور مولانا عبدالرحیم اشرف کو دیکھ کر ان کے استاد کے مقام کا اندازہ لگائیے کہ کس قدر بلند ہو گا۔[1]

(۲) آپ کی کرامت

حضرت مولانا عتیق اللہ حفظہ اللہ تعالیٰ کا شمار بھی روشن باطن' اہل دل اور عابد و زاہد لوگوں میں ہوتا ہے۔ آپ کی دعا بڑے الحاح سے ہوتی ہے۔ اور اس کا انداز یوں ہے جیسے کوئی رو رو کر کسی کو منا رہا ہو' اور واقعی آپ رو رو کر اور گڑگڑا کر اپنے رب کو مناتے ہیں۔ آپ مستجاب الدعوات ہیں۔ آپ ہمیشہ رب سے آزادی اور خودداری سے خدمت دین کی دعا کرتے تھے رب نے آپ کو ایسی ہی خدمت سونپ دی۔ جس میں آزادی بھی تھی اور خودداری بھی۔ آپ نے جامعہ مانگا' رب نے جامعہ عطا فرما دیا۔ آپ نے نہر کے کنارے مانگا رب نے نہر کے کنارے عطا کر دیا۔ آپ نے عظیم الشان جامعہ کی دعا کی' اللہ تعالیٰ نے اسی شان کا حامل جامعہ ودیعت فرما دیا۔ کہ جس کا اللہ کے فضل و کرم سے ملک کے چوٹی کے جامعات میں شمار ہوتا ہے۔ اس میں آپ کچھ اس طرح خدمت بجا لا رہے ہیں جس سے نہ آپ کی آزادی کو دھچکا لگتا ہے' نہ خودداری مجروح ہوتی ہے۔

آپ کی خدمات لاثانی اور لافانی ہیں۔ اور ان کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ انتظامیہ کی نگاہ میں آپ کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔

---

(۱) حضرت مولانا عبداللہ ویروالوی کی سوانح حیات طبع ہو چکی ہے بازار میں ملتی ہے اس کا مطالعہ فرمائیے۔

(فاروقی)

آپ کی عادات، کردار، خلوص، انتھک محنت اور آپ کے عظیم الشان جامعہ اور اس میں مصروف تعلیم و تعلم، متعدد اساتذہ اور سینکڑوں طلبہ کو دیکھ کر آدمی پکار اٹھتا ہے کہ یہ سب کچھ مولانا عتیق اللہ حفظہ اللہ کی زندہ کرامت ہے۔ باوجود اہل بریلی کی حد درجہ مخالفت کے ان کی تگ و تاز میں مطلق کوئی فرق نہیں آیا۔ بلکہ اس کے برعکس ان کی مساعی فزوں تر اور کام بڑھتا چڑھتا نظر آرہا ہے۔ دعا ہے اللہ ان کی سعی کو مشکور فرمائے۔ اور انہیں دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین

﴿۴۰﴾

کرامات شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی

(۱) آپ کی تابندہ کرامات

آپ کا شمار بڑے اور باکمال لوگوں میں ہوتا ہے۔ علوم قرآن و حدیث میں آپ کے معاصرین میں آپ کا ہم پلہ شاید ہی کوئی ہو۔ آپ کو زبان و قلم پر یکساں قدرت حاصل تھی۔ آپ روزانہ درس قرآن دیتے تھے۔ جس میں بکثرت لوگ شریک ہوتے تھے اور جذبہ و شوق سے شریک ہوتے تھے۔ آپ کا جامعہ اور مدرسہ حفظ القرآن بڑی کامیابی سے رواں دواں ہے۔ آپ کی مقناطیسی تاثیر نے گوجرانوالہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ آپ کی بہت بڑی مسجد تھی مگر جمعہ کے روز اس میں تل دھرنے کی جگہ نہیں ہوتی تھی۔ نمازوں اور درسوں میں بھی بہت لوگ ہوتے تھے۔ لوگ آپ کی بے حد عزت کرتے تھے۔ بقول امام احمد بن حنبل اگر کسی آدمی کا مقام و مرتبہ دیکھنا ہو تو اس کا جنازہ دیکھ لو۔ ہم نے حضرت مولانا مرحوم کا جنازہ دیکھا ہوا ہے۔ گوجرانوالہ کی تاریخ میں اتنا بڑا جنازہ کسی کا نہ ہوا۔ جس سے آپ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ سب باتیں آپ کی کرامات کے ذیل میں آتی ہیں۔

(۲) آپ کی چند کرامات

آپ جب گوجرانوالے تشریف لائے تو پورے شہر میں مولوی علاؤالدین صاحب والی ایک ہی اہلحدیث مسجد تھی۔ مگر جب آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو دو (۲۰۰) سو اہلحدیث مساجد تھیں جہاں اللہ کے فضل و رحمت سے توحید و سنت کے زمزمے بلند ہوتے تھے۔ بیشک یہ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی کرامت تھی۔ اگر اسے کرامت نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے۔ اور کمال یہ کہ یہ تمام مساجد بیرونی امداد کے بغیر اہل شہر کے تعاون سے تعمیر ہوئیں۔

بعض ایسی مساجد بھی ہیں جو صرف دو ایک ہفتے میں تعمیر ہوئیں۔ ان میں ایک محلہ بختے والی کی جامع مسجد سلفیہ اہلحدیث ہے۔ جو تقریباً ایک دو ہفتہ میں تعمیر ہوئی۔ اور بڑے ناگفتہ بہ حالات میں تعمیر ہوئی۔ اہل بریلی نے ایکا کر رکھا تھا کہ کسی صورت یہاں مسجد اہلحدیث تعمیر ہونے نہیں دیں گے، حضرت مولانا سلفی نے رب سے دعا کے ذریعے رابطہ قائم فرمایا۔ وہ لوگ اپنے ارادوں میں ناکام ہوگئے اور حضرت مولانا کو اللہ تعالیٰ نے شاندار کامیابی سے ہمکنار فرمایا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے عالی شان مسجد بن گئی۔ اور اس میں پہلا خطبہ جمعہ خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد حسین شیخوپوری نے پڑھایا۔ وہ بندہ کا طالب علمی کا دور تھا۔ وہ جمعہ بندہ نے اسی مسجد میں پڑھا تھا۔ بہت رونق تھی۔ وہ مسجد اب ماشاء اللہ اس سے دوگنا وسیع ہوگئی ہے۔ اور اس کے خطیب صاحب اتقاء و ورع حضرت مولانا محمد رفیق سلفی ہیں۔ الحمدللہ مسجد نمازیوں سے بھری ہوتی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ "جس نے اللہ کے لیے مسجد بنوائی اللہ جنت میں اس کا گھر بنائے گا۔" یعنی یہ ایک مسجد پر وعدہ ہے اور جس نے دو (۲۰۰) مسجدیں بنوائیں۔ محض بنوائی ہی نہیں بلکہ انہیں پوری طرح آباد کیا۔ اس کا کتنا اجر و ثواب ہو گا؟ علاوہ

ازیں آپ کا صدقہ جاریہ آپ کے صاحبزادگان اور بیٹیاں بھی ہیں۔ آپ کے صاحبزادگان میں پروفیسر محمد صاحب بذریعہ تعلیم و تعلم اسلام کی اشاعت کر رہے ہیں۔ اور حکیم محمود احمد صاحب نے بہترین مسجد اور مدرسہ بنوایا۔ جو ہر لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔

دونوں گوجرانوالہ کی آباد ترین جگہیں ہیں۔ آج کل اس مسجد میں حضرت سلفی علیہ الرحمۃ کے پوتے مولانا اسعد سلمہ خطبہ جمعہ کے ذریعے آبائی چمن کی آبیاری کر رہے ہیں۔ ذرا غور کریں' ایک شخص (یعنی مولانا اسماعیل سلفی) کا کس قدر فیضان جاری ہے؟ کہ ان کی وفات کے بعد بھی ہزاروں لاکھوں آدمی ان سے مستفید اور فیض کام ہو رہے ہیں۔ ایسی مثالیں بہت کم نظر آتی ہیں۔



کرامات مولانا عبدالغنی چک رجادی

آپ جامعہ مانانیہ وزیر آباد میں زیر تعلیم رہے۔ ممتاز عالم و عامل تھے۔ آپ کا گاؤں چک رجادی بڑا گاؤں ہے۔ وہاں بکثرت اہلحدیث ہیں۔ آپ نے زندگی بھر لوجہ اللہ خدمت دین کی۔ آپ کے حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ سے گہرے مراسم تھے' آپ بڑے صاف دل اور صاف باطن تھے۔ آپ کا شمار اہل اللہ میں ہوتا ہے۔

(ا) آپ کی زندہ کرامت

آپ مستجاب الدعوات تھے' آپ نے دعا کی:

"اے اللہ! دین کی خدمت و اشاعت کا سلسلہ میری اولاد میں بھی جاری فرما"۔

چنانچہ وہ دعا رنگ لائی۔ اور آپ کے صاحبزادگان مولانا عبدالخالق جامعی اور جناب عبدالماجد صاحب نے اپنے اپنے رنگ میں دین کی خوب خدمت کی۔ مولانا جامعی نے شہر لالہ موسیٰ میں خوبصورت مسجد کی بنا رکھی بڑی بارونق مسجد ہے۔ جی ٹی روڈ سے اس کا اونچا مینار نظر آتا ہے۔ اور اپنی پوری زندگی دین کی خدمت میں وقف کر دی۔ آپ کے گاؤں (چک رجادی) کی مسجد اور طالبات کا مدرسہ اس خاندان کی باقیات میں سے ہے۔ حضرت مولانا عبدالغنی رحمہ اللہ کے پوتے اور جناب عبدالماجد کے بیٹے حافظ طارق محمود یزدانی بڑے سرگرم کارکن ہیں۔ اور آپ مساجد و مدارس کا کام بحسن و خوبی سرانجام دے رہے ہیں۔ اور نظم بڑی کامیابی سے چلا رہے ہیں۔ شہر لالہ موسیٰ' چک رجادی اور آس پاس تبلیغی جلسے کرتے رہتے ہیں۔ ان کے ذریعے مسلک توحید و سنت کو خوب متعارف کروا رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ارباب توحید و سنت میں امید افزاء اضافہ ہو رہا ہے۔ انہوں نے اپنی دو کنال زمین پر مشتمل وسیع و عریض عمارت میں طالبات کا خوبصورت جامعہ الاحسان (علامہ احسان الٰہی ظہیر کی طرف منسوب جامعہ) بنا رکھا ہے جہاں کافی لڑکیاں زیر تعلیم ہیں۔ سب فیضان ہے حضرت مولانا عبدالغنی علیہ الرحمۃ کی دل سے نکلی ہوئی اس دعا کا۔ یہ آپ کا صدقہ جاریہ ہے جو انشاء اللہ تا نور نیرین جاری رہے گا۔ اور خلق خدا اس سے فائدہ اٹھاتی رہے گی۔



کرامات کیلانی بزرگان رحمہم اللہ

کیلانی سے مراد وہ لوگ ہیں جو کیلیانولہ میں رہنے والے ہیں یا کسی نہ کسی اعتبار سے کیلیانوالہ سے منسوب ہیں۔ کیلیانوالہ جسے جناب نور الحسن شاہ کی وجہ

سے لوگ احتراماً حضرت کیلیانوالہ کہتے ہیں۔ یہ تحصیل وزیر آباد میں علی پور چٹھہ اور قادر آباد کے تقریباً درمیان سڑک سے ذرا ہٹ کر مغرب کی جانب ایک سرسبز و شاداب پرانا گاؤں ہے۔ یہاں کے پیر اور خوشنویس زیادہ مشہور ہیں۔ اور باقی چیزیں وہی ہیں جو دوسرے شہروں میں ہوتی ہیں۔ یہاں کے پیر بھی "اعلیٰ درجے" کے ہیں اور خوشنویس بھی اعلیٰ درجے کے ہیں۔ خوشنویسوں میں مولوی امام دین' مولوی نور الٰہی' مولوی محمد یوسف' مولانا محمد ادریس' مولانا محمد سلیمان' مولانا عبدالغفور' مولانا اکرام اللہ ساجد' مولوی عبدالستار' مولوی عبدالغفار صاحبان مشہور بزرگ ہیں۔ ان کے بعد محمد یعقوب' محمود احمد' مسعود احمد' انعام اللہ' عنایت اللہ صاحبان معتبر اور پختہ خوشنویس ہیں۔ مذکورین زیادہ تر قرآن مجید لکھتے رہے ہیں۔ اور بہت خوبصورت لکھتے رہے ہیں۔

مولوی امام دین صاحب کو اللہ نے متعدد بیٹے عطا فرمائے' ان میں نور الٰہی' عبدالحی' عبدالواحد صاحب اولاد ہوئے۔ مولوی صاحب موصوف کے بھائی محمد دین تھے۔ ان کے بیٹے عبدالقادر' غلام مصطفےٰ' عبدالرحیم رحمہم اللہ تھے' سب نیک اور اپنے فن میں بڑے لائق تھے۔ مولوی نور الٰہی صاحب اہل اللہ میں سے تھے۔ ممتاز خوش نویس تھے۔ صوم و صلوۃ کے بہت پابند تھے۔ ان کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ اذان شروع ہوتے ہی کام چھوڑ دیتے تھے۔ مثال کے طور پر "پاکستان" لفظ کا "پاکستا" لکھا اور "ن" باقی ہے۔ تو وہ اذان شروع ہونے کے بعد "ن" نہیں لکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ سب سے بڑی ہستی کا پیغام آگیا ہے۔ اب اور کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

(۱) گاڑی رک گئی

حضرت مولوی نور الٰہی صاحب کی دوسری بڑی خوبی یہ تھی کہ نماز بڑے

سکون سے ادا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کہیں سفر کے لیے نکلے ساتھ اور عزیزان بھی تھے۔ آپ ریلوے اسٹیشن پر پہنچے۔ ٹرین میں ابھی وقت باقی تھا کہ آپ نے نماز شروع کردی۔ دوران نماز ٹرین آگئی ساتھی پریشان ہو گئے مگر آپ سکون سے نماز ادا کرتے رہے۔ یہ پرانے وقت کی بات ہے اس وقت برانچ لائنوں پر چھ سات گھنٹوں کے بعد دوسری گاڑی آتی تھی۔ اسی دوران گارڈ نے سبز جھنڈی ہلائی اور سیٹی بجائی۔ ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کرنا چاہی مگر گاڑی نہ چلی۔ گارڈ وسل پر وسل دے رہا ہے مگر نہ چلی۔ ادھر مولوی صاحب پر سکون حالت میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے حسب معمول آرام سے نماز ختم کی۔ اٹھے اور آکر گاڑی میں قدم رکھا۔ گاڑی اسی وقت چل پڑی۔ لوگ حیران رہ گئے۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ کیا ماجراء ہے۔ بس اس طرح نصرت الٰہی آپ کے شامل حال رہی۔

آپ کا ایک شاندار معمول یہ تھا کہ جب کبھی باہر سے واپس آتے تو بجائے گھر جانے کے مسجد میں جاتے۔ اذان کا وقت ہوتا تو اذان کہتے۔ اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کر کے گھر جاتے۔ اور اگر اذان کا وقت نہ ہوتا تو دو رکعت نماز ادا کر کے گھر جاتے۔

(۲) شرک کی جڑ کٹ گئی

مولوی عبدالقادر رحمہ اللہ بھی اللہ والے تھے۔ یہ کوٹ بخش میں رہتے تھے۔ انہیں لکڑیوں کی ضرورت پڑ گئی۔ وہاں درختوں کے جھنڈ کو "جھاڑ پیر" کا نام دے کر نہیں چھیڑتے تھے کہ کہیں پیر کوئی نقصان نہ کر دے۔ مولوی صاحب گاؤں کے چوہدری کے پاس گئے کہ کوئی درخت چاہیے۔ اس نے کہا فی الحال تو کوئی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا وہ "جھاڑ پیر" میں جو درخت ہیں۔ اس نے کہا وہ پیر صاحب کے ہیں۔ درخت کاٹنے پر آپ کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یہ صاحب نئے نئے اہلحدیث ہوئے

تھے۔ انہوں نے کہا۔ چوہدری صاحب آپ اجازت دے دیں۔ آگے میں جانو اور پیر صاحب جانیں۔ چوہدری صاحب نے اجازت دے دی۔ اور کہا کسی نقصان کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ مولوی صاحب کے پاس تیز کلہاڑا تھا۔ اللہ کا نام لے کر کلہاڑا مارا۔ اللہ کی قدرت وہ خون آلود ہو کر باہر نکلا۔ یہ صورتحال تھی تو پریشان کن۔ لیکن آپ مطلق نہیں گھبرائے۔ دو تین اور کلہاڑے چلائے۔ تو درخت کے ساتھ شرک کی بھی جڑ کٹ گئی۔ اور اس میں سے کٹی ہوئی مری گوہ نکل آئی۔ انہوں نے وہ درخت کاٹ کر کئی روز استعمال کیا۔ ان پر کوئی آفت نہیں آئی۔ عقیدہ توحید مضبوط ہو تو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاتی۔ آگے یہ عقیدہ توحید ان کی اولاد مولوی عبدالغفار اور مولوی عبدالستار صاحبان میں بھی رہا۔ اللہ ان سب کی مغفرت فرمائے۔

(۳) شرک کا صفایا ہو گیا

ایک جھاڑ پیر کیلیانوالے میں بھی تھا۔ مولانا محمد سلیمان کیلانی اور مولانا محمد ادریس کیلانی نے بھی وہاں کے چوہدری صاحب سے اجازت لے اپنے علاقے کے "جھاڑ پیر" سے جب درخت کاٹنا شروع کیا۔ تو اس میں سے آواز آنے لگی مولانا محمد سلیمان نے کہا۔ بھائی ادریس! آواز سنتے ہو؟ کہا "ہاں سنتا ہوں۔ کہا زور سے مارو اس کے سر میں لاحول کی ضرب"۔ انہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے دو تین درخت کاٹ لیے۔ اور "جھاڑ پیر" کا [illegible] صفایا کر دیا۔

ہمارے آس پاس زیادہ شرک ضعیف الاعتقادی نے پھیلا رکھا ہے۔ ہمیں قرآن و سنت کی طاقت سے ضعیف الاعتقادی کا خاتمہ کرنا چاہیے۔ افسوس ہے ان مولوی صاحبان پر جو چند پیسوں کی خاطر ضعیف الاعتقادی کی آکاس بیل کو بڑھاتے اور پھیلاتے ہیں۔ اللہ ان بیچاروں کو ہدایت دے۔ آمین۔

مولوی عبدالرحیم رحمہ اللہ کیلیانوالے کے بہت نیک بزرگ انسان تھے۔ زندگی

بھر قرآن مجید پڑھتے پڑھاتے رہے۔ آج کل ان کے صاحبزادے مولانا اکرام اللہ ساجد حفظہ اللہ تعالیٰ اپنے والد گرامی کی مسند کے وارث ہیں اور اپنے علاقے میں قرآن و سنت کی ضیاپاشیاں کر رہے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

(۴) مثالی تقویٰ

مولوی عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ بڑے سوز و گداز سے قرآن مجید پڑھتے تھے۔ اللہ نے انہیں لحن داؤدی عطا فرما رکھا تھا۔ لوگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ آپ کی نیکی پاکیزگی اور تقویٰ کا آس پاس شہرہ تھا۔

ایک روز مولوی صاحب نے ایک چوہدری صاحب سے گھاس کاٹنے کی اجازت چاہی۔ اس نے بخوشی اجازت دے دی۔ مولوی صاحب گھاس کاٹنے لگے۔ گھاس کاٹتے ہوئے ایک پودا گندم کا بھی جڑ سے اکھڑ کر ہاتھ میں آ گیا۔ آپ کو اس بات کا دکھ ہوا۔ اور اسے اسی وقت زمین میں گاڑ دیا۔ اور گاؤں سے لوٹے میں پانی لا کر اس میں ڈالا۔ اگلے دن پھر اس طرح کیا۔ چوہدری صاحب نے دیکھ لیا۔ اور پوچھا مولوی صاحب پانی کا لوٹا لے کر کدھر جاتے ہیں؟ مولوی صاحب نے بتایا چوہدری صاحب! گھاس کے ساتھ گندم کا پودا اکھڑ گیا تھا اسے پانی دیتے جاتا ہوں۔ سبحان اللہ! کیسے نیک، سادہ اور امانتدار تھے پہلے لوگ۔

(۲۳)

کرامات حضرت حافظ عبدالحی صاحب کوٹ شاہ محمد

(۱) حضرت حافظ صاحب کی دعا کی برکت

کوٹ شاہ محمد کا پرانا نام چاندی کوٹ تھا۔ لیکن یہ چاندی کوٹ نام سے ہی زیادہ مشہور ہے۔ یہ ضلع شیخوپورہ کا خوبصورت علاقہ ہے۔ جو کبھی ویران تھا مگر حضرت

حافظ عبدالحی صاحب کی دعا کی برکت سے اللہ نے وہاں کا شور و کلر دور کر کے اسے سبزہ زار بنا دیا ہے۔ جس مسجد کی بنا آپ کے والد گرامی حضرت مولوی امام دین رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی تھی وہاں آپ کی مساعی اور جہد مسلسل کی بدولت قرآن و سنت کے سوتے پھوٹتے رہے۔ اور اب بھی پھوٹ رہے ہیں۔ اس وقت مولانا عبدالصمد رفیقی حفظہ اللہ اپنے آبائی چمنستان کی آبیاری کر رہے ہیں۔

(۲) آپ کی لافانی کرامت

آپ ہر وقت قرآن مجید پڑھتے اور نوافل میں مصروف رہتے تھے۔ میں نے ہر لمحہ آپ کو ذاکر و شاکر پایا۔ آپ کا شمار بھی اہل اللہ میں ہوتا ہے۔

آپ نے نیک اور عالم اولاد کے لئے دعا کی۔ اللہ نے آپ کی دعا کو شرف قبول بخشا اور نیک اور عالم اولاد عطا فرمادی۔ آپ کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ سب بیٹیاں اور تین بیٹے علم دوست ہوئے۔ مولانا سلیم، مولانا مسلم، مولانا عبدالسلام۔ تیسرے بیٹے یعنی مولانا عبدالسلام کیلانی مستند اور ممتاز عالم دین ہیں۔ آپ حضرت مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی سے بھی اکتساب علم و فضل کیا۔ اب ماشاء اللہ علامہ کے درجے پر فائز ہیں۔ علماء اکیڈمی بادشاہی مسجد لاہور میں پڑھانے کے بعد آج کل یوگنڈا میں حدیث پڑھا رہے ہیں۔ آپ کا شمار وہاں کے کبار علماء میں ہوتا ہے۔

مولانا محمد سلیم حفظہ اللہ ایک نیک دل اور صاف باطن آدمی ہیں۔ آپ نے ہمیشہ رزق حلال کمایا۔ عموماً کتابت آپ کا فن اور پیشہ تھا۔ ایک روز آپ نے خواب دیکھا کہ میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ رہا ہوں: رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ۔ یہ اشارہ تھا کہ اسی طرح رب سے تعلق رکھو وہ سب ضرورتیں پوری کر دے گا۔ ایک مرتبہ آپ کو خواب میں قیامت کا نقشہ دکھایا گیا۔ آپ ذرا پریشان

ہوئے تو قرآن مجید کی یہ آیت کسی نے پڑھی: مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ۔ آج کل آپ نے واربرٹن میں شاندار مسجد اور لڑکیوں کے لئے ممتاز درسگاہ قائم کر رکھی ہے۔ مسجد اور مدرسہ دونوں بہت بارونق اور کامیاب جا رہے ہیں۔ ماشاء اللہ، بہت لوگ آبائی تقلید و جمود اور رسومات ترک کر کے توحید و سنت کی جلو میں آ رہے ہیں۔ مولانا محمد سلیم حفظہ اللہ کی ساری اولاد نیک، شریف، عالم، حافظ، قاری اور علم دوست ہے۔ خصوصاً حافظ عبدالمتین راشد اور حافظ عبدالعظیم اسد علم و تقویٰ اور شرافت میں نوجوانوں کے لیے قابل تقلید ہیں۔ حافظ عبدالمتین راشد کی پیدائش پر ان کی والدہ محترمہ نے خواب میں ایک نورانی درخت دیکھا جس کی دو شاخیں ہیں اور وہ آسمان تک پھیلا ہوا ہے۔ مولانا محمد سلیم کی دو بیٹیاں ہیں ایک الریاض میں ہوتی ہیں۔ وہ مولانا عبدالمالک مدیر ادارہ دارالسلام کی اہلیہ ہیں۔ ماشاء اللہ آپ کی یہ صاحبزادی حافظ قرآن اور جامعہ جھوک داود کی سند یافتہ ہیں اور بہت اچھی معلمہ اور مبلغہ ہیں، دوسری سوہدرہ میں بندہ محمد ادریس فاروقی مدیر مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ کے نکاح میں آئیں۔ الحمدللہ موصوفہ والدین کی طرح نیکی اور خدمت دین میں بہت آگے ہیں۔ دونوں نے اپنی اپنی جگہ دینی مدارس قائم کر رکھے ہیں۔ اور دونوں بااحسن طریق دین کی خدمت کر رہی ہیں۔ اور دونوں کے شوہر اپنی اپنی جگہ اللہ کی توفیق سے اسلام کی خدمت و اشاعت میں روز و شب مصروف ہیں۔ اللہ قبول فرمائے۔ آمین۔ بیٹے قرآن و سنت کی خدمت اور نشر و اشاعت میں مصروف ہیں۔ حافظ عبدالعظیم اسد اور حبیب کبریا پاکستان میں اور باقی تینوں صاحبزادگان یعنی حافظ عبدالمتین راشد حافظ مطیع الرسول اور حافظ نقیب کبریا سعودیہ میں اسلام کی خدمت و اشاعت میں دن رات مصروف ہیں۔

حضرت حافظ عبدالحی مرحوم کے تیسرے بیٹے محمد مسلم اللہ کو پیارے ہو چکے

ہیں۔ ان میں اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ نہایت فرخندہ رو، خلیق، حلیم اور مہمان نواز تھے۔ انہیں علم تعبیر الرویاء میں مہارت حاصل تھی۔ میں نے انہیں پرکھا۔ فن میں عمدہ پایا۔ بڑے اچھے خوش نویس تھے۔ انہوں نے چاندی کوٹ میں اپنی آبائی مسجد اپنی نگرانی میں دوبارہ تعمیر کروائی۔ سعودیہ رابطہ مولانا عبدالسلام کیلانی نے کیا۔ بقایا تعمیر اور آبادی کا کام مولانا مسلم مرحوم نے کیا۔ اور بڑی محنت سے کیا۔ اور مسجد کو خوب ترقی دی۔ آپ کے دو بیٹے مولانا عبدالصمد رفیقی اور حافظ محمد شعیب عالم اور دین کے سرگرم خادم ہیں۔ تیسرے بیٹے اخلاص الحق نیک اور شریف ہیں۔ آپ کے بیٹوں پر والد مرحوم کے اخلاق کا کافی حد تک اثر ہے۔

ذرا غور کیجئے حضرت مولانا حافظ عبدالحی رحمہ اللہ کی بابرکت دعا کس قدر رنگ لائی۔ آپ کی دعا کے نتیجے میں چمنستان توحید و سنت کس قدر پھلا پھولا اور بار آور ہوا؟ کہ اس کی مہکار سے پورا علاقہ مہک اٹھا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ۔

(۳) شاندار کرامت

آپ نے دنیا سے بالکل دل نہ لگایا۔ پوری زندگی گزر گئی آپ نے اپنے کچے مکان کو پختہ نہ بنایا۔ علوم قرآن میں وحید العصر تھے۔ قرآن کے لغات پر مشتمل بہترین کتاب "مراۃ القرآن" لکھی، جو صرف و نحو اور علم و ادب کا شاہکار ہے۔ علوم قرآن کے علاوہ آپ اسرار قرآن سے بھی آگاہ تھے۔ آپ کا روحانی پایہ بھی اونچا تھا۔ اخلاق اور سیرت و کردار میں اپنی مثال آپ تھے۔ خواہ دن عسرت کے ہوں یا یسرت کے، کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ لوگوں کو آپ کی امانت و دیانت پر بے حد یقین تھا۔ اس گاؤں میں چالیس چالیس مربع زمین کے مالک رہتے تھے، وہ بسا اوقات آپ کے پاس لاکھوں روپے اور بے پناہ زیورات امانت کے طور پر رکھ دیتے تھے، مگر کیا مجال جو ان میں ذرا بھی کمی بیشی ہو۔ یہ معمولی بات نہیں ہے بہت بڑی

بات ہے بہت بڑی۔ آپ کی صاحبزادی نے بتایا۔ ایک مرتبہ آپ لاہور سے کوئی ڈیڑھ کلو سونے کے زیورات بنوا کر لائے اور جن کی امانت تھی انہیں جوں کی توں یہ امانت پہنچادی۔ اس سلسلے میں آپ کو کئی میل پیدل بھی چلنا پڑا۔

ایک روز آپ کی بیٹی کی اتنی دولت اور زیورات پر نظر پڑ گئی۔ اس نے حیرت سے پوچھا۔ اباجی! اتنی دولت؟ آپ نے فرمایا۔ "یہ دولت ہماری نہیں، یہ لوگوں کی گندگی ہے"۔ یعنی بیٹی کو ایک طرف یہ بتایا کہ یہ ہماری نہیں ہے۔ اور دوسری طرف یہ بتایا کہ دولت ہرگز پیار کے قابل نہیں ہے اس سے دل لگانا اچھا نہیں۔

آپ روکھا سوکھا کھا کر گزارا کر لیتے تھے لیکن کیا مجال جو امانت کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی دیکھا ہو۔ یا اس کی نگرانی پر کسی سے کچھ معاوضہ طلب کیا ہو۔ یہی اولیاء کی شان ہے کہ وہ اکل حلال کو فریضۂ اللہ کے بعد سب سے بڑا فریضہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اکل حلال اور زہد دونوں ولایت کے ابتدائی زینے ہیں۔ باقی اگلے زینے ہیں۔ ان ابتدائی زینوں کے بغیر کوئی شخص ولی نہیں بن سکتا۔ ان کے بغیر ولایت کا حصول ممکن نہیں۔

(۴) دریا کی دلدل میں پھنسی گھوڑی نکل آئی

ایک مرتبہ آپ گھوڑی پر سوار دریائے چناب میں سے گزر رہے تھے۔ دریا میں پانی کم تھا تقریباً خشک تھا۔ آپ کے ساتھ اہلیہ محترمہ بھی تھیں۔ ایک جگہ گھوڑی دلدل میں پھنس گئی۔ اور پوری ٹانگوں تک پھنس گئی۔ آپ اتر گئے۔ لیکن بسیار کوشش کے باوجود گھوڑی باہر نکل نہ سکی۔ آپ کو قدرے فکر لاحق ہوئی۔ لیکن اللہ پر توکل کرتے ہوئے سورۃ یٰس کی تلاوت شروع کر دی۔ دیکھا، گھوڑی یکدم اچھلی اور باہر نکل آئی۔ اور اللہ کی مہربانی سے ساتھ ہی خشک جگہ پر اس کے قدم پڑے۔ اور اس نے چلنا شروع کر دیا اللہ تعالیٰ کی اس مہربانی پر دونوں بے حد و عد شکر

بجالائے۔

(۵) تدفین پر خوشبو پھیل گئی

آپ کی وفات پر کافی لوگ جمع ہوئے۔ تدفین کے موقع پر قبرستان میں بندہ بھی موجود تھا۔ کھلی فضا' درختوں کا جھرمٹ' ایک درخت کے نیچے آپ کی قبر کی کھدائی ہو رہی تھی' اس دوران کچھ لوگ خاموش کھڑے تھے' کچھ باتوں میں مصروف تھے' کہ دفعتاً مہک آنا شروع ہوئی' جہاں میں کھڑا تھا وہاں بھی مہک آئی۔ تا آنکہ سب لوگوں کا مشام جاں معطر ہو گیا۔ لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے' کہاں سے مہک آ رہی ہے' میں قبر کی طرف بڑھا۔ اوپر حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چارپائی پڑی تھی' نیچے کھدائی آخری مرحلہ میں تھی' اب لوگ یہ سمجھ گئے تھے کہ خوشبو یہیں سے آ رہی ہے۔ اور یہ خوشبو تھی بھی الگ قسم کی' اہل ایمان کے لیے قرآن کی نوید ہے: یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ○ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ○ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ○ مطلب یہ کہ اپنے محبوب بندوں کے لئے رب تعالیٰ جنت کے دروازے کھول دیتا ہے اور انہیں ابرار و اخیار کی جماعت میں شامل فرما دیتا ہے۔

(۶) بکثرت ذکر الٰہی

آپ جوانی میں چھ پارے اور جب آپ کو ذرا فرصت مل گئی اور بڑھاپے کو پہنچ گئے تو روزانہ دس پارے قرآن مجید کی منزل کیا کرتے تھے۔ اور جو پندرہ میں روزانہ اوراد و وظائف کرتے تھے وہ اس کے علاوہ تھے۔ یہی شان اولیاء ہے کہ ان کا کوئی لمحہ ذکر الٰہی کے بغیر نہیں گزرتا۔ اور اب ان کی خصوصی مدد فرماتا ہے۔



کرامات مولانا حکیم عبدالواحد واربرٹن

آپ کا شمار واربرٹن ضلع شیخوپورہ کے چند گنے چنے لوگوں میں ہوتا ہے۔ بڑے نیک' پارسا اور خدا ترس انسان تھے۔ آپ حضرت حافظ عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ پیکر علم و شرافت حکیم منصور العزیز آپ ہی کے بیٹے ہیں۔ جو اشرف لیبارٹریز کے معاون اور طبیہ کالج فیصل آباد کے پرنسپل ہیں۔ آپ کے دوسرے دونوں بیٹے محمد اسحاق شاہین اور محمد زبیر گو علم و مذہب میں زیادہ نہ بڑھ سکے لیکن ان کی شہرت اچھی ہے شرافت اور ادب (لٹریچر) میں اچھا پایہ رکھتے ہیں۔ اول الذکر وفات پا چکے ہیں ان کی بیٹی کی شادی ولی کامل حضرت مولانا محمد عثمان دلاوری رحمۃ اللہ علیہ (جن کی کرامات آگے آ رہی ہیں۔) کے حقیقی پوتے سے ہوئی۔ یعنی دونوں کے اجداد کا شمار اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔

(۱) ہندو برہمن مسلمان ہو گیا

ایک برہمن آپ کی خدمت میں آیا۔ تھوڑی دیر آپ کی مجلس میں رہا۔ وہ آپ کی باتوں سے بہت متاثر ہوا۔ آپ کی مجلس میں اسے سکون ملا۔ بالآخر کہنے لگا' حضرت مجھے بھی اپنا ساتھی بنا لیجئے۔ فرمایا! کلمہ پڑھو اور ہمارے ساتھی بن جاؤ۔ چنانچہ اس نے کلمہ شریف پڑھا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

(۲) عجیب واقعہ

ایک روز بیٹھے بیٹھے کہنے لگے۔ اتنے آدمیوں کا کھانا تیار کرو' وہ آ رہے ہیں۔ گھر والوں نے کھانا تیار کیا۔ اتنے میں وہ مہمان آ گئے۔ کھانا کھایا۔ چند منٹ آپ کی مجلس میں بیٹھے اور چلے گئے۔ گھر والے کہتے ہیں ہمیں پتہ نہیں چلا کہ وہ کون مہمان تھے۔

اور کیا کرنے آئے تھے۔ وہ لوگ ہمارے علاقے کے نہیں تھے۔ کہیں ادھر ادھر کے تھے۔ اور ان کے آنے کا مقصد نہ ہم نے پوچھا۔ اور نہ مولوی صاحب نے گھر والوں کو بتایا۔ یا بتانا مناسب نہ سمجھا ہو گا۔



کرامات مولانا محمد ادریس کیلانی

آپ کا شمار بھی باعمل علماء میں ہوتا ہے۔ حضرت کیلیانوالے میں اہل بدعت کی طرف سے آپ کی بہت مخالفت رہی۔ مگر آپ ہر طرح کی مخالفت کے باوجود توحید و سنت کی اشاعت میں برابر لگے رہے۔ تا آنکہ اللہ نے آپ کو اپنے مقاصد میں کامیاب کر دیا۔ آپ کی دو کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) توحید و سنت کی تاثیر

توحید و سنت اپنے اندر ایک تاثیر رکھتی ہے۔ کچھ آپ کی زبان میں اخلاص و عمل کی تاثیر تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگ آپ کی تبلیغی مساعی کی بدولت آپ کے ہم نوا ہو گئے۔ ان میں ایک مولوی محمد یوسف صاحب بھی ہیں۔ یہ بڑے اچھے خوشنویس ہیں۔ انہوں نے تفسیر تفہیم القرآن کی کتابت کی۔ رشتہ میں مولانا عبدالمالک مجاہد کے حقیقی تایا جان ہیں۔ نیکی' شرافت اور ذہانت میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں۔ یہ کافی عرصہ ادھر رہے۔ پھر بالآخر پکے اہلحدیث ہو گئے۔ اور "توحید و سنت" پر بہترین کتاب لکھی۔ جس میں توحید و سنت کے بیان کے ساتھ شرک و بدعت کی تردید کی۔ کیونکہ ایسی توحید و سنت مشکوک ہے۔ جس میں شرک و بدعت کی تردید نہ ہو۔ اس وقت آپ کافی عمر رسیدہ ہو چکے ہیں۔

علاوہ ازیں اور بھی متعدد افراد شرکیہ عقائد اور تقلید آباؤ ترک کر کے مولانا محمد

ادریس کیلانی رحمہ اللہ کے ہمنوا بن گئے۔ اور یہ سلسلہ ایسا بڑھا کہ سبحان اللہ۔

(۲) دعا کی طاقت پرواز

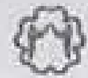
آپ ہمیشہ اولاد کے لئے نیکی اور ہدایت کی دعا طلب کرتے رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو خدمت دین کی توفیق بخشی۔ انہوں نے کیلیانوالے میں ایک شاندار جامعہ تعمیر کیا۔ قریب ہی قادر آباد روڈ کیلیانوالہ سٹاپ پر خوبصورت مسجد بنوائی۔ اور "حدیث پبلی کیشنز" کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا۔ جو شب و روز حدیث نبوی کے اشاعت میں مصروف ہے۔ موصوف کی بیٹی نے گوجرانوالہ کے قریب کھیالی میں ایک دینی مدرسہ قائم کر رکھا ہے جہاں لڑکیوں کو قرآن و حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یوں حضرت مولانا کیلانی مرحوم کی دعا حرف بحرف پوری ہوئی۔ غرض آپ کی ساری اولاد خدمت دین اور اشاعت اسلام میں مصروف ہے۔

(۳) آپ کی ایک اور کرامت

آپ عالم تھے البتہ حافظ نہیں تھے۔ عمر مبارک کوئی ساٹھ ستر کے درمیان ہو گی کہ دل میں خواہش پیدا ہوئی کیوں نہ کتاب اللہ کو حفظ کیا جائے؟ آپ نے اللہ کی بارگاہ میں حفظ قرآن کی دعا کی اور بلا استاد قرآن مجید حفظ کرنا شروع کر دیا۔ یعنی دعا کے ساتھ کوشش بھی شروع کر دی۔ اور ڈیڑھ برس کے قلیل عرصہ میں قرآن مجید حفظ کر کے دوسرے سن رسیدہ لوگوں کے لئے حفظ قرآن مجید کا شاندار نمونہ پیش فرما دیا۔ علاوہ ازیں اسے مصلے پر سنانا بھی شروع کر دیا۔ ماشاء اللہ بہت اچھا قرآن ضبط تھا۔

آپ کی اہلیہ محترمہ بھی قرآن کی حافظ تھیں۔ اور دیہاتی طریقے کے مطابق گھر میں ہی گاؤں کی بچیوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتی تھیں۔ ذرا غور تو کیجئے۔ قوم نے مولانا کے علاوہ ان کی اہلیہ اور ان کے بچوں سے کتنا فائدہ اٹھایا؟ اور اب تک اٹھا

رہی ہے۔ یہ ایک چشمۂ فیض ہے جس سے قوم برابر استفادہ کر رہی ہے۔ اور اللہ ہی کو معلوم یہ سلسلہ کب تک رہے۔ آپ کے چاروں بیٹے محمد اقبال کیلانی' محمد ریاض کیلانی' خالد کیلانی' ہارون الرشید کیلانی اپنے والد گرامی کے مشن کو اپنی طاقت کے مطابق جاری رکھے ہوئے ہیں۔ حدیث پبلی کیشنز کے نام سے ان کا ادارہ بڑی اچھی کتابیں شائع کر رہا ہے۔ آپ کی مطبوعہ کتب ملک اور بیرون ملک سے خراج تحسین حاصل کر رہی ہیں۔



کرامات مولانا عبدالرحمٰن کیلانی لاہور

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی پہلے فوج میں ملازم رہے۔ خاندانی اثر کی وجہ سے مزاج میں دین اور مذہب کا غلبہ تھا جس کے نتیجے میں آپ نے داڑھی رکھ لی۔ قانون شریعت کی نگاہ میں داڑھی کو وجوب کا درجہ حاصل ہے۔ مگر انگریزی قانون کو ناگوار گزری۔ حکام نے کہا۔ داڑھی رکھیں یا نوکری رکھیں' کوئی ایک چیز رکھ لیں۔ فیصلہ کر لیں۔ کیا رکھنا ہے۔ کہا' فیصلہ کر لیا۔ نوکری چھوڑ دوں گا مگر سنت رسول نہیں چھوڑوں گا۔ رب نے کہا۔ جو میرے محبوب کی لاج رکھتا ہے میں اس کی لاج رکھتا ہوں۔ چنانچہ رب تعالیٰ نے آپ کو وہ مقام دیا کہ باید و شاید۔ یعنی حکومت کی نوکری چھوڑ کر اپنی نوکری دے دی۔ سچ کہا قرآن نے عَسٰی اَنْ تَکْرَهُوا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ یعنی بسا اوقات آدمی کسی چیز کو اچھا نہیں سمجھتا اور وہ حقیقت میں اچھی ہوتی ہے۔ اللہ کرے کہ ہماری بھی آنکھیں کھل جائیں۔ اور کم از کم داڑھی منڈانا چھوڑ دیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے ہاتھ تھاما

نوکری چھوڑنا کوئی معمولی بات نہیں۔ معاش کی بنیادیں ہل جاتی ہیں۔ گھر کا نظام تلپٹ ہو کر رہ جاتا ہے۔ مگر آپ مطلق پریشان نہیں ہوئے۔ آپ نے کاروبار شروع کیا۔ اللہ نے برکت عطا فرمائی۔ اور ساتھ ساتھ خاندانی فن یعنی کتابت سیکھی۔ اور بہت جلد سیکھ لی۔ دنیا پیسے کے پیچھے بھاگتی ہے مگر پیسہ آپ کے پیچھے بھاگتا تھا۔ اور کمال یہ کہ اللہ نے اگر کتابت کا کام دیا تو وہ بھی قرآن کا۔ ہم خرما و ہم ثواب۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ کی جلوہ فرمائیاں اسی کارگہ آب و گل میں شروع ہو گئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذہن رسا کے ساتھ طبع سبک خرام بھی ودیعت فرما دی۔ آپ کے سامنے ارتقاء کا کوئی زینہ دور نہ تھا۔ اور علم و فضل آپ کو دیا ہی نہیں بلکہ آپ میں انڈیلا۔ باوجود درس نظامی نہ پڑھنے کے آپ کی تحریر و تقریر اور تصنیفات کو دیکھ کر بڑے بڑے علماء ورطۂ حیرت میں گم ہو گئے۔

مزاج سادہ' مرنجاں مرنج' ملنسار' چہرے پر بشاشت' طبع میں جودت' ہمہ وقت استحضار اور آمد کی کیفیت' زبان میں طلاقت' قلم میں روانی' دریا کو کوزے میں بند اور کوزے کو دریا بنا دینے پر قدرت' طبیعت پر بہار' ہر ایک سے پیار' غرض کیا کہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موصوف کا ہاتھ ہی نہیں تھاما' یمین و یسار عطا و بخشش کے چھینٹوں کا یوں فیاضانہ ترشح کیا کہ فیاض ازل کے انعامات و احسانات آپ پر نازل ہوتے ہوئے نظر آئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(۲) انعامات کی بارش

رب نے آپ کو اسقام و آلام سے محفوظ رکھا۔ ورنہ فی زمانہ کوئی گھر ان آفات سے محفوظ نہیں۔ جو اسقام سے محفوظ ہے وہ آلام میں گرفتار ہے اور جو آلام سے محفوظ ہے وہ اسقام میں گھرا ہوا ہے۔ آپ تا دم آخر صحت مند رہے۔ اور بڑھاپے

میں بھی جوان تھے۔ آپ کو اللہ نے دین بھی دیا اور دنیا بھی۔ آپ کو اولاد دی تو اس میں بھی شان عدل کار فرما رہی۔ یعنی چار بیٹے اور چار بیٹیاں۔ اور دونوں ہی (بیٹے بیٹیاں) دونوں علوم سے آراستہ۔ اور تقریباً سبھی حافظ قرآن۔ آگے ان کی اولاد بھی حافظ قرآن' آپ کی اہلیہ محترمہ بھی حافظ قرآن تھیں۔ ایک اندازے کے مطابق آپ کے خاندان یعنی فروع میں کوئی ۵۰ حفاظ قرآن ہوں گے۔ اور آپ کے سب بیٹے اچھی پوسٹ پر ہیں کوئی ڈاکٹر ہے توکوئی تو انجینئر' کوئی پروفیسر ہے تو کوئی اسکالر۔ اتنی لائق' بلند اخلاق' دین کی خادم اولاد کم ہی کسی کی ہوگی۔ اَیَّدَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی

(۳) آپ کی ایک اور کرامت

آپ کو اولاد و احفاد سے محبت تھی۔ حلال کمائی سے پیار تھا۔ عالی شان رہائش گاہ محبوب تھی۔ مگر ان سب سے بڑھ کر آپ کو اللہ اور اس کے رسول سے پیار تھا۔ (ﷺ) آپ ارشاد قرآنی اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ کی تابندہ تفسیر اور حدیث نبوی لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ کی زندہ تصویر تھے۔

آپ کو اللہ سے محبت تھی' اللہ کی کتاب سے محبت' اللہ کے رسول سے محبت اور اللہ کے گھر سے لگاؤ تھا۔ اتنا لگاؤ' اتنا پیار اور اتنی شیفتگی کہ بالآخر فرش مسجد کی زمیں بوسی کرتے ہوئے' اللہ کے گھر ہی میں اللہ سے جاملے۔ حالت نماز کی' کیفیت سجدے کی' زبان تسبیحات خداوندی کی زمزمہ سنجی کرتے ہوئے' اہل اسلام سے فَاشْھَدُوْا لَهٗ بِالْاِیْمَانِ کا تمغہ شہادت لیتے ہوئے فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ ○ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ کی نوید سنانے والے ملائکہ کے جھرمٹ میں آپ کی روح مطمئنہ فردوس بریں میں پہنچ گئی۔ اَعْلَی اللّٰہُ مَقَامَہٗ۔ آمین یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ

اس دور میں اپنی خاندانی مسند علم کی وارث اور اہل' کم ہی کسی ذی علم کی اولاد ہوگی۔ اور جس کی اولاد ایسی نکل آئے اسے اللہ کا شکریہ بجالانا چاہیے۔ اس کائنات

وہست و بود میں بڑی نعمتیں یہی ہیں' دین و دنیا کی عظمت' لائق اولاد' معاشرہ میں عزت اور اچھی شہرت۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جنہیں یہ تمام نعمتیں حاصل تھیں۔

(۴) آپ کی تابندہ و درخشندہ کرامات

آپ نے بہترین کتب تصنیف فرمائیں۔ جن کی تعداد بیس کے لگ بھگ ہو گی۔ آپ کی سب کتب عمدہ اور لائق تعریف ہیں لیکن "مترادفات القرآن" آپ کی شاہکار تصنیف ہے۔ جو اپنے عہد کی منفرد کتاب ہے۔ میرے خیال میں ماضی قریب میں برصغیر میں مترادفات قرآن ایسے حیرت زا اور معلومات افزاء موضوع پر کسی نے قلم نہیں اٹھایا۔

آپ نے لائق ترین اولاد چھوڑی۔ آپ کی اولاد (ذکور و اناث) کا ہر فرد اپنی اپنی جگہ ایک مستقل ادارہ ہے۔ اور ان سب میں اپنے گرامی والدین کی پوری جھلک پائی جاتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ

آپ کا جامعہ اور قائم کردہ مسجد' آپ کا صدقہ جاریہ ہے۔ جامعۃ البنات تدریس القرآن وسن پورہ لاہور میں بہترین تعلیم و تربیت کا انتظام ہے اور بڑی کامیابی سے رواں دواں ہے۔ مسجد اگرچہ چھوٹی ہے مگر اہمیت کے لحاظ سے بڑی ہے۔ وہ شرک و بدعت کے سیاہ و نوکیلے پتھروں میں چشمۂ توحید و سنت کا کام دے رہی ہے۔ یہ سب آپ کی کرامات ہیں۔ اگر آپ ملازمت میں رہتے تو یہ محیر العقول کارنامے کیسے ممکن تھے؟ وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ



کرامات مولوی کمال دین صاحب

آپ ایک غیر معروف، خاموش، مخلص، سادہ اور اپنے علاقہ میں ہردلعزیز بزرگ تھے۔ زہد کا غلبہ تھا۔ اکل حلال اور صدق مقال کے عادی تھے۔ دعا میں بلا کی تاثیر تھی۔ شاید وہ اکل حلال اور صدق مقال کی وجہ سے تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے رب کو منا رہے ہوں آپ کے بارے میں مشہور ہے آپ جو دعا کرتے تھے پوری ہو جاتی تھی۔

(۱) اللہ نے خاتون کو بیٹا دیا

مولوی اسماعیل فیروزپوری چک 139/9.L بیان کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک خاتون آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ بہت علاج کروایا۔ دعا اور روحانی علاج کے لئے بڑے بڑے ماہرین کے پاس گئی مگر مطلق فائدہ نہ ہوا۔ اسے آپ کے بارے میں بتایا گیا۔ چنانچہ وہ آپ سے دعا کروانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اپنے خاص انداز سے اس کے لیے دعا کی۔ اور انداز یوں تھا کہ جیسے کوئی اپنے دوست کی منت زاری کر کے اسے اپنی عرض داشت منوا رہا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دعا کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے اس خاتون کو بیٹا عطا فرما دیا۔

(۲) قحط سالی دور ہو گئی

گوبز (پتوکی) میں بارش نہ ہونے سے قحط سالی کا سماں ہو گیا۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بارش کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے نہایت زاری سے دعا کی۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ بادل کا ٹکڑا آیا اور وہ پھیلتا گیا۔ تاآنکہ دیکھتے

دیکھتے پورے علاقے پر پھیل گیا۔ اور بارش برسنے لگی۔ اور اتنی برسی کہ سب کی سب ضروریات پوری ہو گئیں۔

(۳) بھینس نے آپ کی بات مان لی

مولوی حبیب اللہ جیتی والا (Jatiwala) نزد کنگن پور نے یہ واقعہ سنایا۔ کہ ایک روز حضرت مولوی کمال دین صاحب ہمارے گاؤں جیتی والا میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ ایک آدمی اپنی بھینس کو مار رہا تھا۔ آپ نے کہا۔ بیچارا بے زبان جانور ہے اسے کیوں مار رہے ہو؟ اس نے کہا۔ میں اسے کیوں نہ ماروں۔ چارا پورا کھاتی ہے۔ مگر جب دودھ دینے کی باری آتی ہے تو ٹانگیں مارتی ہے اور قریب نہیں آنے دیتی۔ آدمی کا جواب معقول تھا۔ آپ نے بھینس کے قریب ہو کر اس کے کان میں کہا۔ "کیوں مار کھاتی ہو، دودھ دے دیا کرو۔" آدمی سے کہا۔ ذرا صبر کرو جلد بازی نہ کرو۔ جاؤ برتن لے آؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ برتن لے آیا نیچے بیٹھا۔ اور بھینس کے تھنوں کو ہاتھ میں لے کر دبایا تو اس نے دودھ دینا شروع کر دیا۔

(۴) دریا کا رخ بدل گیا

مولوی حبیب اللہ آف جیتی والا کا بیان ہے ایک مرتبہ کی بات ہے کہ دریائے ستلج نے جیتی والا اور کنگن پور کی طرف رخ کر لیا۔ جس سے لوگوں کو بہت تشویش ہوئی کہ کیا کیا جائے۔ بعض لوگوں نے کہا۔ کہ یہ اللہ کے حکم سے آیا ہے وہی اس کو لے جائے گا۔ کسی اہل اللہ سے دعا کروانی چاہیے۔ چنانچہ لوگ حضرت مولوی کمال دین صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے لجاجت و الحاح کے ساتھ دعا کی۔ "اے اللہ! یہ کام لوگوں کے لئے بہت مشکل ہے مگر آپ کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ اپنی مہربانی سے دریائے ستلج کا رخ اس علاقے سے موڑ دیجئے"۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور اگلے روز سے دریا نے اپنا

رخ ننکن پور سے موڑ کر دوسری طرف کر دیا جس سے لوگوں کو انتہائی خوشی ہوئی۔

(۵) آپ کا روحانی کمال

تقسیم ملک کے وقت سکھوں نے اودھم مچا رکھا تھا۔ بپھرے ہوئے سکھ جس مسلمان کو دیکھتے تہ تیغ کر دیتے۔ اس طرح انہوں نے حد درجہ مظالم ڈھائے۔ اور آپ کے علاقہ میں ان گنت مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ ایک عالم کو چرکے دے دے کر شہید کر دیا۔ مگر مولوی کمال دین رحمہ اللہ کا کمال یہ تھا کہ آپ جس شخص کے گرد دائرہ لگا دیتے سکھ ادھر نہ آتا۔ اور اس طرح وہ شخص ان کے حملے سے بچ جاتا۔ اس طرح بہت سے لوگ سکھوں کے حملے سے بچ گئے۔

(۶) دعا کا حیرت انگیز اثر

مولانا اسماعیل فیروزپوری کا بیان ہے۔ ایک مرتبہ آپ گوجرے تشریف لے گئے۔ ایک لڑکی آپ کے سامنے لائی گئی۔ مرض کی وجہ سے اس کے سر کے بال اڑ چکے تھے۔ آپ نے اس لڑکی سے پابندی سے نماز ادا کرنے کا وعدہ لیا۔ اس نے پابندی سے نماز ادا کرنے کا وعدہ کر لیا، آپ نے دعا بھی کی، اسے دم بھی کیا۔ اور پانی بھی دم کر کے دیا اور پرہیز بھی بتلایا۔ چنانچہ اللہ کی مہربانی سے وہ لڑکی ٹھیک ہو گئی۔ پھر اس نے سستی سے نماز ترک کر دی، چنانچہ دوبارہ اس کے بال گرنا شروع ہو گئے اور وہ پھر اسی طرح ہو گئی جس طرح پہلے تھی۔ بعد ازاں ٹھیک نہ ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ یا اللہ والوں سے جو وعدہ کیا جائے اسے ضرور پورا کیا جائے۔ اور جس قدر ممکن ہو جلد پورا کیا جائے۔ بصورت دیگر نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔

﴿۴۸﴾

کرامات مولانا عبدالحق آف ماڑی مصطفیٰ (بھارت)

(۱) زہے مقدر

آپ نہایت مخلص، بہت بلند اخلاق، بے حد پارسا اور اونچے پائے کے عالم دین تھے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی کے فارغ التحصیل تھے۔ بہت متوکل علی اللہ اور عابد و زاہد تھے۔ دوران ذکر بات چیت نہیں کرتے تھے۔ اور آپ نے گھر والوں کو بھی اس وقت گفتگو کرنے سے روکا ہوا تھا۔ قاری محمد عزیز صاحب خطیب جامع مسجد اقصیٰ گلشن راوی لاہور، اور محمد صدیق شاہد ایم۔ اے ہیڈ ماسٹر اور فاروق احمد انہیں کے فرزند ہیں۔ مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ جنت بی بی بھی اللہ والی خاتون تھیں۔ بڑی عابدہ، زاہدہ، ذاکرہ و شاکرہ تھیں۔ حال ہی میں نوے برس کی عمر پا کر عالم جاودانی کو سدھار گئیں۔ شریعت کی بے حد پابند تھیں۔ قرآن اور نوافل عام پڑھتی رہتی تھیں۔ آپ کی وفات پر پورا کمرہ خوشبو سے مہک اٹھا۔ اماں جی جنت بی بی مرحومہ عالم باعمل، صاحب تقویٰ و ورع، حضرت مولانا محمد یحییٰ میر محمدی کی رضاعی ماں تھیں۔ تقسیم ملک کے وقت سکھوں نے آپ کے شوہر حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ اور آپ کے دو جوانسال بیٹوں محمد یونس اور محمد کو بے دردی سے شہید کر دیا، مگر مرحومہ نے بڑے حوصلے اور صبر و سکون سے ان جانکاہ صدمات کو برداشت کیا۔ یہ ہیں وہ خاندان جنہوں نے ملک کی خاطر لازوال قربانیاں دیں۔ اور یہ ہیں وہ لوگ جو وطن عزیز کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے تقسیم کے وقت نہ کوئی صدمہ برداشت کیا۔ نہ کوئی جانی و مالی قربانی دی، انہیں پاکستان کی صحیح قیمت کا کیونکر اندازہ ہو سکتا ہے؟

(۲) دعا سے دن پھر گئے

مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کا شمار اہل اللہ میں ہوتا ہے۔ آپ کے تلامذہ میں مولوی حبیب اللہ جیتی والا نزد کنگن پور معروف عالم تھے۔ مولوی صاحب موصوف آپ کے نہایت عقیدت گزار تھے۔ یہ ایک بار آپ کے صاحبزادگان مولانا قاری محمد عزیر اور جناب محمد صدیق شاہد ایم۔ اے سے ملنے آئے۔ اور ملاقات کر کے بہت خوش ہوئے۔ اور باتوں باتوں میں بتانے لگے۔ میں بڑا غریب اور مفلس تھا۔ تنگدستی نے پریشان کر رکھا تھا۔ ایک بار میں نے استاد محترم حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سے درخواست کی۔ حضرت! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میری کشائش کی دعا کریں کہ میرے دن پھر جائیں۔ چنانچہ حضرت مولانا نے میری فراخی رزق کی دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو ایسا شرف قبول بخشا کہ بہت جلو یعنی اگلے ہی روز میری مالی حالت میں خوشگوار تبدیلی آگئی۔

ہوا یوں کہ گاؤں کے نمبردار کا بیٹا شدید بیمار ہو گیا۔ میں جسمانی و روحانی تھوڑا بہت علاج کر لیتا تھا۔ نمبردار میرے پاس آیا اور کہا۔ مولوی صاحب! آپ لوگوں کا علاج کرتے ہیں براہ کرم' میرے بیٹے کا علاج کریں آپ کو منہ مانگا انعام دوں گا۔ چونکہ وہ بہت مالدار تھا۔ اس لئے میں نے ۱۰۰ بورے گندم اور ایک بھینس کا مطالبہ کیا۔ اس نے وعدہ کر لیا۔ میں نے اللہ کے سہارے پر اس مریض لڑکے کو پانی سے نہلا دیا۔ اللہ کی قدرت وہ شفایاب ہو گیا۔ اس نے خوش ہو کر مجھے ۱۰۰ روپیہ دیا۔ اور باقی چیزیں جلدی ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ میں نے خوشی خوشی اس بات کا حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا اس نے اپنے آپ جو ۱۰۰ روپیہ دیا ہے وہی کافی ہے باقی چیزیں چھوڑ دو' اللہ آپ کو برکت دے گا۔ ان دنوں سو روپیہ بھی بڑی خطیر رقم ہوتی تھی۔ میں نے استاذ محترم کی بات مان لی اور اس ۱۰۰ روپے سے

ضروریات بھی پوری کیں۔ اور کاروبار بھی شروع کر دیا۔ اللہ نے مجھے وہ برکت عطا فرمائی کہ گھر میں ہر چیز کی ریل پیل ہو گئی۔ اور کسی چیز کی کوئی کمی نہ رہی۔

(۳) نورانی خواب' بابرکت تعبیر

حضرت مولانا عبدالحق کی بیٹی فاطمہ (بورے والا) کا بیان ہے کہ ایک روز والد صاحب نے خواب دیکھا کہ وہ حضور اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین (حضرت ابوبکر' حضرت عمر فاروق' حضرت عثمان' حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین) کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔

تقسیم ملک کے موقعہ پر سکھوں نے آپ کے گاؤں کے مردوں کو دھوکے سے اکٹھا کر لیا۔ انہوں نے عورتوں کو کچھ نہ کہا۔ مردوں کو مشروب پیش کیا۔ انہوں نے اسے مشکوک جانا اور پینے سے انکار کر دیا۔ سکھوں نے نہتے مسلمانوں پر زوردار حملہ کر دیا۔ اور پورے گاؤں کے سینکڑوں مردوں کو بیدردی سے شہید کر دیا۔ آپ کے ساتھ آپ کے دو جوان بیٹے بھی شہید ہو گئے۔ گاؤں بھارت کے ضلع فیروزپور میں تھا۔ اس کا نام ماڑی مصطفیٰ (تحصیل موگا) تھا۔ اَعلی اللّٰہُ مَقَامَھُمْ فِی الْجَنَّةِ الْفِرْدَوسِ۔

۴۹

کرامات حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی

آپ پر اللہ تعالیٰ کا خاص لطف و کرم تھا۔ آپ کو علمی لحاظ سے ایک سند مانا جاتا تھا۔ آپ کے فتاویٰ بڑے معتبر سمجھے جاتے تھے۔ آپ کا بیان عین قرآن و حدیث کے بیان پر مشتمل ہوتا تھا۔ آپ میں تکلف و تصنع نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ آپ کے ملک اور بیرون ملک ہزاروں شاگرد ہیں۔ الحمد للہ! بندہ کو بھی آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کا شرف حاصل ہے۔ بندہ نے صحیح بخاری اور تفسیر القرآن

آپ سے پڑھی۔ اور اس کی حلاوت آج تک محسوس ہو رہی ہے۔

(۱) آپ کا پایہ

آپ کا علمی پایہ بہت اونچا تھا۔ یگانہ روزگار عالم تھے۔ اپنے معاصرین پر برتری رکھتے تھے، حافظہ بہت قوی تھا۔ روحانیت میں ایک مقام رکھتے تھے۔ قرآن و حدیث کے حافظ تھے۔ عربی، فارسی پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ گوجرانوالہ کے قریب موضع گوندلانوالہ کو آپ کی وجہ سے شہرت حاصل ہوئی۔ اور اس گاؤں سے تعلق رکھنے والے علماء نے اپنے ساتھ گوندلوی کا لاحقہ استعمال کر کے گوندلانوالہ سے عقیدت محبت کا اظہار بھی کیا ہے۔ اور گولوندی کہلا کر اپنا مرتبہ بھی بلند کیا ہے۔ جیسے محمد عباس گوندلوی، محمد یحییٰ گوندلوی، عبدالاحد گوندلوی وغیرہم۔ اور اتفاق ایسا کہ گوندلانوالہ کے علماء کو علم میں عموماً رسوخ رہا ہے۔ اور تحقیق میں ان کا پایہ اچھا سمجھا جاتا رہا ہے۔ یہ حضرت گوندلوی کا فیضان نظر تھا کہ جس نے اپنے شاگردوں کو نابغہ روزگار بنا دیا۔

(۲) آپ کا روحانی جلال

آپ بہت بڑے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ تہجد گزار، شب زندہ دار، بڑے ذاکر و شاکر اور متوکل علی اللہ تھے۔ آپ کی عبادت کا نور آپ کے پیکر سے صاف نظر آتا تھا۔ آپ کا چہرہ انوار الٰہی کی تابانیوں سے روشن رہتا تھا۔ باوجود شیریں مقال اور فرخندہ رو ہونے کے کوئی آپ کے جلال کی تاب نہ لا سکتا تھا۔ میں نے بڑے بڑے لوگوں کو آپ کے سامنے دم بخود دیکھا۔

ایک مرتبہ آپ طلبہ کو درس حدیث دے رہے تھے کہ ایک وزیر جو آپ کی ملاقات کی خواہش رکھتا تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دوران درس ادھر دیکھا تک نہیں۔ اور نہ ہی وہ گفتگو کر سکا، حالانکہ اسے جلدی تھی۔ ہاں، جب

درس حدیث سے فارغ ہوئے پھر اس سے ہمکلام ہوئے۔

(۳) کلمہ طیبہ کے ورد کی خوشبو

مولوی عطاء اللہ صاحب ونجوالی کا بیان ہے کہ میرے گھر کوئی بیرونی اثر ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ دوسری آزمائش یہ آئی کہ مقدمہ بازی شروع ہو گئی، جس سے میری پریشانی دوچند ہو گئی۔ اس سلسلے میں میں جگہ جگہ پھرا۔ بہت سے روحانی بزرگوں سے ملا۔ مگر میں نے اکثر لوگوں کو جادوگر یا دوکاندار پایا۔ آپ کا بیان ہے۔ اس سلسلے میں میں نے دو بزرگ ہستیوں کو کامل پایا۔ ایک حضرت حافظ محمد گوندلوی اور دوسرے حضرت حافظ محمد یوسف سوہدروی رحمہما اللہ۔ مولوی صاحب کہتے ہیں۔ میں نے ان دونوں کو جانچ پرکھ کر دیکھا۔ انہیں روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز پایا۔ ان پر اللہ کا خاص فضل و کرم تھا۔

مولوی عطاء اللہ صاحب کہتے ہیں میں جب مقدمات میں الجھ گیا تو حضرت حافظ محمد یوسف صاحب سوہدروی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے مجھے اللہ تعالیٰ پر یقین کامل کرنے کی تلقین کی اور ساتھ یہ وظیفہ بتایا۔

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ○

اور فرمایا اسے کامل یقین و اعتماد کے ساتھ بکثرت پڑھو۔ مولوی عطاء اللہ صاحب کہتے ہیں۔ میں نے اس وظیفے کو ورد زبان رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بہت جلد مقدمہ بازی سے میری جان چھوٹ گئی اور ہر طرح سے بری ہو گیا۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

گھر کی تکلیف کے لئے حضرت گوندلوی صاحب کی خدمت میں حاضری دی۔ آپ نے فرمایا رات کو کہیں گوشہ میں بیٹھ کر کلمہ شریف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا کثرت سے ورد کرو۔ میں نے یہ ذکر شروع کر دیا مگر عجیب بات کہ میرے آس پاس بدبو پھیلنا شروع ہو گئی۔ جس سے میں بہت حیران و پریشان ہوا۔ اور مجھے خطرہ لاحق ہو گیا کہیں

لوگوں کو مجھ سے بدبو نہ آنے لگے۔ کیونکہ مجھے خود اپنے آپ سے تھوڑی سمیل آنے لگی۔ میں نے حضرت گوندلوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا کہہ سنایا۔ فرمانے لگے تم لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اتنا ورد کرو کہ بدبو کی جگہ خوشبو پھیل جائے۔ ایک وقت آئے گا کہ شیطانی اثرات دور ہو کر خوشبو پھیل جائے گی۔ مولوی صاحب موصوف کہتے ہیں۔ میں نے آپ کی ہدایت کے مطابق پھر کلمہ شریف کا اس کثرت اور جمعیت خاطر سے ورد کیا کہ واقعی بدبو کی جگہ خوشبو پھیلنا شروع ہو گئی۔ تا آنکہ کلمہ طیبہ کے ورد سے درو دیوار مہک اٹھے اور ساتھ ہی اللہ کی رحمت سے گھریلو پریشانی میں بھی تخفیف ہو گئی۔



کرامات مولانا ابوالبرکات احمد مدراسی

آپ کا تعلق مدراس (بھارت) سے تھا۔ آپ اوڈانوالہ سے فارغ ہوئے۔ بڑے راسخ فی العلم اور راسخ فی العقیدہ تھے۔ صاف ظاہر اور صاف باطن تھے۔ مشکل ترین اسباق کو آسان ترین پیرائے میں پڑھانے کا ملکہ رکھتے تھے۔ جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ کے ناظم اور شیخ الحدیث تھے۔ آپ کا فتاویٰ چلتا تھا۔ آپ کا فتاویٰ کتابی صورت میں مل جاتا ہے۔ آپ حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی علیہ الرحمۃ کے بلند پایہ شاگرد تھے۔ آپ کو باوجود اتنے عالی مراتب ملنے کے حضرت گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی پر فخر تھا۔ اور شیخ الحدیث ہونے کے باوجود شاگردوں کی طرح آپ کا احترام کرتے تھے۔

(۱) جامعہ اسلامیہ کو چار چاند لگا دیئے

آپ کی پہلی کرامت یہ تھی کہ آپ نے جامعہ اسلامیہ کی باگ ڈور سنبھالنے

کے بعد نظم وضبط اور تعلیمی اعتبار سے اس کو چار چاند لگا دیئے۔ جامعہ اسلامیہ کی جگہ کوئی الگ اور خاص نہ تھی پرانی سی مسجد اور اس کے ملحق دو تین اسی طرح کمرے۔ اور لوگوں کے گھروں سے کھانا آتا تھا۔ مگر ڈسپلن اور تعلیمی معیار نہایت امید افزا تھا اور وہ سب اللہ کی رحمت سے آپ کی وجہ سے تھا۔ آپ جامعہ کو اپنے گھر کی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر محبوب جانتے تھے۔ آپ تعطیل کے بعد بھی دن رات میں کئی کئی بار جامعہ کا چکر لگاتے تھے۔ حالانکہ آپ کا گھر جامعہ سے کافی دور تھا۔ آپ کے جامعہ میں آنے کا کوئی خاص وقت نہیں رکھا تھا۔ آپ جب چاہتے تھے آجاتے تھے۔

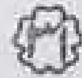
(۲) ہر دل عزیزی

آپ ہر دلعزیز عالم تھے۔ اساتذہ' طلبہ' دیگر علماء سب آپ کو بنگاہ قدر دیکھتے تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضری دینا آپ کے پاس بیٹھنا اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے۔ اسی طرح انتظامیہ' اہل محلہ' نمازیان مسجد سب آپ کو احترام و عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ورنہ انتظامیہ اور نمازی دونوں بیک وقت کسی عالم پر خوش ہوں؟ اتنی آسان بات نہیں۔ لیکن آپ پر سب خوش تھے۔

آپ نے گھڑی سازی کا کام بھی سیکھا ہوا تھا۔ تاکہ قوم پر بوجھ نہ بنیں۔ اور خودداری پر بھی آنچ نہ آئے۔ یعنی آپ ایک طرف شیخ الحدیث تھے دوسری طرف گھڑی ساز' میں نے خود آپ کو بازار میں گھڑی سازی کی دکان پر کام کرتے دیکھا۔ سیرت و کردار کی پختگی' خودداری' اخلاص' علم میں رسوخ' احساس ذمہ داری اور وقت کی پابندی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاصرین پر برتری عطا فرما رکھی تھی۔ ہمارے علماء کو بھی اپنے اندر یہ خوبیاں پیدا کرنی چاہئیں۔ تاکہ ان کا احترام دلوں میں پیدا ہو۔

(۳) بارش رک جاتی

آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ جامعہ آتے وقت یا جامعہ سے گھر جاتے وقت اگر کبھی بارش ہو رہی ہوتی تو آپ وقت کا احساس کرتے ہوئے بارش ہی میں نکل جاتے۔ لوگ اور طلبہ رکنے کا کہتے مگر آپ اسی طرح یہ کہتے ہوئے نکل پڑتے کہ "اللہ مہربانی کرے گا۔" عموماً تھوڑی دیر کے لیے بارش رک جاتی اور اگر وہ برستی رہتی تو آپ کے کپڑے نہ بھیگتے۔ دراصل بات وہی ہے جو حدیث میں آتی ہے مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ کہ جو اللہ کے ہو جاتے ہیں اللہ ان کا ہو جاتا ہے۔ اللہ ہمیں بھی ایسا کر دے۔ آمین۔



کرامات حضرت مولانا محمد عثمان دلاوری

آپ کا تعلق دلاور ضلع گوجرانوالہ سے ہے۔ اہل اللہ میں سے تھے۔ بڑے صابر و قانع، ذاکر و شاکر اور شب زندہ دار تھے۔ آج کل دلاور میں آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد ابراہیم خلیل دلاوری علمی و روحانی فیض بانٹ رہے ہیں اور باوجود ضعف اور مرض کے بساط بھر اپنے اسلاف کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ مولانا محمد ابراہیم خلیل بندہ کے حقیقی پھوپھا ہیں۔

(۱) قبولیت دعا

قبولیت دعا کے لئے ایمان و تقویٰ بنیادی شرائط ہیں۔ ایمان میں پہلا درجہ توحید و توکل اور اصلاح عقائد کا ہے۔ تقویٰ میں بنیادی باتیں شرک و بدعت سے اجتناب اور چار چیزوں میں کمال حاصل کرنا ہے یعنی اکل حلال، صدق مقال، زہد اور حیا۔ اولیائے کرام ان اوصاف میں کامل ہوتے ہیں۔ اسی کمال کی وجہ سے انہیں اللہ تعالیٰ

کا عرفان اور قرب حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ رب کے مقبول اور مستجاب الدعوات بن جاتے ہیں۔ یہی حال مولانا محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ آپ بہت مستجاب الدعوات تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں بے شمار دعائیں کیں۔ جو تقریباً سب کی سب قبول ہوئیں۔ جس کی اولاد نہیں تھی اس کے لئے اولاد کی دعا کی رب نے اولاد عطا فرما دی۔ اسی طرح مقروض کے لیے دعا کی تو قرض اتر گیا۔ دائمی مریض کے لئے دعا کی تو وہ شفایاب ہو گیا۔ ایسے بہت سے واقعات زبان زد خاص و عام ہیں۔

(۲) آپ کی ایک خصوصی دعا

استاد پنجاب حضرت حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی نے اپنی جو بیٹی سوہدرے بیاہی ان کی اولاد نہیں ہو رہی تھی۔ ایک روز حضرت حافظ صاحب کی مولانا موصوف سے ملاقات ہوئی، دوران ملاقات حضرت حافظ صاحب نے حضرت مولانا محمد عثمان سے بیٹی کے ہاں اولاد نرینہ کی درخواست کی۔ انہوں نے جواباً عرض کیا۔ یہ دعا آپ خود کریں۔ آپ کا روحانی پایہ بہت بلند ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ دعا آپ سے کروانی چاہتا ہوں۔ حضرت دلاوری رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے دعا کو اسی سال شرف قبولیت بخشا۔ اور آپ کا نواسہ پیدا ہوا۔ جس کا نام "عبدالمجید" رکھا گیا۔ یہی وہ بچہ ہے جو مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی بنا۔ جنہوں نے کافی شہرہ حاصل کیا۔[1]

---

(1) تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ میں سب سے زیادہ آپ کے تفصیلی حالات ہیں۔ یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ اس میں حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی اور آپ کے پورے خاندان کے حالات ہیں۔ قابل مطالعہ کتاب ہے۔ (فاروقی)

(۳) بارش کا خطرہ ٹل گیا

۱۹۰۴ء کی بات ہے۔ محمد دین مستری جامع مسجد دلاور چیمہ کا مینار بنا رہا تھا۔ اس نے مینار بڑی محنت سے مکمل کیا۔ ابھی وہ نیچے اترا ہی تھا کہ سیاہ کالے بادل آنا شروع ہو گئے۔ بارش برسنے کی صورت میں مینار کو کافی نقصان پہنچ سکتا تھا۔ محمد دین نے حضرت دلاوری رحمہ اللہ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی۔ آپ نے مالک الملک کی بارگاہ بڑی زاری سے دعا کی۔ لوگ کہتے ہیں کہ بادل دیکھتے ہی دیکھتے پلٹ گئے۔ یوں بارش کا خطرہ ٹل گیا۔ اور ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ مینار بچ گیا۔

(۴) ایک عجیب وظیفہ

آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد ابراہیم خلیل دلاوری کا بیان ہے کہ میرا عنفوان شباب تھا میں اسکول میں معلم تھا اور مسجد میں خطیب بھی۔ میں بہت کچھ کرنا چاہتا تھا کہ مگر دو آدمیوں مولوی ابوالقاسم رفیق اور ماسٹر محمد شریف فاروقی نے میرا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ جس سے میں بہت پریشان تھا۔ میں نے ایک روز حضرت والد گرامی سے اس پریشانی کا ذکر کیا۔ آپ نے مجھے یہ وظیفہ بتایا کہ ان کا ارادہ کر کے یہ بکثرت پڑھا کرو۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ فرماتے ہیں ’میں نے کچھ روز ہی پڑھا تھا کہ ایک گاؤں چھوڑ گیا۔ اور دوسرے کا کسی دوسرے گاؤں میں تبادلہ ہو گیا‘ اس طرح مجھے چین کا سانس لینا نصیب ہوا۔

(۵) توکل کی برکت

ایک مرتبہ گھر سے اخراجات کا مطالبہ ہوا۔ فرمایا ابھی خالی ہاتھ ہوں جب اللہ نے مدد کی میں دے دوں گا۔ اگلے روز کوئی شخص روپوں کی تھیلی دے گیا کہ اسے اپنے مصرف میں لے آئیں۔ گھر تشریف لے گئے۔ فرمایا یہ ہے تھیلی۔ جس قدر ضرورت ہے اس میں سے لے لو۔ باقی اوپر چھتی پر رکھ دو۔

(۶) آپ کا مرتبہ

آپ کا روحانی مقام کافی بلند تھا۔ انسانوں کے علاوہ جنات بھی آپ کی خدمت بجالاتے تھے۔ کئی مرتبہ آپ کے جنات آ کر آپ کو دباتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ زندگی کی آخری نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ کمرہ روشن ہو گیا۔ فارغ ہو کر فرمایا۔ آ گئے ہو؟ وہ ملائکہ تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آرام سے روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اناللہ۔

(۷) آپ کے تایا جان کا تذکرہ

آپ کے تایا جان مولانا محمد صالح دلاوری رات کو مسجد میں یاد الٰہی کر رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی آ گیا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ آپ کا جسم اسے مسجد میں جگہ جگہ نظر آیا۔ اور وہ ذکر الٰہی میں مصروف تھا۔ مولانا محمد صالح (م ۱۳۰۲ھ) نے فرمایا۔ دیکھو ’جو تم نے مشاہدہ کیا ہے اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ چنانچہ اس نے زندگی میں تو اس کا ذکر نہ کیا۔ البتہ آپ کی وفات کے بعد دو ایک سے ذکر کر دیا۔



کرامات مولانا محمد حسین شیخوپوری

آپ کا تعلق شیخوپورہ سے ہے۔ وعظ و تبلیغ میں آپ کی مثال معاصرین میں کم ہی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منفرد خطیبانہ شان و اداء عطا فرما رکھی ہے۔ آپ کی ریکارڈ تقریر چھ گھنٹہ ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کو اخلاص و روحانیت کا حصہ بھی ودیعت فرمایا ہے۔ آپ بھی اکل حلال اور صدق مقال (یعنی حلال کھانا اور سچ بولنے) کا بہت خیال فرماتے ہیں۔

(۱) بادل پھٹ گئے

ایک مرتبہ آپ لاہور کے قریب تقریر کر رہے تھے ادھر بادل آنا شروع ہو گئے۔ لوگ جمے ہوئے بیٹھے تھے اور روح پرور خطاب جاری تھا۔ مگر اندر سے پریشان تھے کہ بادل آ رہے ہیں۔ اگر یہ برسنا شروع ہو گئے تو جلسہ تلپٹ ہو کر رہ جائے گا۔ بیان بھی ماشاء اللہ توحید کا جاری تھا۔ آپ نے لوگوں کی یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا۔ "گھبراؤ نہیں' انشاء اللہ جلسہ مکمل ہو گا اور یہ بادل چلے جائیں گے۔" تھوڑی دیر بعد بادل پھٹ گئے۔ اور جلسہ آب و تاب کے ساتھ دیر تک جاری رہا۔ یعنی اس بارش کی بجائے توحید الٰہی اور تجلیات ربانی کی بارش ہوئی۔ جس سے ہر شخص کی کشت قلب سیراب ہو گئی۔ اس روح پرور بیان کا علاقہ بھر میں بہت شاندار اثر رہا۔

(۲) بارش رک گئی

مولانا محمد اشرف سلیم قلعہ دیدار سنگھ کا بیان ہے۔ ایک جگہ عظیم الشان جلسہ تھا۔ جہاں اطراف سے خلق خدا جمع تھی۔ جوں ہی خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد حسین شیخوپوری کا بیان شروع ہوا۔ بادل گرجنے لگا۔ بجلی چمکنے لگی۔ لوگ سراسیمہ اور پریشان کہ کتنا شاندار جلسہ ہے جو بارش کی وجہ سے خراب ہو رہا ہے۔

حضرت شیخوپوری نے جب صورتحال دیکھی۔ تو حاضرین سے فرمایا۔ آرام و سکون سے بیٹھئے۔ اللہ نے چاہا تو بارش نہیں ہو گی۔ آج اس بارش کی بجائے اللہ کی مہربانی سے قرآن وحدیث کی بارش ہو گی۔

اللہ کی شان' بادل گرجتے گرجتے' بجلی چمکتے چمکتے دوسری طرف نکل گئی۔ اور نعروں کی گونج میں آپ کا ایمان افروز بیان شروع ہوا۔ جو رات گئے تک ہوتا رہا۔ قرآن وحدیث کی بارش سے سامعین کے اندر کی زمین سیراب ہو گئی جس سے ہر شخص کا انگ انگ لہک رہا تھا۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا اَعْظَمَ شَانُہٗ



مجاہدین کی کرامات

نماز روزہ وغیرہ ارکان اگر اسلام کا ستون ہیں تو جہاد اسلام کی روح ہے۔ راہ حق میں کی جانے والی ہر کوشش کو جہاد کہتے ہیں۔ روح جہاد' اسلام کے ہر رکن میں کار فرما ہے۔ خود ارکان اسلام میں روح جہاد موجود ہے۔ جہاد کا اسلام کے ساتھ تعلق یوں ہے جس طرح اعصاب کا بدن کے ساتھ۔ جیسے اعصاب بدن کی قوت کا باعث ہیں اسی طرح جہاد اسلام کی تقویت کا سبب ہے۔ جہاد اپنے نفس سے شروع ہوتا ہے اور دشمنان اسلام کی سرکوبی پر ختم ہوتا ہے۔

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے۔ جو لوگ امن و سلامتی کو تاراج کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ مسلح جہاد کا حکم دیتا ہے۔ اسلام کا مقصود دنیا سے فتنہ انگیزی اور شر کو ختم کرنا ہے۔ جو بھی ظلم ڈھاتا ہے۔ شر پھیلاتا ہے۔ اور انسانی اقدار کو پامال کرتا ہے اللہ تعالیٰ طاقتور ہاتھوں کے ساتھ اس سے نمٹنے کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا: وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (۷۸/۲۲) "اللہ کی راہ میں یوں جہاد کرو کہ جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے۔"

ایک جگہ فرمایا: وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ "اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔"

پھر فرمایا: فَقَاتِلُوٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ (۷۶/۴) "پس شیطان کے ساتھیوں سے لڑائی کرو۔"

مزید فرمایا: وَجَاهِدُوا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ (التوبہ: ۴۱/۹) "اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔"

اور فرمایا: وَقَاتِلُوْا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا (البقرہ ۱۹۰/۲)

"اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑائی کرو جو تم سے لڑائی کرتے ہیں۔ اور زیادتی نہ کرو۔"

اسلام نے ان لوگوں سے لڑائی کا حکم دیا' جو ظلم اور شرانگیزیوں کے مرتکب اور مسلمانوں کے خواہ مخواہ مخالف ہیں' ہمارے ہمسایہ ملک بھارت کا یہی حال ہے۔ اسلامی تنظیموں کے مجاہدین نے ہندوستان اور کشمیر میں جب ان کے حد سے بڑھتے ہوئے مظالم دیکھے تو وہ ان کی چیرہ دستیوں اور فتنہ سامانیوں کو ختم کرنے کے لیے ان سے نبرد آزما ہونے کے لیے آگے بڑھے اور ان کے مجاہد بڑی بے جگری سے لڑے۔ اس سلسلے میں نصرت الٰہی اور غیبی مدد کے بہت سے عجیب و غریب واقعات سامنے آئے۔ ہم چند ایسے واقعات کو "مجاہدین کی کرامات" کے ذیل میں ہدیہ' قارئین کرتے ہیں۔ یہ کرامات دلچسپ بھی ہیں اور ایمان افروز بھی۔ ہو سکتا ہے ان کرامات کے مطالعہ سے ہمارا جذبہ خوابیدہ بیدار ہو۔ وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيز

(۱) اللہ کی نصرت

دو مجاہد منڈھیر کے علاقہ میں پہنچے۔ انہوں نے پہاڑی چوٹی کی جھاڑیوں میں چھپ کر باری باری دشمن کی دو ٹرکوں کو ریموٹ کنٹرول کے ذریعے اڑا دیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر فوج نے علاقے میں کریک ڈاؤن کر دیا مجاہدین نے اللہ تعالیٰ سے نصرت کی دعا کی۔ چنانچہ بارش شروع ہو گئی۔ پھر ژالہ باری ہوئی۔ آخر میں دھند چھا گئی۔ یہ دونوں مجاہد دو ٹرکوں کو راکھ کا ڈھیر بنانے اور ۳۵ ہندوؤں کو ٹھکانے لگانے کے بعد دشمن کا محاصرہ توڑ کر بالکل صحیح سلامت باہر نکل گئے۔ انہیں ایک خراش تک نہ آئی۔

(۲) اللہ کی حفاظت

مجاہدین کا ایک گروپ مقبوضہ جموں کے علاقہ پنیالی میں پہنچا۔ اچانک دشمن کے

چھ فوجی ادھر آ نکلے۔ عبداللہ مجاہد نے فائر کھول دیا۔ چھ فوجی موقع پر ہی ہلاک ہو گئے۔ اب چاروں طرف سے گولہ باری شروع ہو گئی۔ دوست محفوظ مقام پر پہنچ گئے۔ ایک مجاہد اپنے دستہ سے بچھڑ گیا وہ ایک جگہ خطرہ بھانپ کر پانی کے نالے میں اتر گیا۔ پانی یخ بستہ تھا۔ سارا جسم پانی میں تھا صرف منہ باہر تھا۔ وہ مجاہد مسلسل تین گھنٹے یخ بستہ پانی میں بیٹھا رہا۔ تاآنکہ دشمن مایوس ہو کر پلٹ گیا۔ وہ باہر نکلا تو آگے شیر بیٹھا تھا۔ وہ دعا بِسْمِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ پڑھتا ہوا شیر کے پاس سے بآرام و سکون گزر گیا۔ اس طرح اسے اللہ تعالیٰ نے ہر خطرے سے بچا لیا۔

(۳) مجاہدین کی فراست

مجاہدین کا ایک گروپ قاری ابوذر کی قیادت میں مقبوضہ وادی میں داخل ہوا۔ سردی بہت تھی۔ یہ انڈین آرمی کی پوسٹ کے قریب پہنچ گئے۔ آرمی نے انہیں "ہینڈز اپ" کہا۔ انہوں نے ہینڈز اپ نہیں کیا۔ ساتھ ہی جنگل تھا یہ اس میں گھس گئے۔ اور آرمی پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ اور فائرنگ کرتے کرتے سائیڈ پر نکل گئے۔ آرمی یہ سمجھتی رہی کہ مجاہدین اسی جگہ پر ہیں لہٰذا وہ گولیاں برساتی رہی۔ نیچے انڈین آرمی کی دوسری فوجی پوسٹ تھی جہاں گولیاں پہنچ رہی تھیں۔ انہوں نے دشمن سمجھ کر ادھر فائرنگ شروع کر دی۔ آپس کی فائرنگ سے انڈین آرمی کے بیسیوں فوجی مارے گئے۔ ادھر تمام مجاہدین بخیریت ٹھکانوں پر پہنچ گئے۔ اور کسی کا ذرا نقصان نہ ہوا۔

(۴) فقید المثال جذبہ

دو مجاہد مقبوضہ کشمیر کے علاقے میں ایک مشن پر جا رہے تھے۔ ایک جنگل سے گزرتے ہوئے ان کا انڈین آرمی سے ٹاکرا ہو گیا۔ دشمن تعداد میں بہت زیادہ تھا۔

فائرنگ کا تبادلہ ہوا۔ اسی اثنا میں ایک ساتھی شہید ہو گیا۔ ایک فائر دوسرے مجاہد کے چہرے پر لگا اور منہ کے آر پار ہو گیا۔ منہ کے دس دانت ٹوٹ گئے۔ مزید دو فائر اس کے کندھے پر لگے۔ یہ ابھی سنبھل ہی رہا تھا کہ کان اور سر کی ایک جانب دو اور فائر لگے۔ اس مجاہد نے اسی حالت میں فائر کھول دیے جس سے دشمن کے دو فوجی ہلاک ہو گئے۔ یہ مجاہد دشمن کے نرغے میں تھا۔ اس نے اللہ سے مدد طلب کی اور دعا کی۔ اللہ نے دشمن کو اندھا کر دیا۔ اور یہ مجاہد ان کا محاصرہ توڑ کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

(۵) گولیوں کی بوچھاڑ میں کارنامہ سرانجام دیا

غازی ابو دجانہ شاد باغ لاہور اپنے مجاہد ساتھیوں کے ساتھ "دو آب گاہ" کے گاؤں میں ٹھہرا ہوا تھا۔ کہ رات کو اسرائیلی کمانڈوز نے گاؤں کا محاصرہ کر لیا۔ اور رات ساڑھے تین بجے اچانک فائر کھول دیا۔ ایک ساتھی برسٹ لگنے سے شہید ہو گیا۔ دوسرے کی پسلی کے نیچے گولی لگی اور دوسری طرف نکل گئی۔ ان دونوں نے برستے برسٹوں میں کھڑکی سے چھلانگ لگائی۔ اور نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ آگے آرمی باغ میں گھات لگا کر بیٹھی ہوئی تھی۔ انہوں نے ان پر فائر کھول دیا۔ ان پر دس پندرہ گنوں سے برسٹ برس رہے تھے۔ گولیاں ان کے اردگرد سے گزر رہی تھیں اور یہ اللہ کی مہربانی سے بالکل محفوظ رہے اور ان کے چنگل سے بحفاظت نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

(۶) دعا کی برکت

ابو عکاشہ (عبداللہ سیاف) پہلگام کے علاقہ میں ہندو آرمی کی گھات میں بیٹھے تھے۔ لیکن آرمی کو خبر ہو گئی۔ اس نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ یہ بڑی مستعدی سے باغ سے ہوتے ہوئے ایک ٹیکری پر آ گئے۔ وہاں سے نکلے تو آگے میدان تھا اور تین اطراف میں ملٹری تھی۔ ساتھی ایک ایک کر کے نکل گئے۔ ابو عکاشہ اکیلا رہ گیا۔

آرمی نے اس پر فائر کھول دیا۔ عکاشہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ شَتِّتْ رَمْیَ الْکَافِرِیْن گولیاں اس مجاہد کے دائیں بائیں، آگے پیچھے اور ٹانگوں کے درمیان سے گزر رہی تھیں۔ سات گولیوں نے اس کے کپڑوں میں جگہ جگہ سوراخ کر دیئے۔ مگر وہ بالکل محفوظ رہا اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدین کی ایسی مدد کی کہ دشمن کے نرغے سے نکل کر بحفاظت اپنے بھائیوں کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

(۷) غیبی مدد کا ایمان افروز واقعہ

ایک بار مقبوضہ وادی میں تین مجاہد جا رہے تھے۔ آگے آرمی کے تین فوجی مل گئے۔ انہوں نے انہیں ہینڈز اپ کہا۔ مجاہدین نے تو کبھی ہینڈز اپ کیا نہیں۔ انہوں نے جلدی سے گن اٹھائی اور فائر کھول دیا۔ ایک وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اور دو بھاگتے بنے۔ اس کے بعد مجاہدین ٹیکری پر چڑھے۔ جونہی اوپر چڑھے، ہندو آرمی کی سامنے والی پوسٹ نے فائر کھول دیا۔ فائر ابو قتال عرف شیرا کی جیکٹ کو لگا اور آگے گزر گیا۔ کچھ فائر اس کے بالوں کو چھوتے ہوئے گزر گئے۔ لیکن موصوف محفوظ رہا۔ ابو ثوبان جو اوپر چڑھ رہا تھا۔ ایک پتھر کا سہارا لیتے ہوئے پھسلا اور نیچے ابو سفیان کی جھولی میں آ گرا۔ اب پیچھے والی پوسٹ نے بھی مجاہدین کا گھیراؤ کرنا شروع کر دیا۔ آرمی نے ایک گولہ پھینکا جو ابو دجانہ کو لگا وہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکا۔ اس محاذ آرائی میں مجاہدین نے سفید کپڑوں میں آدمیوں کو دیکھا جو ان کی نصرت کرتے تھے۔ انہیں اخیر تک پتہ نہ چل سکا کہ وہ سفید کپڑوں میں مددگار کون تھے۔

(۸) خصوصی حفاظت اور مدد

غازی ابو طارق بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم پر برسٹ چلنا شروع ہو گئے۔ ایک گولی میری بغل کے نیچے سے قمیض پھاڑ کر نکل گئی مگر میں اللہ کی رحمت سے محفوظ رہا۔ پھر میں ایک محفوظ راستے سے ہوتا ہوا دھان کے دو کھیتوں کے درمیان "وٹ" پر سو گیا۔ کوئی تین گھنٹے سویا رہا۔ گرمی اور تیز دھوپ تھی۔ مگر اس دوران

ایک بادل کا ٹکڑا میرے اوپر سایہ افگن رہا۔ جبکہ باقی آسمان صاف تھا اور دھوپ چمک رہی تھی۔ جب میں اٹھا تو شدید بھوک لگ رہی تھی اور جی لسی کو بہت چاہتا تھا۔ اسی اثنا میں ایک کشمیری میرے پاس کھانا لے آیا۔ ساتھ لسی بھی تھی۔ یعنی اللہ نے دشمن سے حفاظت بھی کی اور من پسند کی خوراک بھی فراہم فرمائی فَالْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ

(۹) اللہ نے مجاہدین کو مستور کر دیا

غازی ابو حذیفہ بیان کرتے ہیں' میرا ساتھی ابو بصیر زخمی ہو گیا۔ میں اس کی حفاظت کے لیے ایک گاؤں کے مکان کے اوپر کے کمرے میں تھا کہ ایک درجن سے زائد گاڑیوں میں آرمی پہنچ گئی اور اس نے گاؤں کا محاصرہ کر لیا۔ اور کریک ڈاؤن کر دیا۔ ہمارے پاس ہندو آرمی کے تین فوجی آئے اور تین مرتبہ آئے مگر وہ ہمیں دیکھنے کے باوجود کہتے جا رہے تھے کہ یہاں تو کوئی نہیں اور واپس چلے گئے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کی نگاہ سے مستور کر دیا اور وہ ہمیں دیکھ ہی نہیں سکے۔

(۱۰) بہترین اور ایمان افروز کامیابی

غازی ابو سعد بیان کرتے ہیں کہ دشمن کی دو گاڑیاں ہمارے قریب آگئیں۔ اور سامان اتارنا شروع کر دیا۔ ہم ان کیلئے اپنے نشانے درست کر چکے تھے۔ ہمارے پاس راکٹ ہگرنیڈ لانچر' ایچ ایم جی اور کلاشنکوفیں تھیں۔ ہم نے راکٹ فائر کیا۔ کوئی پچاس کے قریب ٹیل پھینکے۔ جب راکٹ برسنا شروع ہوئے۔ تو گاڑیاں اور فوجی عمارتیں سب راکھ بننا شروع ہو گئیں۔ اس کامیاب حملے کے بعد جب ہم وہاں سے جانے لگے تو ہندو آرمی کی طرف سے ہمارے اوپر شیلنگ شروع ہو گئی۔ مارٹر کے گولے ہمارے قریب آ آ کر گرتے رہے۔ مگر اللہ کے فضل سے ہم بالکل محفوظ رہے۔ اور بخیر و عافیت صحیح سلامت اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ اس معرکے میں ۸۲ ہندو فوجی ہلاک ہوئے۔ اللہ نے ہمیں حیرت انگیز کامیابی بھی دی اور ہماری حفاظت بھی فرمائی۔